

تاریخ قدیم

CHECKED

Checked
1987

معلومات اکمل

بنی نوع انسان کی ابتدائی تاریخ طوفانِ نوح سے

لیکر سکندر اعظم کے وقت تک

جو بڑی تحقیق سے قدیم زمانہ کے کھنڈرات اور کتبوں و کتابوں وغیرہ کی مدد سے

لکھی گئی ہے

مصنفہ ضیاء الدین اکمل دراثائے سفیرِ یورپ (اسٹراڈنگری)

پہلی مرتبہ ۱۹۰۲ء میں

کارخانہ پریس اخبار لاہور کے خدامِ ستیم پریس میں منشی محمد عبدالغفور منیر کے

انتظام سے چھپی

قیمت ۱۵ روپے

CHECKED 1995

معلومات اکمل

دساحہ

ہستی ناپائیدار کا گلہ کسے نہیں۔ ہزار چاہتے ہیں کہ اس دنیا سے وہوں کی حقیقت
کسی قدر تو معلوم کریں۔ مگر سحر کائنات بے پایاں ہے اور زندگی خیر و زہ سے
ادھر مکان بنا اور ادھر مزار کھڑا۔ ادھر لباس اُدھر ہے کفن کی تیاری
یوں تو ہم نظامِ فلکی پر بحث کرتے بال کی کھال نکالتے ہیں۔ ستاروں کے طولِ عرض پر
اربہ جاتے ہیں۔ مگر اے فلاسفرانِ عالی خیال دسے عالمانِ زمانہ حال کیا آپ اس
خاکِ ناپیر کے ایک ذرہ کی بھی حقیقت بیان کر سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر دنیا میں
میں ہمیں۔ بجائے سو سال کے ہزار سال رہتا ہو۔ پھر بھی ہماری ساری واقفیت
اس سحر کائنات کا کب پتہ لگا سکتی ہے۔

مگر اس رہائے فانی میں ہماری زندگی کتنی قدرت اور اس کے قوانین پہچاننے پر غم
ہے۔ اگر ہمیں آگ کی خاصیتیں معلوم نہ ہوتیں۔ تو کیونکر قطب شمالی تک پہنچ سکتے مری
کی شدت ہمارے قدمِ نطفہ حارہ سے آگے نہ بڑھتی رہتی۔ اگر ہم پانی کے مختلف خواص
کا مطالعہ نہ کرتے۔ تو کیونکر ایک براعظم سے دوسرے براعظم کو جلا سکتے۔ چاند کیوں
زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ اور زمین کیوں سورج کے گرد گھومتی ہے۔

میری طرح سے مدد بھی نہیں آدہ۔ کسی حبیب کی یہ بھی ہیں جست جو کرتے
ایسب انتظام حکمت سے خالی نہیں۔ اگر ہم اپنی بھلائی منظور ہے۔ تو ہر ایک امر میں
اُس حکیم مطلق کے ارادوں سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ کائنات ایک مہمہ ہے۔ جو آج
تک نہ تو کسی سے حل ہو سکا ہے۔ اور نہ آئندہ حل ہو سکے گا۔ مگر اُن جوں جوں ہم اپنی
عقل و فہم سے کام لیں گے۔ کسی نہ کسی قدر حق کے قریب پہنچتے جاویں گے۔ خدا نے
لائزال ہماری محنتوں کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

روزے برسی بہ وصل حافظ گر طاقت انتظار داری

نہیں تو یاد رکھنا۔ ایک نہ ایک دن دنیا فنا ہو جاوے گی۔ اور وہ کام جسکے سر انجام کرتے
کے لئے پروردگار نے ہمیں ہزاروں سال دیئے ہیں۔ اُس آخری لحظہ میں پورا نہیں ہو سکا۔
زمین کی ہے۔ جلتی آگ کا کوئلہ ہے۔ جسکی راکھ پر ہم مسکن کریں ہیں۔ عالمان جزا فیہ
کہتے ہیں۔ کہ رو سے زمین پر پانی خشکی سے زیادہ ہے۔ مگر خشکی اور تری اُس جلتی ہو
کوئلہ کی راکھ ہیں۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ زمین ایک آتش عظیم کی کان ہے۔
آگ کا قاعدہ ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا ہے گھٹتی چلی جاتی ہے۔ الغرض زمین
کی حرارت سال بسال روز بروز کم ہو رہی ہے۔ طوفان نوح سے پہلے ہاتھی سو چار
گوشتے جافر تھے۔ سبائیں یا میں ماہو تھے کی ہڈیاں اب تک پائی جاتی ہیں۔
بلکہ ایک جانور جو ہزاروں سال ہوئے برف کے نیچے دب کر رہ گیا تھا۔ کھودنے
سے دستیاب ہوا۔ اور چونکہ برف میں جسم سڑ نہیں سکتا۔ اسلئے حبیب جانور کے تمام
اعضا بلکہ پیٹم تک صحیح اور سالم تھے۔ اب اتنے عرصہ کے بعد زمین کی حرارت اس قدر
کم ہو گئی ہے کہ یقیناً جانور زندہ رہ نہیں سکتے۔ امریکہ میں کانوں کے کھودنے سے
معلوم ہوا ہے کہ ایک زمانہ میں وہاں اب سے پچاس ساٹھ گنے بڑے درخت موجود
تھے۔ مگر اب کافی حرارت نہ ہونے کی وجہ سے اتنا بڑا درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔

یہ کہنا بڑا دلائل سے بہتر ہوگا۔ کہ جب زمین کے اندر آتش سوزان ہے۔ اور
آگ کا کام بلکہ بجھ جانا ہے۔ تو ایک نہ ایک دن ضرور ہماری زمین ہماری رفاقت سے

پہلو تہی کرے گی۔ پس ہماری خیر اسی میں ہے کہ اس مختصر اور غرضی وقت کو ایسے کام میں لائیں۔ اور اپنے تئیں تو انہیں قدرت سے ایسا متناسب بنائیں۔ کہ وہ انہیں ہمیں بچتا مانا پڑے۔

اُڑی خوشبوئے گل ہے رنگ دروے نترن چھیکا

بجالت پھول چن ہوئے کو ہے رنگ چمن چھیکا

کوئی آخرت کے معتقد ہیں۔ کوئی تلاش کو مانتے ہیں۔ مگر اس بات کا تو کوئی بھی قائل نہیں۔ کہ بعد از مرگ ہماری ارواح کرۂ زمین کو چھوڑ جاتی ہیں۔ پس مردہ یا زندہ بہر صورت ہم زمین کی قسمت میں شریک ہیں۔ اگر زمین کی یہ حالت ہونی ہے۔ جیسا کہ آجکل کی معلومات ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک تو زمین کی حرارت کم ہو رہی ہے۔ اور دوسرا بوجہ سورج کی کشش کے زمین ہمیشہ گردش کرتے کرتے سورج سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ تو اس وقت جبکہ زمین سورج کی خطرناک کشش میں بہرہ چکر ۶۵ روز کے اندر اس آتش فشان نا پید اکٹریں جا گئے گی۔ جیسا کہ سوئی ننگ مقناطیس کی طرف دھڑکتی ہے۔ تو کیا اگر اُس وقت تک ہم زمین پر ہے۔ تو اُس ہیئت تک واقعہ کے نتائج سے بچ رہیں گے۔

مگر اُس خالق لایزال کا مقصد ہمیشہ بھلائی ہے۔ اگر وہ زمین سے دیکھیں تو اس کائنات میں پندرہ کروڑ کے قریب سورج دکھائی دیتے ہیں۔ جو سب کے سب ہمارے سورج سے بڑے ہیں۔ اور ہر ایک سورج کے گرد بے شمار ستارے اور زمینیں دکھائی دیتی ہیں۔ کیا اتنی عظیم الشان خدائی کا مالک اس بالشت بھر کی زمین کو فنا کر کے راضی ہو گا۔ فنا کرنا اُس کی عادت نہیں۔ آگ جلتی فنا نہیں ہو جاتی۔ اُس کے اجزا ہوا سے مرکب ہو جاتے ہیں۔ پانی اگر ہماری نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو پھر بھی صفحہ ہستی سے دور نہیں ہوتا۔ فنا ہو جاتا کسی شے کا ہمارے میدان واقفیت سے پرے چلے جانے کا نام ہے۔ اس نظام فلکی کے یہ نتائج جو ہمیں اس قدر مہیب اور مہلک نظر آتے ہیں۔ بھلائی اور حکمت سے خالی نہیں۔ جو ان میں کی حرارت

گھٹا ہی ہے۔ اسکا فاصلہ سورج سے کم ہو رہا ہے۔ تاکہ سردی کی شدت سے حیوانات مر نہ جاویں۔ جس وقت زمین کی اندرونی آگ بجھنے کو آجاوے گی۔ ترکش کی وجہ سے سورج میں جا کر رہے گی۔ اور رفتہ رفتہ جب سورج کی گرمی پانیہ اعتدال کو پہنچ جاوے گی۔ تو وہ ماوے جو قصعید کی وجہ سے سورج سے دور دور ہو امیں تیرتے ہیں قریب آتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ منجد ہو کر اس آتش سوزان کی سطح پر طبقہ بعد طبقہ جم جائیں گے۔ اور اس مردخشاں کو ایک نئی زمین بنا دینگے یہ زمین جسو ہم آج آباد ہیں ایک زمانہ میں ایک چھوٹا سا سورج ہوگی۔ حرارت کے کم ہونے پر نباتات اور حیوانات کی ریش کے قابل ہوئی۔ یہ کروڑوں قوی ہیکل پہاڑ جو جابجا سطح زمین پر نظر آتے ہیں۔ کیا ہیں۔ جب ابتدا میں آگ کے گرد طبقہ بنے۔ تو زمین کی اندرونی حرارت اسقدر طاقتور تھی۔ کہ مختلف طبقوں سے ماوے پگل پگل کر رہا کرتے تھے۔ اب زمین کی حرارت پہلے کی نسبت بدرجہا کم ہے۔ اسلئے پہلے ایسے بلند اور قد آور پہاڑ نہیں بنتے۔ ہاں آتش فشان مقامات میں اب بھی گاہے گاہے یہ تعجب انگیز نطلہ دیکھ سکتے ہیں۔ معدودے چند آتش فشان پہاڑ پھر اب تک موجود ہیں۔ رفتہ رفتہ کمزور ہو رہے ہیں۔ میرے یہ سب بیانات علم نجوم و طبعی پر مبنی ہیں۔ ہر ایک بیان کے لئے ہزاروں ثبوت کا ذخائر قدرت میں موجود ہیں۔ جن پر ذرا سے غور کرنے سے عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ اس کتاب کا مضمون اور ہے۔ اسلئے فی الحال میں ان دلچسپ اور طویل بیانات کو نظر انداز کرتا ہوں۔

وہی باتیں جن کا چودہ سال پیشہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کے آثاروں میں ذکر کیا ہے۔ آج منہمان عالم کی ساہما سال کوششوں کے بعد ثابت ہو رہی ہیں۔ زمانہ قدیم میں کہنے والے کا جذبہ صداقت دلوں میں گھر کر جاتا تھا۔ مگر اب نہ وہ کہنے والے اور نہ وہ سننے والے باقی ہیں۔ مان بفضل خدا ہماری معلومات پہلے کی نسبت بدرجہا زیادہ ہیں۔ پس طالبان حقیقت کی تفصیل و تشریح سے کیوں نہ قنایں کریں۔

جب تک یہ نظام فلکی بحال ہے۔ زمین اور ستاروں کی گردشیں بدستور ہیں۔ اور جب تک ہمارے جسم میں خون اور خون میں حرکت باقی ہے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ اس محدود حصہ کائنات میں جہاں ہمارے تعلقات ہیں۔ اپنی سہولیات کو برائے نام اور ہر ایک معاملہ میں قانون قدرت کے اصول پہچان کر اپنے آئندہ افعال اور خیالات کے تصحیح کی کوشش کریں۔ مگر ہماری نظر کوتاہ اور کارخانہ قدرت وسیع ہے۔ اس لئے ہمیں ان اصولوں کے دریافت کرنے کے لئے نہایت مختصر طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ تاریخ قدیم سے اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔ تاریخ کیا ہے۔ ایک حکیم ہے۔ جسے ہزاروں سالوں کے تجربہ سے ہمارے لئے بے بدل نسخہ تیار کر رکھے ہیں۔ یہ تاریخ ہی ہے جو ہمیں بتاتی ہے۔ کہ طرح طرح کی آب و ہوا میں انسان کے خیالات نے کیا کیا طریق اختیار کیا۔ اور کس طرح کی تہذیب میں ترقی کی۔ اب سے اٹھ ہزار سال پہلے روئے زمین کا مذہب کیا تھا۔ اور اب اتنے کثیر القہر مذہب کیوں پائے جاتے ہیں؟ کن کن قوموں نے دوزخوں پر فضیلت حاصل کی۔ اور ان کی فضیلت حاصل کرنے کی وجوہات کیا تھیں۔ ان دل چسپ سوالات کے جوابات کے لئے ناچار ہمیں تاریخ ہی کو کھولنا پڑتا ہے۔

اگر ہم میدان ترقی میں قدم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں صرف انگلستان ہی کی ترقی کے وجوہات پر نظر کرنی چاہئے۔ خالیدین۔ اسٹریٹن۔ بالونی۔ فارسی۔ یونانی اور اوسن اقوام کی بھی ترقیوں پر غور کرنی چاہئے۔ صرف ایک ہی مثال سے نتائج وضع کرنا غلطی ہے۔ اگر انگلستان اقوام مذکورہ بالا کے حالات سے واقف نہ ہوتا تو یہ عروج کہاں سے حاصل ہو سکتا۔ جب ہمیں قوت امتیاز ہے۔ تو تہذیب قدیم کا مطالعہ کر کے اپنے لئے کیوں مفید راستہ تلاش نہ کریں۔ اور بے سوچے سمجھے نقل کرنے کے بجائے نتائج جن سے آج یورپ کی تہذیب معرض خطر میں ہے کیوں نہ ہمیں جس وقت یورپ والوں نے اقوام مذکورہ بالا کی نقل کرنی شروع کی۔ تو اس وقت وہ جاہل مطلق اور بے علم تھے۔ مگر بفضل خدا ہم پر نہ تو آج اور نہ دہزار سال پہلے۔

لفظ اطلاق کر سکتا تھا۔ پھر کیوں ہم اپنی عقل و تہذیب سے کام نہ لیں۔ اور اپنے لئے ایسی تہذیب بناویں۔ جو ہمارے ہمعصروں کو باعث رشک اور ہماری اولاد کے لئے اکیر ہدایت ہو۔

میں نے اس کتاب کو کن وسائل سے تحریر کیا

روم کے قدیمی حالات تمام مذاہب قوموں کے لئے باعث دل چسپی رہے ہیں۔ پڑانے قصوں اور مذہبی کتابوں کے بموجب طوفان نوح کے بعد انسان نے اسی ملک میں رب سے پہلے ظہور کیا ہے۔ باغ عدن میں داقہ تھا۔ بابل کا مینار جہاں توریت کے بموجب لوگوں کی زبانوں میں اختلاف پڑ گیا تھا۔ اسی سرزمین سے منسوب ہے۔ زمانہ قدیم کے دو قدیمی شہر بابلون اور نینوا جن کا نام باشندگان عالم کو کبھی فراموش نہ ہو گا۔ روم ہی میں ایک دریاے فوات اور دوسرا دریاے دجلہ پر داقہ تھا۔ اس حیرت انگیز ملک کو دیکھنے کے لئے حبشہ و دور دور کے لوگ آیا کرتے تھے۔ مگر باوجود اس قدر شوق اور سرگرمی کے وہاں کی قدیمی تاریخ کا کھوج نکالنے کے لئے ہمارے پاس کوئی معتبر ذریعہ نہ تھا۔ یوں تو یونان کے دو مشہور مورخین ہیروڈسٹس اور ہیروڈوٹس نے اس ملک میں پھر پھر کر وہاں کی پُرانی حکایات اور قصوں کو پوچھ پوچھ کر تحریر کیا تھا۔ مگر ان دونوں کے بیانات میں اختلافات تھے۔ کہ کسی ایک پر باور کرنا محال تھا۔ ہاں یورومینسٹا دھندھیر وڈوٹس کو معتبر تسلیم کرتے تھے۔

۳۲ء میں فرانس نے ایک عالم مسیحی بوٹا کو سفیر مقرر کر کے سروحد کو روانہ کیا۔ شرمصل کو پہنچنے پر بوٹا کو طرح طرح کے کھنڈرات کے ملاحظہ کرنے پر خیال آیا۔ کہ اگر گری ہوی عمارت کی زمین کو کھودا جاوے تو شاید وہاں سے پڑانے زمانے کے کوئی برتن وغیرہ دستیاب ہوں گے۔ مگر اس پکار سے فرانسس کو کیا معلوم تھا کہ یہ وسیع کھنڈرات واقعات قدیم کا خزانہ بن جاویں گے۔ جن سے تاریخ کی عمر

میں ہزاروں سال کا اضافہ ہو گیا سلطان صاحب نے اس معاملہ میں خوب مدد دی اور کھداتی سے عمارت قدیم کے کھوج لئے گئے۔ فرانس نے بھی وہاں علماء کو بھیجا۔ تاکہ چپے چپے پر غور کر کے ان قدیمی عمارتوں کے نشان معلوم کریں۔ وہاں سے ہزاروں طرح کی پرانی اینٹیں جن پر کچھ منقوش تھا۔ اور بے تعداد کتبے میسر آئے۔ جن سے قسطنطنیہ کا عجائب گھر اور یورپ کے اور نامی عجائب خانے پُر کئے گئے۔ ان کتبوں کی صرف پُرانے ہونے کی وجہ سے قدر کی جاتی تھی۔ مگر یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ ان پر کیا لکھا ہے۔ چونکہ اینٹیوں پر بے ڈھنگے نقش تھے۔ عالمان یورپ کو شک پڑا کہ شاید یہ لفظ ہی نہ ہوں۔ اور آخر کار گروٹفند نامی ایک عالم نے ان کتبوں کی زبان اور طرز تحریر کو پڑھنے کا راستہ نکالا۔ اس تحریر کی آسانی کو دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ کہ اس معمولی سی بات پر بڑے بڑے عالموں نے سالوں تک سر شیکے ہیں۔ ایران میں کھدائی کرنے سے بھی بہت سے کتبے وصول ہوئے ہیں۔ جن کے پڑھنے میں ایک انگریز مسٹر النسن نے پانچ ظاہر کی۔ مجھے اس کتاب میں حالات روم کے لئے تو مسٹر اوپیر ایک فرانسیسی اور فارس کے متعلق مسٹر النسن کی تصانیف سے مدد ملی ہے۔ اور سب سے زیادہ چارلس سمٹھ کا ممنون ہوں جس نے بار دیگر روم میں کھدائی کر کے بہت سے اور کتبے پائے ہیں۔ اور ان بے تعداد کتبوں کا ترجمہ زبان انگریزی میں کیا ہے الغرض اس قسم کی بہت سی طویل طویل کتابوں کو پڑھ کر جو ہر ایک مصنف کے سفر کے حالات اور نئے شواہد ضروری کتبوں سے پر ہیں۔ میں نے اس مختصر کتاب کے لئے مضمون جمع کیا ہے اور اسے سلسلہ وار تاریخ کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

اس کتاب کو تحریر کرنیکی وجوہات

میرا پیشہ سزاوارہ تھا کہ مذہب اور تہذیب پر ایک کتاب تحریر کروں۔ مگر مناسب ہے۔ پہلے تاریخ قدیم کے متعلق اہل وطن کے معلومات کو بڑایا جاوے تاکہ اس ضروری مضمون پر غور کرتے وقت ان کی نظر دوزخ نہ پھوٹ سکے۔ گو

مصر اور ہندوستان نے بھی زمانہ قدیم میں تہذیب میں بے مثال ترقی کی ہے مگر بوجہات چند ہیں اس کتاب کو ان ملکوں کے حالات لکھ کر طویل کرنا نہیں چاہتا مگر تہذیب نے زمانہ قدیم میں اس ملکوں پر بہت تھوڑا اثر کیا ہے کیونکہ ہندوستان کی طرح مصر حشیہ غیر ملکوں کی جنگ اور قوموں سے دو بار رہا ہے۔ اور مفتوح ملک کی تہذیب خواہ کتنی ہی اعلیٰ ہو نام آوری حاصل نہیں کر سکتی۔ اور فرینڈ برآں روم و شام کی اقوام نے جو زمانہ قدیم میں متواتر مصر پر حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔ جو جہانیں وائے کی تہذیب میں ضروری پائی ہیں۔ اختیار کی ہیں۔ اور چونکہ اس کتاب میں روم و ایران کی قدیمی تہذیب کا ذکر ہے۔ اسلئے مصر کو ان میں شامل سمجھنا چاہئے اب ہندوستان۔ ہندوستان کی تہذیب خواہ کیسی ہی حیرت انگیز ہو۔ مگر روم سے چار ہزار سال بعد ہے۔ اور باسیر بحث کرنے کے لئے ہماری کتابوں میں کافی سرمایہ ہے۔ ہر صورت روم کے قدیمی حالات کی نسبت معلومات حاصل کرنا ہر ایک فلاسفر کے لئے ضروری ہے۔ اور اگرچہ میں نے ہزاروں واقعات کو نظر انداز کیا ہے۔ تاہم قدیم زمانہ میں تہذیب اور مذہب کی رفتہ رفتہ ترقی کا کھوج لگانے کے لئے حالات کافی ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین اس تاریخ قدیم کے واقعات کو جو دل چاہی سے خالی نہیں خوب غور و فکر کی نظر سے دیکھیں گے۔

برگ ورتھان سبز در نظر ہوشیار
ہر درتے دفتریت معرفت کردگار

چند ضروری ریمارک

توریت میں ذکر ہے کہ فوج کے تین بیٹے تھے۔ نام۔ سام اور جعفر جنہوں نے طوفان کے بعد روم۔ مصر اور افریقہ کے دوسرے ملکوں میں سکونت اختیار کی۔ اور آجکل کے باشندگان رومے زمین اونہیں کی اولاد سے ہیں۔ پیشتر بھی تاریخ قدیم اس معاملہ میں مختصر تھی۔ کیونکہ ہر ایک قدیم قوم کے خط و خال اور طرز کلام پر قدر

مختلف تھے کہ ان کے ایک نسل سے ہوئے کہ تسلیم کرنا مشکل ہے۔ ہزاروں سال کی پرانی
تصاویر جواب ہمیں ملی ہیں۔ ان میں مختلف اقوام کے خط و خال کا مقابلہ کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام کے خط و خال میں آٹھ ہزار سال میں بھی کچھ فرق نہیں پڑا۔
پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ فوج کے تین بیڑوں کے خط و خال میں ایسا فرق ہو سکتا
ہو تو یہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب قوموں کے خط و خال زیادہ تبدیل ہوتے رہتے
ہیں۔ مثلاً ہندوستان اور یورپ کے باشندوں کے خط و خال میں بعض بعض
یسے تغیر و تبدل واقعہ ہوتے ہیں۔ کہ باپ بیٹے میں کوئی مشابہت نظر نہیں آتی۔
مگر غیر مذہب قوموں کے خط و خال میں سالہا سال تک کوئی فرق نہیں پڑتا چنانچہ
افریقہ اور اسٹریلیا کے حبشی سب ایک ہی سانچے میں ڈھلے نظر آتے ہیں۔ الفرض
یہ بالکل خلاف قیاس ہے۔ کہ غیر مذہب قوم کے خط و خال میں کوئی بڑا تغیر واقع ہو سکے
تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان نوح کے وقت کے لوگ ہم سے تہذیب میں
بدور جہاں تھے۔ پھر ہم کیونکر باور کر سکتے ہیں۔ کہ اس قلیل عرصہ میں ایک غیر مذہب
قوم کی اولاد میں ایسا بڑا فرق پڑ سکتا۔ جو آریا اور حبشیوں کے مقابلہ میں ظاہر
ہوتا ہے۔

اب دیکھئے کہ ہر ایک قدیم قوم جسے صفحہ ہستی پر قدم دھرے۔ اپنے ساتھ کوئی
خاص نام لیکر آئی ہے۔ ایرانی اور ہندوستانی کو مختلف ملکوں میں سکونت اختیار
کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں تھے۔ مگر اپنے تئیں ہمیشہ مثل آریہ
سے بتاتے تھے۔ اور اس خط و خال کے لوگ جہاں کہیں جا کر آباد ہوئے ہیں۔
ہمیشہ اپنے تئیں آریہ کہتے رہے ہیں۔ ان کا خط و خال اور طرز کلام میں دیگر سب
قوموں سے مختلف ہے۔ آریہ کے معنی زبان قدیم میں نیک ہیں۔ اب ہی نسل
منگول یا تورانی جو ساری نسلوں سے زیادہ پرانی ہے وہ ہمیشہ اپنے تئیں برہم
یا باربار کہا کرتے تھے۔ جس کے معنی زبان قدیم میں حکمران یا طاقت ور ہیں۔
آریہ لوگوں نے موجودہ زبان میں اسی لفظ کے معنوں کو لگا دیا ہے کیونکہ ان کی

زبان میں لفظ برب کے معنی وحشی ہیں۔ اب رہی اقوام یہود و عرب وغیرہ۔ قدامت کے لحاظ اس نسل کے لوگ تورانیوں سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ اس نسل کے لوگ قدیم سے اپنے تئیں سام بن نوح کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ ایسواٹے مورخین انہیں سامیت یا سمیت کے نام سے پکارتے ہیں۔ روے زمین کے مہذب باشندے صرف انہیں تین نسلوں میں سے ہیں۔ منگول۔ سمیت اور آریہ۔ ان اقوام کے خط و خال اور زبان بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایشیا میں جہاں انسان نے سب سے پہلے ظہور کیا ہے۔ اولاً قوم منگول جسے یورپین تورانی کہتے ہیں حکمران تھی۔ چہن اسکے قدیمی جاد و جلال کے نقش قدم ہے۔ بعد ازاں قوم سمیت نے روم و مصر میں ظہور کیا۔ تورتیت کے بموجب مصری نام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ مگر چونکہ قوم سمیت سے انہیں بہت مشابہت ہے اسلئے میں انہیں بھی قوم سمیت میں شامل کرتا ہوں) اور سب سے آخر آریہ نے ایران اور ہندوستان میں غلبہ کیا۔ پہلے جو ہماری معلومات بہت محدود تھیں۔ تمام مورخین کا خیال تھا کہ قوم سمیت نے سب سے پہلے تہذیب کی بنیاد ڈالی ہے۔ اب جو شہر بابلون کے کھودنے سے برہنہ ہوئے دستیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہماری معلومات کو بدرجہا زیادہ کر دیا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ جس تہذیب کے لئے ہم قوم سمیت کو اسقدر تفضیل دیتے تھے۔ وہ انہوں نے قوم منگول سے سیکھی ہے۔ بادشاہ مزدوجس کا نام زمانہ قدیم میں شہرہ آفاق تھا۔ قوم منگول سے تھا۔ اس کی تصویر جو کھنڈرات سے دستیاب ہوئی وہ بھی اس نتیجہ پر صاف کرتی ہے۔

مزدوج کا پہلا مسکن شہر سوزایا ایلام تھا جو ملک سوزانیہ کا دارالخلافہ تھا۔ یہ ملک ایران کے شمال و مغرب اور کوہ قاف کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ مزدوج نے وہاں سے آکر دریائے فرات کے اردگرد کی اقوام کو ماتحت بنا کر شہر بابلون کو تعمیر کیا۔ اور تہذیب کی اس قدیم زمانہ میں بنیاد ڈالی۔ مورخین حال

اس صدی کے آغاز میں نل سنگول کو کچھ فضیلت نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ ہماری تاریخ دانی کے بموجب اُن میں سے صرف مغلوں اور ترکوں ہی نے عروج حاصل کیا ہے اور انہوں نے تہذیب میں کوئی اعلیٰ درجہ کی قابلیت ظاہر نہیں کی۔ مگر آج یہ امر پایہ یقین کو پہنچ گیا ہے کہ جو تہذیب رفتہ رفتہ اس درجہ کو پہنچی ہے سب سے پہلے اُس کی بنا قوم سنگول ہی نے ڈالی ہے۔

اس بات کا پتہ ملنے سے علمائے یورپ نے چین کی کتب قدیم کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور بڑے حیرت اثر راز کھُل رہے ہیں۔ چین باد جو دیکھ ہزاروں سال اور نوگر کی ایشیائی اقوام سے بے تعلق رہا ہے۔ مگر وہاں کی قدیمی کتابوں میں طوفان کا قصہ موجود ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نے چین پر روم کی طرح ہلک اثر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ چینیوں کا بہت سا حصہ پہاڑوں پر چلا گیا تھا۔ اور بعد ازاں انہوں نے ایک نہایت طویل ہنر بنا کر زاید پانی کو نکالا۔ علم زمین شناسی کے بموجب یہ امر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ گذشتہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا ہو۔ اب آئندہ طوفان عظیم کی تیاری کے جو اسباب نظر آتے ہیں اُن سے انسان اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ کون کون سے ملک اس سے تباہ ہوں گے۔ بہر حال یہ طوفان جو ایشیا اور یورپ ہی میں محدود تھا۔ روم میں زیادہ خطرناک تھا۔ کیونکہ یورپ اور ایشیا کے درمیان کوئی ایسا سمندر نہ تھا۔ جسکے ذریعہ ایک بے تعدا درپانی شمال سے جنوب کی طرف بہ سکتا۔ مگر چین کی ایک طرف تو بحر الکاہل ہے اور ملک بلند پہاڑوں سے محصور ہے اس لئے وہاں طوفان اتنا ہلکا ثابت نہیں ہوا۔ گو ہمیں تا حال اس بات کا پتہ نہیں ملا۔ کہ ملک چین کب آباد ہوا ہے۔ اور طوفان سے پہلے وہاں کی کیا حالت تھی۔ مگر ان معلومات سے میدان تاریخ دانی بہت وسیع ہو گیا ہے اور اعلیٰ خیال کے لوگ غور و فکر سے جہت سی باتوں کا کھوج نکال سکیں گے۔ مزید براں ممکن ہے کہ مقام سودا میں کھدائی سے کوئی اور معلومات کی کان مل جاوے۔ کیونکہ ہنر و وہیں

علم زبان وانی بھی توریت کے اس مسئلہ کی تردید کرتا ہے۔ کہ موجودہ اقوام نوح کے تین بیٹوں کی اولاد ہیں۔ کیونکہ جو اقوام خط وخال کے لحاظ سے باہمی رشتہ نہایت کرتے ہیں۔ ان کی زبانیں بھی ایک ہی نسل سے ہیں توریت میں زبانوں کے اختلاف کی نسبت یوں لکھا ہے۔

باب گنس فصل ملاء (۲۲۴) قبل مسیح واقع ہوا) تمام دنیا میں ایک ہی زبان اور ایک ہی طرز کلام تھی۔ جب قومیں مشرق سے آئیں۔ اور انہوں نے سرزمین شنار میں ایک میدان پایا تو وہاں آباد ہوئے۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ آؤ۔ ہم ایک شہر اور ایک مینار تعمیر کریں۔ جس کا سرا آسمان تک پہنچے۔ اور مناسب ہے کہ ہم اپنے لئے نام مقرر کریں۔ مبادا کہ ہم تمام زمین میں منتشر ہو جاویں اور خدا نے او ترک مینار پر نظر کی جو انسان نے بنایا تھا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو یہ تمام لوگ ایک ہیں۔ اور ان کی ایک ہی زبان ہے۔ اب جو انہوں نے ایسے کام کرنے شروع کئے ہیں۔ جو کچھ ان کے دل میں خیال آئے گا اُس کے پورا کرنے میں کوئی چیز نہیں نہیں روکے گی۔ تو اب ہم ان کی زبانوں میں تفرقہ ڈالیں گے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کو نہ سمجھ سکیں۔ پس خدا نے انہیں منتشر کر دیا۔ اور وہ تمام زمین پر پھیلے۔ اور انہوں نے شہر کا تعمیر کرنا چھوڑ دیا۔ اس لئے اُس کا نام بابل ہے کہ خدا نے وہاں تمام دنیا کی زبانیں مختلف کر دیں۔ اور وہاں سے خدا نے انہیں تمام روئے زمین پر منتشر کر دیا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ طوفان کے بعد کے لوگ سخت خائف تھے۔ اور وہ اس فکر میں تھے کہ آئندہ کے لئے طوفان سے بچنے کے لئے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنائیں۔ اور اگرچہ خدا نے ان سے طوفان نہ آنے کا وعدہ بھی کیا مگر وہ باز نہ آئے تب انہیں اختلاف زبان کی سزا دی گئی۔ توریت کی یہ دلیل بھی خلاف قیاس ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسی باتوں کا اعلان لوگوں کو اُس بیہودہ خیال

سے باز آنے کے لئے مفید ثابت ہوا ہوگا۔ مگر زبانوں کا اختلاف اقوام کے مختلف نسل سے ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جس قوم پر ہم نظر کرتے ہیں۔ زبان اور خط و خال کا تناسب پہلو بہ پہلو نظر آتا ہے۔ گو مختلف سنون کے مخلوط ہونے سے موجودہ زبانیں زیادہ مشابہ نظر آتی ہیں۔ مگر پھر بھی کیا زبان ہمارے حال اور کیا قدیم ہم مقابلہ سے ہر نسل کی اقوام کی علیحدہ علیحدہ فہرست بنا سکتے ہیں زبانوں کا تفرق ایک آدھ گھڑی کا کام نہیں تھا۔ جیسا کہ آجکل زبانیں متغیر ہوتی نظر آتی ہیں۔ ویسا ہی ہزار سال کے عرصہ میں زبانوں میں فرق پڑے ہیں۔ اور اس کا باعث ہمیشہ نقل مکان ہوتا ہے۔ امریکہ میں بھی انگریزی بولتے ہیں مگر ہر سال انگلستان اور وٹاں کی زبان میں فرق پڑ رہا ہے۔ قوم سامن جو جرمنی سے جا کر انگلستان میں آباد ہوئی ہے۔ تو آج انگریزی اور جرمن میں کتنا فرق نظر آتا ہے۔ مگر قدیم زمانہ کی انگریزی جرمن سے زیادہ مشابہ ہے۔ نقل مکان سے گو زبان تبدیل ہو جاتی ہے۔ مگر اس کی اصل چھپ نہیں سکتی۔ اگر موجودہ باشندگان روم سے زمین نوح کے تین بیٹوں کی نسل سے ہوتے۔ تو اولاً ان کے خط و خال۔ دوم ان کی زبانوں کو آپس میں رشتہ و تعلق ہوتا۔ جیسا کہ ناظرین ملاحظہ فرمادیں گے۔ میں نے اس کتاب میں روم کی قدیم زبانوں کی مشابہت پر مثالیں بھی تحریر کی ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ زبان اور نسل کو ایک خاص تعلق ہے۔ ظاہری مشابہت تو انقلابات زمانہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ مثلاً افریقہ کے بہت سے حبشی انگریزی بولنے لگے ہیں۔ کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ حبشی انگریزوں کی نسل سے ہیں۔ یا انگریز حبشیوں کی نسل سے ہیں۔ فارسی اور اردو میں سیکڑوں عربی کے مفظہ روزمرہ استعمال میں ہیں۔ مگر یہ تعلق قدیمی نہیں۔ چونکہ مذہب اسلام نے ان ملکوں کی اقوام میں تہذیب کو ازسرنو روشن کیا ہے۔ اسلئے زبان عربی کے الفاظ ان اقوام نے اختیار کئے ہیں۔ ایک ہی نسل کی زبان کا مختلف ہو جانا اولاً تو ممکن نہیں۔ مگر بعض محال اگر ہو بھی تو اسے نہایت

طول طویل وقت چاہئے۔ اور ہم اندازہ لگا کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ طوفان نوح سے لیکر
ہمارے تاریخی زمانہ تک ایسے انقلاب کا واقعہ ہونا کسی صورت میں ممکن نہیں۔
میں مجبوراً آپس میں نتیجہ نکالنا پڑتا ہے۔ کہ نوح کے وقت میں جو لوگ طوفان کے
ہلاک نتائج سے بچ گئے تھے۔ وہ مختلف سون سے ہوں گے۔ اُن کی زبانیں
بھی مختلف ہوں گی۔ کیونکہ گیارہ ہزار سال میں نہ تو زبان اور نہ خط و خال اس قدر
بندیل ہو سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ جو صرف ہم غور و فکر ہی سے نکالتے ہیں۔ اُن
کبتوں سے جو مزدو کے زمانہ کے ہیں ثابت ہو گیا ہے۔ مزدو کے کبتوں میں
نوح کی مفصل برکھایت ہے۔ اب اگر وہ لوگ جو نوح کے زمانہ میں طوفان سے
بچ رہے ہیں۔ مختلف قوم کے تھے یا اُن کے بیٹے نہیں تھے۔ تو اُن کی زبانوں
میں ایسا تیز واقعہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آدم کے وقت سے لے کر
نوح کے وقت تک ایک لمبا چوڑا عرصہ چاہئے۔ کیونکہ آدم کی اولاد جو اُس
وقت تک ایک ہی ملک میں آباد تھی۔ مختلف زبانیں کیونکر بولتی۔ اور خصوصاً
جو جہاد کے ذریعہ سے بچ سکے ہیں وہ تو ایک ہی شہریا گاؤں کے رہنے والے ہونگے
الغرض انسان کے رو سے زمین پر نمودار ہوئے کا ہم جو اندازہ لگاتے ہیں وہ اصل
مقدار کا عشر عشر بھی نہیں۔ یہ نتائج گونا گوں ہر اکنتے ہی بے حقیقت معلوم ہوں۔
مگر جوں جوں ابتداء کی نسبت ہماری واقفیت بڑھے گی۔ انتہا کا بھی کسی قدر
اندازہ لگا سکیں گے۔

بحث کرنے کا یہ طریقہ گویا دل چپ نہیں مگر صداقت پر مبنی ہے۔ گو
بچ تو ہمیں کبھی معلوم ہو یا نہ۔ مگر جہاں تک ہو سکے اس کے قریب پہنچنے کی
کوشش کرنی چاہئے۔ منطق سے انسان اوسے چیز کو غلط یا درست ثابت کر سکتا
ہے۔ اس لئے جو بیان حقیقت کو چاہئے۔ کہ خیالات کی بنا ہمیشہ واقعات پر ڈلے۔
افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے علما تا حال علم منطق کے قول دادہ ہیں۔ اور
بجائے واقعات پر نظر کر کے نتائج نکالنے کے نتائج کو ثابت کرنے کے لئے دلائل

تلاش کرتے ہیں۔ اسے برادران قوم آپ کو بوجہ فلسفہ کے دنیا کی تمام قوموں پر شرف حاصل ہے اپنے سعادت کو بڑھاؤ۔ اور غور کرے وقت ہمیشہ اپنے دل کو طرقداری کو صاف رکھو۔ بوجہ ہماری کم فہمی کے اس دنیا کی حقیقت کو جاننا اب بھی ناممکن ہے۔ اگر آپ اور بھی پیچیدگی ہم نے زیادہ کی تو اس قلیل عرصہ میں جو ہمیں غور و فکر کے لئے حاصل ہے۔ ہم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

باب اول

قوم خالین

ہمارے موجودہ تاریخی معلومات کے بموجب جو ملک سب سے پہلے تہذیب کی روشنی سے منور ہوا ہے۔ خلیج فارس اور ایشیائے کوچک کے درمیان واقع تھا۔ ایک طرف کردستان کے بلند پہاڑ اس ملک کی حد بندی کرتے تھے۔ اور دوسری جانب صحراے عرب اس ملک کی وسعت میں نخل تھا۔ مورخین یہود اس خطے بے بدل کو ارم نہین (دو دریاؤں کا ارم) یونانی اور رومن سو پویمیا (دواب) اور عرب الجزیرہ کہتے ہیں۔ اور یہ نام دریاے دجلہ اور فرات کی بدولت ہیں۔ اور حقیقت میں اس ملک کی ساری زراعت اور سرسبز ہی انہی دریاؤں پر منحصر ہے۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں خدا جانے تب سے لے کر آج تک گردش روزگار نے اس ملک کی حد و کوکھ قدر تبدیل کر دیا ہے۔ خلیج فارس جو اس ملک کے جنوب میں واقع ہے۔ ایک زمانہ میں نہایت وسیع تھی۔ مگر رفتہ رفتہ دریا شمال سے لالا کر اس خلیج میں مٹی بھرتے رہے۔ سو اگر تاریخی دلائل سے اسکی وسعت پر بحث کی جائے تو فرق بہت بڑا نظر آتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دریاؤں کے دھانے پر ہر سال میں ایک میل کا فرق پڑتا ہے۔ یعنی دریا کی مٹی زمانہ پر جمع ہو ہو کر ساحل کی وسعت کو بڑھاتی رہتی ہے۔ اس حساب سے قوم خالین کے زوال کے وقت سے آج تک جسے چار ہزار کے قریب عرصہ گزرا ہے۔ اس ملک کی زمین کم سے کم تیس ہزار

سبع میل بڑھ چکی ہے۔

خالدین کے بساے ہوئے چار شہر جو سرزمین شہنشاہ میں واقع تھے۔ بابل۔
ارخ۔ اکاد اور کیلینہ ہیں۔ اور مورخین قدیم ان شہروں کے شوق دیدار میں ملک
ملک کی خاک چھاتے پھرے ہیں۔ اور (دیاخور) حرک۔ نینور۔ لارس
(یالارنج) کے سوا اور بھی بہت سے شہر اس قوم نے آباد کئے تھے۔ مگر جو اختصاص ہیں
نظر انداز کیا جاتا ہے۔

شہر اور کو ایک زمانہ میں اس ملک دارالخلافہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ مگر بعد
ازاں نینور اور آخر کار شہر بابل بادشاہ کامسکن قرار پایا۔ اور دیارے نوات کے دامن
پر تھا۔ اسلئے بحری تجارت کے بدولت اس شہر کی شہرت ہمیشہ بحال رہی۔
دیس سمندر کے متصل ہونے سے ممکن ہے۔ کہ خالدین کی تجارت صرف اپنے ہی
ملک میں محدود نہ ہوگی۔ اور ان کے جہاز مصر اور ہند اور سنگدیب کو بھی جاتے
ہوں گے۔ بابلون اعظم جسے عرب بابل کہتے ہیں۔ دیارے نوات کے مشرقی
کنارے پر آباد تھا۔ یہ شہر گو ہمیشہ شہرہ آفاق تھا۔ مگر سال سال کی گمنامی کے
بعد آجکل پھر پیشہ ہمارے تاریخی معلومات کا مرکز بن رہا ہے۔ اور اس کا نام پھر
زبان ذو خلافت ہو رہا ہے۔ علمائے حال دور دور سے اس شہر کے کھنڈرات کو
ملاحظہ کرنے جاتے ہیں۔ اور تاریخ قدیم کے شوقین لاکھوں روپیہ اس غرض سے
صرف کر رہے ہیں۔ کہ اس سرزمین کے چپے چپے کو کھودا جائے۔ اور جو کچھ
وہاں سے برآمد ہوتے ہیں۔ ان کو نہایت غور و فکر سے پڑھا جاتا ہے۔

قوم خالدین کی اصل

توریت میں لکھا ہے کہ طوفان نوح کے بعد بنی نوع انسان اُس میدان
میں جو جلد اور فرات کے دامنوں کے متصل ہے آباد ہوئی ہے۔ اکثر مورخین قدیم
نے ابتدائی واقعات کو ہیروپوں سے نقل کیا ہے اسلئے قدرتنا وہ بھی توریت

سے بہت سی باتوں میں متفق ہیں۔ یعنی تمام لوگ ایک ہی زبان بولتے تھے۔ اور ایک ہی فرقہ کے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہودی ابتدا ہی سے تجارت پیشہ تھے۔ اور انہیں ہمیشہ درست واقعات کے لکھنے کی عادت تھی۔ مگر اُن کی تاریخ ذاتی پندرہ سو سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے اُس زمانہ سے اُن کے واقعات کا صحیح ہونا سب مانتے ہیں۔ مگر اُس سے پہلے کے جو حالات وہ تحریر کرتے ہیں۔ وہ یا تو اوروں سے نقل کئے ہیں۔ اور یا اُنہیں سنائے قصوں کو فراہم کر کے اُن کی من گھڑت ترتیب بناتی ہے۔ تجارت پیشہ لوگ ہمیشہ قوت خیال میں کمزور پائے جاتے ہیں۔ چونکہ اُن کا حافظہ اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں جو کچھ بتا دیا ورکھتے ہیں۔ یا نہایت صحت سے لکھ چھوڑتے ہیں۔ مگر یہی واقعات پر غور کرتے وقت وہ کبھی درست اندازہ لگا نہیں سکتے۔ اس لئے موسیٰ کے وقت سے پہلے کے واقعات جو یہودیوں نے تحریر کئے ہیں۔ اُن میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ عام خیال کے بموجب وہ لوگ جنہوں نے تہذیب کی ملک خالیدی میں بنا ڈالی ہے۔ آرم یا قوم سمیت سے تھے۔ وہ لوگ اپنے تئیں ارمین اور یونانی انہیں اسپرین کہتے تھے۔ بقول مینور (Ménor) اراسن اور سیرین اُن فرقوں کا نام ہے۔ جو جلد اور فرات کے ارد گرد اور ارض فلسطین میں آباد تھے۔ مگر آج کل یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ یہ لوگ قوم اکاد سے تھے۔ جو نسل توراتی یا سنگول سے منسوب ہیں۔ قدیم ترین کتبوں کی زبان توراتی وضع کی ہے۔ مگر یہودی اس امر پر بہت زور دیتے ہیں۔ کہ اُن کی زبان عبرانی سے مشابہ تھی۔ مگر ہم اس مشابہت کو معتبر نہیں سمجھتے۔ کیونکہ سلطنت خالیدی کی بنائے گئے کربادشاہ بنوچہنزر کے وقت تک زبان میں بہت سے تغیر واقع ہوئے ہیں جن کی آئندہ تفصیل کی جاوے گی۔

وہ وسیع سلطنت جس کی بادشاہ مزور نے بنا ڈالی ہے کش کے نام سے مشہور تھی۔ مگر مشہور و معروف مورخ ہیردوسس اس سلطنت کے اُس حصہ کو جو

روم میں واقع تھا خالدی کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اور وہاں کے باشندوں کو خالدین کہتا ہے۔ اب بھی بعض مقامات مزدو کی وسیع سلطنت کا نشان دیتے ہیں۔ کچھ جوہندوستان کے مغربی ساحل پر ایک جزیرہ منا کا نام ہے۔ لفظ کش سے لیا گیا ہے۔ جو مزدو کی سب سلطنت کا نام تھا۔ مزدو کا اصلی نام بلوس تھا۔ چنانچہ مورخین یونان اور آرمین اُسے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ صرف یہودیوں نے اُس کا نام مزدو لکھا ہے۔ قوم بلوچ کا اصلی نام قوم بلوس تھا۔ یعنی بلوس (مزدو) کی قوم۔ ملک بلوچستان کا اصلی نام مزدو کے وقت سے ہے۔ مگر اُس وقت اسی صرف بلوس کہتے تھے جو بگڑ کر بلوچ ہو گیا۔ اور بعد ازاں فارسیوں کے عہد حکومت میں اس ملک کا نام بلوچستان ہو گیا۔ کیونکہ لفظ ستان کے معنی فارسی میں جگہ یا مقام کے ہیں۔ مثلاً ہندوستان وغیرہ انفرض قوم منگول ایک زمانہ میں تمام ایشیا پر حکمران تھی۔ مغربی سلطنت ایشیا کو چک سے لے کر سندھ تک پھیلتی تھی۔ اور مشرقی حصہ ایشیا میں چین اور ہندوستان میں اسی قوم کی آبادی تھی۔ توریت میں لکھا ہے۔ کہ نام بن نوح کے چار بیٹے تھے۔ کش۔ زرائم۔ توت اور کنعان۔ کش کا بیٹا مزدو تھا۔ جسکی پہلی سلطنت بابل۔ آرخ۔ اکاد اور کالینہ سرزمین پشمار میں تھی۔ اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی قدیمی واقعات پر غور کرنے میں کتنے کوتاہ اندیش تھے۔ رومی۔ مصری ملک سو مانی کے رہنے والے۔ اور کنعانی ایک نسل سے تھے۔ یہاں تک تو یہودی درست ہیں۔ کیونکہ ان کو نام کی اولاد بتاتے ہیں۔ مگر جب مزدو ارد گرد کی اقوام کو فتح کر کے سلطنت کش کا مالک ہو گیا۔ تو یہودی اُسے خواہ مخواہ کش کا بیٹا بتاتے ہیں۔ مزدو کے کتبوں میں اُس کی لڑائیوں کا برابر ذکر ہے مزدو نے سلطنت کو حق سے نہیں بلکہ بزور تیغ فتح کیا ہے۔ چونکہ مزدو کی۔ عابا مختلف سنوں سے تھی۔ اسلئے جو زبان با بعد میں ملک خالدی میں رائج ہو گئی تھی اور کچھ اختلاف تھی۔ اور اس بابت پر تو یہودی بھی متفق ہیں کہ خالدی بادشاہ اپنی رعایا کو کپرت

اربات کہتے تھے جس کے معنی چار زبانیں ہیں۔ ابراہیم کے وقت میں بھی چار بادشاہوں کا اتحاد چار قوموں کا وجود ثابت کر دیا ہے۔ یہودی اُس زمانہ کے پہلے کے لوگوں کو اربعہ لسان کہتے ہیں۔ ملک خالدي کی چار قومیں۔ کشت۔ قرآنی۔ سمیت اور آریہ تھیں۔ ملک خالدي میں کھجور کی کاشت کاری عام تھی۔ ہکیو فراستس (ارسطو کا شاگرد) لکھتا ہے۔ گد غلہ گندم کی بابلون میں فصل ہیں۔ زراعت کی کثرت کو جاری رکھنے کے لئے انج موبیشی کو کھلا دیتے ہیں۔ اور کھاؤ کے استعمال سے زمین کی پیداوار کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں۔ اس ملک کا زرخیز اور شاداب ہونا۔ اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شاہان فارس اس ملک کو فتح کرنے کے لئے ہمیشہ لڑتے رہے ہیں۔ قوم خالدي کے زوال کے بعد جب یہ ملک فارسیوں نے فتح کر لیا۔ تو وہاں کا خراج جو اڑھائی لاکھ سے اوپر تھا سلطنت فارس جو ہند سے مصر تک پھیلتی تھی۔ اُس کی کل آمدنی کا تیسرا حصہ تھا۔ اس ملک کا شاداب ہونا ہر طرح سے ثابت ہوتا ہے۔ فسط ماسو کے نام سے ایک کتاب جو زمانہ حال کی تصنیف ہے اس ملک کی نسبت یہ راے دیتی ہے۔ "زمین نہایت سرسبز ہے۔ چاول۔ کھجور دیگر اقسام غلہ کی کثرت ہے مگر باشندگان زراعت میں کوشش نہیں کرتے۔ یونانی کہتے ہیں کہ شہر بابل کے باشندے کھجور کو روٹی۔ شراب۔ سرکہ اور شہد کے بجائے استعمال کرتے تھے۔ جب عرب لوگوں نے اس ملک کو فتح کیا ہے۔ وہ اسی چاروں نیاوی ہشتوں میں شامل کرتے تھے۔ اُس قدیم زمانہ میں اس سرزمین میں شیر۔ چیتا۔ گلہ پتھر۔ جنگل میں بھیڑیا۔ سانڈ۔ سور اور کئی درندے پائے جاتے تھے اور ہر طرح کے پرند بھی وہاں موجود تھے ۛ

قوم خالدين کی زبان اور طرز تحریر

اس امر کا ذکر پیش کیا گیا ہے کہ اس ملک کے بادشاہوں کا کپرات ارباب اپنے

چار مختلف زبانیں بولنے والی قوم پر راج تھا۔ گو ہم اُن چار زبانوں کا پورا پورا کھوج لگا نہیں سکتے۔ تاہم کبتوں کے ذریعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپس میں بالکل مختلف تھیں۔ اگر اُس زمانہ کی زبان کو ہم مخلوط کر دیں۔ تو بہت مجموعی اسکے الفاظ موجودہ چار قوموں کی زبانوں سے مشابہ ہیں۔ یعنی تورانی۔ ہیت (اولاد ہام)۔ ہیت اور آریہ۔ اس زبان قدیم کے بعض الفاظ عرب۔ ابی سینا اور مصر کی زبانوں سے متعلق ہیں۔ اور بعض باتوں میں اسے ترکی اور ملاک ہنگری کی زبان سے مشابہت ہے۔ مندرجہ ذیل فہرست سے ناظرین قدیم زبان کے مختلف تعلقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس لفظ کی کس زبان سے مشابہت ہو	معنی	الفاظ زبان قدیم
تنگری (زبان ترکی)	خدا	دیگر
آتما (ترکی اور ابی سینا کی زبان)	باپ	آتما
اسا (ابی سینا کی زبان)	بھائی	سس
ثورخان (تاتاری۔ تورانی)	بیٹا۔ جوان	تور
(عربی)	دیرپا۔ نر	آر
کاپو (زبان ہنگری) (باشنگان ہنگری نسل منگول سے ہیں۔ بنیاد اس قوم کا بانی نرو کی نسل میں سے تھا۔	دروازہ	کا

سن (انگریزی)	سوچ	سان
سیم (زبان ہنگری)	آنکھ	سی
اگر یا (ابی سینا)	بعد	ایگر

چونکہ مجھے طوالت منظور نہیں۔ اسلئے اس قوم کی زبان پر میں زیادہ بحث نہیں کرتا۔ یہ امر صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ قوم خالدين کی زبان کی مشابہت نسل منگول سے زیادہ ہے۔ اور بہت مجموعی یہ آجکل کی تین مشہور و معروف

قوموں کی زبانوں سے تشابہ ہے۔ منگول۔ سمیت اور آریہ قوموں کے خط و خال کا فرق بھی اُس زمانہ کی تصاویر سے ظاہر ہوتا ہے۔ خصوصاً مرفود کے خط و خال تو بالکل تو رانی ہیں۔

قوم خالین جو ہمارے معلومات کے بموجب لکھنے کے طریق کے موجب ہیں حروف سے نہیں لکھتے تھے۔ بلکہ ہر ایک نام یا اسم کے لئے ایک چھوٹی سی تصویر یا علامت بناتے تھے۔ مثلاً

خدا کو یوں لکھتے تھے * اسکی وجہ یہ ہے کہ خالین ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ اس کی اور دلیل یہ ہے کہ شہر اور جو ملک خالین میں نہایت مشہور تھا۔ وہ اس قوم کے ستاروں کی پرستش کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ زبان خالدی میں لفظ اور کے معنی ستارہ ہیں۔

ناتھ کو یوں لکھتے تھے ≡ جوں جوں اس قوم کا طرز تحریر تبدیل ہوتا گیا۔ اس لفظ کی مشابہت دست انسانی سے بڑھتی گئی۔

□ = گھر۔ اگر لفظ گھر کا لکھنا منظور ہوتا۔ تو ایک مربع سا بنا دیتے تھے

◇ = سورج علیٰ ہذا القیاس

قوم خالین کے پہلے مذہب فرقہ کا نام اکا د تھا۔ اکا دو قوم منگول سے ہیں۔ اور شہر اکا د اسی کا ہمنام ہے۔ انہوں نے اس ملک میں سکونت اختیار کرتے ہی زراعت میں ترقی کرنی شروع کر دی۔ اور چونکہ پرستش کا خیال انہیں بہت تھا۔ اسلئے جا بجا مندر تعمیر کرنے لگے۔ مگر اُس زمانہ میں سوائے کچی اینٹوں کے انہیں اور کچھ نہ سوجھا۔ اور حقیقت میں اگر کچی اینٹوں کو کافی عرصہ تک دھوپ میں رکھیں۔ تو بہت مضبوط اور کارآمد ہو جاتی ہیں۔ اُس زمانہ کے مندروں کے گھنڈا بنک میچھ سکتے ہیں۔ مڑوں کے دفن کرنے کے لئے انہوں نے کچی طرح کے برتن بنائے۔ بعض مرتبان کی طرح کے تھے۔ اور بعض متطیل شکل کے بنا جاتے تھے۔

وہ علوم جن میں خالین نے بہت ترقی کی ہے۔ نجوم اور ریاضی میں سمپلس

ایک یونانی مورخ لکھتا ہے۔ کہ جو وقت سکندر اعظم شربا بل کو آیا ہے۔ کماستفس
اُسکے ہمراہ تھا۔ اُس نے وہاں سے بہت سے چُرانے کتبے متعلق نجوم جمع کر کے
ارسطو کی طرف روانہ کئے۔ جن میں سے اکثر ۱۹۰۳ سال قبل از وقت سکندر لکھے
گئے تھے۔ ان کبتوں کی یونان میں بہت بڑی قدر کی گئی۔ آپنی گنس بیان کرتا ہے
کہ یہ تحریرات پختہ مٹی کی اینٹوں پر کندہ تھیں۔ اور خالدین جو اکثر سمندر میں سفر
کرتے تھے۔ تو یہ حرف علم نجوم کے طعیل تھا۔ کہ ستاروں کے حساب سے منزل
مقصود پر پہنچ سکتے تھے۔

یہودی خالدین کی جہاز رانی کا ذکر کرتے ہیں۔ مزید براں جو کتبے وہاں
سے زمین کھودنے سے ملے ہیں۔ اُن میں بھی جہازوں کا ذکر ہے۔ یعنی اُور (اورالٹا)
قدیم) سے جہاز خلیج فارس کے راستہ جایا کرتے تھے۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔
کہ خالدین سونا بھی بکثرت استعمال کرتے تھے۔ اور چونکہ سوا سے ہندوستان اور
افریقہ اور کمبیں انہیں مل نہیں سکتا تھا اسلئے انہیں سیاحی کی بھی رغبت معلوم
ہوتی ہے۔

چونکہ علم نجوم ریاضی کے بغیر نامکن ہے۔ اسلئے اُنہوں نے علم ریاضی میں بھی
بہت ترقی کی ہوگی۔ بیرو سس لکھتا ہے کہ اُن کے اعداد شمار بھی اُنکی قابلیت
ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ جذر و غیرہ سے اُنہیں اکثر کام پڑتا تھا۔ اسلئے ان کے اعداد
اس طریق پر تھے۔ سوس (۶۰)۔ نز (۶۰۰)۔ سار (۳۶۰۰) علی ہذا القیاس
چلیدین یا قوم خالدین کے اعداد و شمار

۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲
۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲	۲۲	۲	۳	۲	۱	
۲۲۲	۲۲	۲	۶	۵	۴				
۹	۸	۷							

چلہ بین کا لباس قریباً وہی تھا جو آج کل عرب میں رائج ہے اور ہندوستان کے بھی بعض حصوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر اس زمانہ میں نہ تو چوٹی اور نہ پگڑی استعمال تھی۔ پگڑی کے بجائے عام اونٹ کے بال سر پر باندھتے تھے۔ اور امر ایک عجیب طرح کی ٹوپی پہنتے تھے۔ جس میں دو سنگ لگے ہوئے تھے۔ لباس میں سلائی بہت کم کی جاتی تھی۔ اسلئے ایک بازو کو ننگا رکھنا پڑتا تھا۔ عورتیں زیور کی بہت شائق تھیں۔ جو عموماً نوے اور روئیس سے بنایا جاتا تھا۔ اور ہندوستان کے بعض زیورات سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ کھنڈرات کے کھودنے سے بہت سی رتوں کی ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں۔ جو زیور سمیت دفن کی گئی تھیں۔ بعض بعض مردوں کے ساتھ سونے کی تسبیحیں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ مردوں کے ساتھ خوراک بھی قبر میں رکھتے تھے۔ چنانچہ بعض ہڈیوں کے ساتھ کھجوریں اور مچھلیوں اور مرغوں کی ہڈیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

مذہب خالین

قوم خالین بت پرست تھے۔ قدرت کی مختلف طاقتوں کے لئے علحدہ علحدہ بت مقرر تھے۔ بادشاہ سے لے کر فقیر تک سب بتوں کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ مشہور ترین بتوں کی تعداد پندرہ یا سولہ سے زیادہ نہیں۔ مگر یوں تو ہر ایک گاؤں کے لئے علحدہ علحدہ بت مقرر تھا۔ جسکے سامنے ہشت نگان دید کی حفاظت جان و مال کے لئے دعا کی جاتی تھی۔ بتوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب قدیم نجوم پر مبنی تھا۔ آسمان۔ سورج۔ چاند اور پانچ ستاروں کے واسطے مختلف بت تراش کئے ہوئے تھے۔ اور شاہ بت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یونانیوں نے بت پرستی خالین سے سیکھی تھی۔

خالین نے بتوں کو یوں تعظیم کیا ہوا تھا۔ کہ ہر ایک بت کے واسطے ایک خدا مقرر تھا۔ را کو سب سے اعلیٰ درجہ کا خدا کہتے تھے۔ اور اس کے لئے ایک

بت بنایا ہوا تھا۔ جب قوم سمیت اس ملک میں غالب ہوئی تو انہوں نے اس کا نام آل قرار دیا۔ سوائے اعلیٰ خدا کے خالین ایک تثلیث کے بھی قائل تھے۔ جس میں آتما۔ بلوس (مردود) اور حیا شامل تھے۔ مگر ان تثلیث کے تین خداؤں کے لئے ایک۔ ایک بی بی بھی مقرر تھی۔ آتما کے لئے آتما۔ بلوس کے لئے بلتیس۔ اور حیا کی بی بی وادکنیا تھی۔ اس تثلیث سے دوم درجہ پر ایک اور تثلیث تھی۔ اول سین باہرگی (چاند کا خدا) دوم ساں یا سانس (سورج کا خدا) سوم ہنو (مینی ہوا کا خدا) اس تثلیث کے خدا بھی بی بیوں کے بغیر نہ تھے۔ ہنو کی بی بی گانا مقرر تھی۔ ساں کا بیباہ گود سے ہو چکا تھا۔ ان سے کمتر درجہ کے پانچ اور خدا تھے۔ جو پانچ مشہور ستاروں یعنی زحل۔ مشتری۔ زہرہ۔ مریخ وغیرہ کے لئے مقرر تھے۔ مناسب ہے کہ چند بتوں کی تشریح کی جاوے۔ تاکہ ناظرین کو عقل انسانی کے مختلف درجے معلوم ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ یہ تذکرہ دل چسپ سے بھی خالی نہ ہوگا۔

ال یارا

اس خدا کو خالین سب سے اعلیٰ درجہ کا مانتے تھے۔ لفظ ال کے معنی صرف خدا ہیں۔ عبرانی کا لفظ الوہیم اور عربی لفظ اللہ اسی سے لئے گئے ہیں۔ بابل جو ملک خالین کا دار الخلافہ ہے۔ زمانہ قدیم میں اس کا نام کتا تھا۔ زبان خالینی میں کتا کے معنی دروازہ اور آ کے معنی خدا ہیں۔ یعنی خدا کا دروازہ۔ جب قوم سمیت نے اس شہر پر غلبہ حاصل کیا تو انہوں نے اس شہر کا نام تبدیل کر کے بابل کہنا شروع کیا۔ لفظ بابل بمعنی خالینی لفظ کتا کا ترجمہ ہے۔ قوم سمیت کی زبان میں باب کے معنی دروازہ اور ال کے معنی خدا ہیں۔ یعنی خدا کا دروازہ۔ قدیمی خالین تصور کرتے تھے کہ ان کے دو خدا۔ بیل اور آتما۔ ال کے بیٹے ہیں۔ اور اس طرح ایک اور تثلیث قائم کرتے تھے عیساہوں کی تثلیث کو اس سے بہت ہی مشابہت ہے۔

یہ خدا ال سے دوم درجہ پر ہے۔ مگر تثلیث میں اس کا درجہ اول ہے۔ خالین
اسے زمین اور پہاڑوں کا مالک اور جن و دیو کا سردار سمجھتے تھے۔ اس کی پرستش
ارخ (ایک شہر) میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور طول و طویل عرصہ تک
اس کی پرستش جاری رہی۔ حتیٰ کہ ۱۸۳۰ قبل مسیح شمس ول غنت اسم و اگون
ایک خالین بادشاہ نے آنا کی تعظیم کے لئے شہر آشور میں ایک مندر تعمیر کیا۔

آہو

آئو تثلیث اول کا دوسرا خدا ہے۔ مشہور و معروف بادشاہ مزدک نام اسی سے
لیا گیا ہے۔ کیونکہ مزدک اصل میں افاد و دتھا۔ اور قدیم زمانہ میں اس بہت کا نام
بھی افارزد دتھا جس کے معنی ضیاء الشمس ہیں۔

جیا

حیا تثلیث اول کا آخری خدا ہے۔ اس کی تعریفوں اور بیانات سے ثابت
ہوتا ہے۔ کہ توریث کا شیطان اسی سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں شیطان کو سانپ
گروانا ہے۔ اور علاوہ تعریفات کے حیا کے معنی زندگی اور سانپ ہیں۔ اور
مزید برآں ہمیشہ بت بناتے وقت اس خدا کو سانپ سے منسوب کرتے تھے۔ کہیں
سانپ کی تصویر بنا کر اُسے خدا کا قایم مقام گروا سنتے تھے۔ اور اُسے معلم الخلق
مانتے تھے۔

پیدائش کا قصہ

قوم خالین کی حکایات متعلقہ پیدائش جو کہتوں کے ذریعہ سے ملی ہیں۔
ہنایت حیرت انگیز ہیں۔ مزید برآں بیروسس کی کتب سے بھی پایا جاتا ہے کہ
توریث میں جو کہانی پیدائش کا ذکر کرتی ہے۔ خالین سے نقل کی گئی ہے گو ان
دو نو حکایات میں کسی قدر تفرق ہے مگر یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم کوئی قصہ کسی
اور قوم سے نقل کرتی ہے۔ تو اس میں ضرور کچھ نہ کچھ تغیر و اقربہ جاتا ہے قوم خالین

کی کہانی حسب ذیل ہے۔

ابتداء میں ہر جگہ اندھیرا اور پانی تھا۔ اور اس میں چلنے پھرنے والا اور عجیب عجیب وضع کے حیوانات رہتے تھے۔ بعض آدمیوں کے دو۔ اور بعض کے چار سر تھے۔ اور سر بھی کئی آدمیوں کے دو تھے۔ جن میں سے ایک تو عورت اور دوسرا مردوں کی طرح تھا۔ کئی لوگوں کے سر اسی طرح کے بکریوں کی طرح تھے۔ اور ان کے پاؤں گھوڑوں کی طرح تھے۔ بعض حیوانات کا بالائی حصہ جسم انسان اور باقی گھوڑوں سے مشابہت رکھتا تھا۔ بعض بیلوں کے سر بھی انسان کی طرح تھے۔ کتوں کے جسم چار تھے۔ اور دم پھیلیوں کے سے تھے۔ اکثر لوگوں اور گھوڑوں کے سر کتوں کی طرح تھے۔ اور بہت سے حیوانات کے جسم اور سر گھوڑوں کا مانند تھے مزید برآں پھلیاں۔ کپڑے اور ساپ بھی بہت ناک اور عجیب عجیب وضع کے تھے۔ اور سب تیر سکتے تھے۔ ان سب کی تصاویر بلوس کے مندریں رکھی ہیں۔ سب حیوانات پر ایک عورت حاکم تھی۔ جس کا نام اومور کا ہے (غالین اُسے تھا لاکھ اور یونانی تھا لاسد کہتے تھے) جب بلوس ظاہر ہوا تو اُس نے اس عورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے اوہے دھڑے آسمان اور اوہے سے زمین بنالی گئی۔ اور بیشتر حیوانات موجود تھے انہیں فنا کر دیا گیا۔ پھر اُسے اندھیرے کو دور کیا۔ اور آسمان و زمین کو علیحدہ کر کے تمام کائنات کو ترتیب کیا۔ جو جانور روشنی برداشت کر نہیں سکتے تھے۔ وہ مر گئے جب بلوس نے دیکھا کہ زمین ویران ہے۔ مگر اُس میں پیداوار کی طاقت موجود ہے۔ اُس نے ایک خدا کو حکم دیا۔ کہ اپنے سر کو کاٹ ڈالے۔ جو میں اس کا خون زمین پر گرا۔ طرح طرح کے جانور جو روشنی برداشت کر سکتے تھے پیدا ہونے لگے۔ حتیٰ کہ آدمی بھی نمودار ہوا۔ چونکہ وہ خدا کی عقل کا شریک تھا۔ دانائی میں تمام دنیا میں لائق تھا۔ اور نہ رلتے بلوس نے سورج۔ چاند پانچ ستاروں اور بیسیار سیاروں کو پیدا کیا۔ اس بات کے آثار و آثار ہیں کہ یہودیوں نے اس قصہ کو قدیم عالموں سے نقل کیا

ہے گورنمنٹ ہاؤس ملک خالہ دی کے باشندہ سے کئی مختلف قوموں کے نظر آتے ہیں مگر غرض کہ وقت میں کم سے کم طاقت ور اور حکمران قوم تورانی یا منگول تھی۔ اور چونکہ یہ قوم سب سے قدیم تھے۔ اسلئے ہمیں یہی نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ ان قصا میں سے یہی موجد تھے۔ بابل کے مینار کا قصہ بھی قوم خالہ دین میں پایا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ دل چسپ طوفان نوح کی حکایت ہے۔ جو قوریت سے کئی ہزار سال پرانی ہے۔ کیونکہ موسیٰؑ پندرہ سو سال قبل مسیح میں تھے۔ اور یہ حکایت مزدک کے زمانہ کی ہے۔ جو مسیح سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے تھا۔

مزدک کے سوانح عمری اور طوفان نوح کی حکایت

ایک عجیب و غریب کبتہ جو ۱۸۷۱ء میں کھدائی کرنے سے برآمد ہوا ہے۔ مزدک کے وقت کے مشہور واقعات کو بیان کرتا ہے۔ مزدک نہایت بہادر اور شکار کا شوقین تھا۔ بابلون یعنی بابل کے ارد گرد کے مقامات کو فتح کر کے مزدک ایک ظالم سردار کی تخریب کے درپے ہوا۔ آخر کار اسے شکست دیکر اس نے شہر تاج کو فتح کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے ایک اور دیو جیسے قوی سپر شخص کو فنا کیا اور ارد گرد کی زمینوں کو اس کے پنجے سے چھڑایا۔ ایک دن ایک نجومی جبکا نام حیا بانی تھا مزدک کے دربار میں آیا۔ مزدک کو اس سے ایسی محبت ہو گئی کہ اس نے اسے اپنے پاس سے جانے نہ دیا۔ اور اسے ساتھ لیکر اس پاس کے درندوں کو شہر آرخ کے علاقہ میں شکار کرنے لگا۔ اور ان دو فوسے ملکر ایک سردار سسی تہمبا با کو جو کوہستان پر۔ حکمران بھٹا فتح کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد ایک اور سردار بیلیدو کو شکست دی مزدک کا اقبال روز بروز بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ دریائے دجلہ و فرات کے ارد گرد کا ملک اس کے زیر حکومت ہو گیا۔ اور آرمین سے بھی اطاعت منظر کر لی۔ مگر ایک مصائب نے مزدک کی حالت کو بگاڑ دیا۔ اولاً اس کے دوست حیا بانی کو ایک جنگلی حیوان سسی تہما کو مار ڈالا۔ اور بعد ازاں مزدک ایک خطرناک مرض میں مبتلا

ہے۔ مزدور نے جینے سے بیزار ہو کر جنگلوں میں آوارہ گردی شروع کی۔ اور اتفاق سے اُس کی اُس مشہور و معروف شخص سے ملاقات ہوئی جو طوفان عظیم سے بچ نکلا تھا۔ اس شخص کا نام جیسا درہ تھا۔ مزدور جیسا درہ کے غم سے اس قدر تباہ حال تھا کہ شب و روز رویا اور چلا یا کرتا تھا۔ جیسا درہ کو دیکھتے ہی اُس نے بد حالی کی شکایات شروع کیں۔

کبتوں میں مزدور کے سفر کا حال نہایت عجیب ہے۔ جبکہ بعد اس کی جیسا درہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ اولاً مزدور بہت سے فرضی دیو و جنات سے لڑائی کرتا ہے۔ اور سن بعد ایک مقام پہنچتا ہے۔ جہاں ایک رسمی سیبوری اور ایک عورت سماتا دبتورہتے تھے۔ مزدور جیسا درہ کا مکان سمجھ کر اندر جانا چاہتا ہے۔ مگر اہل خانہ دروازہ بند کر دیتی ہے۔ آخر کار مزدور دروازہ توڑنے کا خوف لاکڑھاتا ہے۔ بعد ازاں مزدور امرہامسی نام ایک بلخ سے ملتا ہے۔ جو اُسے جیسا درہ کے پاس پہنچانے کا اقرار کرتا ہے۔ جزیرہ میں پہنچ کر مزدور جیسا درہ کو منتظر پاتا ہے۔ اور ملاقات کے بعد اس سے طوفان کی نسبت سوال کرتا ہے۔ مگر جیسا درہ بجائے سوال کا جواب دینے کے طرح طرح کے نصائح کرنے لگتا ہے۔

جبکہ اصلی نام مزدور کے کبتوں میں جیسا درہ ہے یونانی اُسے ستھروس اور یہودی اور عرب لوگ نوح کہتے ہیں۔

کبتے ترجمہ نمبر اول

مزدور نے اس طریق کے بعد جیسا درہ کو کہا۔ کہ میں نے اس بات پر غور کی ہے۔ کیوں تم میرے سامنے بیان نہیں کرتے۔ تم مجھے نہیں بتاتے ہو۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم خداؤں کے مجمع میں زندہ رکھے گئے۔ جیسا درہ نے اس طریق کے بعد مزدور کو کہا کہ اسے مزدور حق پر غصی کہانی ظاہر ہو۔ اور خداؤں کا

فیصلہ تھے معلوم ہو۔ جہاں تم کھڑے ہو۔ شہر سری پک واقع تھا۔ یہ شہر اور اس کے خدا قدیم ہیں۔ خدا انو۔ خدا بیل۔ خدا شپ۔ اور جید کا خدا۔ ان کے سامنے تم پر ظاہر ہو۔ میں اس کے ارادہ کو سن رہا تھا۔ اور اس نے مجھے کہا۔ سری پکیت (غالباً سری پک رہنے والے) اب آتو تو کے بیٹے ایک جہاز تعمیر کرو۔ میں گنہ گاروں کو فنا کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زندگی بچاؤ گیکو جہاز کے اندر چلے جاؤ۔ جہاز جو تم بناؤ اس کا طول ۶۰۰ فٹ اور اس کا عرض اور بلندی ساٹھ فٹ ہو۔ میں نے سمجھ کر اپنے خدا حیا کو کہا تو تم مجھے جہاز بنانے کا جو حکم دیتے ہو۔ میں جب ختم کر چکوں گا۔ تو پیر و جو ان مجھ سے نفرت کریں گے۔ حیا نے زبان کھولی اور مجھے اپنے غلام کو کہا۔ تم ان سے کہو کہ وہ مجھ سے پھر گیا ہے اور انے مجھ پر مقرر کر دیا ہے۔ ایک بند جہاز جو میں طوفان میں تپس بھیجوں۔ اس کے اندر داخل ہو جاؤ۔ اور جہاز کے دروازہ کو بند کر دو۔ اور اس کے ساتھ اپنا غلام اسباب۔ مال و دولت اپنے نوکر عورتوں۔ کینزوں۔ لوگوں کے بیٹوں کو بکھ لو۔ جانوروں کو جمع کر کے میں تمہارے پاس بھیجوں گا۔ تم ان کو اند بند کر لینا۔ اور ا حایس نے منہ کھولا۔ اور اپنے خداوند حیا کو کہا۔ کہ کوئی شخص جہاز کو زمین پر نہیں بنائے گا۔ میں بھی جہاز کو دیکھوں گا۔ جیسا کہ تم مجھے زمین پر جہاز کے بنانے کا حکم دیتے ہو۔

نمبر دوم

پانچویں روز اس کا گروام اگر تھا۔ میں نے اُس پر چھپت دھڑ کے بند کیا۔ چھٹے روز میں اس کے اندر سوار ہوا۔ اور ساتویں روز میں نے اس کے بیرونی حصوں کا ملاحظہ کیا۔ آٹھویں روز پھر میں نے اس کے اندر کو ملاحظہ کیا۔ پانی روکنے کے واسطے اس کے اندر میں نے سپرین بنائیں۔ اور جابجا سوراخوں کو بند کیا اور بڑے کے تین چیلے میں اس کے اندر چھڑکے۔

میں نے آدھویں کے کبس تیار کئے۔ ان کبوں کے اندر میں نے یہ تدبیر

اور دو پیمانے ملا حوں پر تقسیم کئے۔ بخمد صدقہ کے پیل اور شراب تھے۔ جنہیں میں نے
ریا کے پانی کی طرح جمع کیا۔ اور غراک کو زمین کی مٹی کی طرح جمع کیا۔ میں نے چوں
کے بیچے اور اوپر کی حرکت کا انتظام کیا۔ وہ جہاز کے اوپر کے حصہ میں دھڑے پڑے
تھے۔ تمام سونا۔ جائدار مقبوضات اور اپنے زن و مرد و خدمت کار کو میں نے جہاد
کے اندر رکھا۔ وحوش و طیور اور لوگوں کے بیٹوں کو میں نے اندر لے لیا۔ اور میں نے
اوپر جانے کا حکم دیا۔ علیٰ ہذا

مزد کے کتبوں پر بحث

برٹش میوزیم کے کتبہ خوان بھی اسی امر پر متفق ہیں کہ یہ کتبہ مزد کے وقت
کے ہیں۔ غالباً وہ ملک جسکی مزدوں نے ملک خالدی میں بنا ڈالی تھی۔ اُن کی
وفات کے بعد اُس کی اولاد کے ہاتھوں سے چلا گیا۔ چنانچہ بعض کتبوں میں مزد
کی سلطنت کے زوال کی پیشین گویاں کی ہوئی ہیں۔ مزد کے دربار میں نجومی۔
امرا۔ وزرا مابعد کے بادشاہوں کی طرح موجود تھے۔ یہ کتبہ اس لحاظ سے نہایت
قیمتی ہیں۔ کہ اُن کے ذریعہ سے زمانہ قدیم کے رسوم و عادات اور مذہبی عقائد کا
پتہ ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خالدین میں طوفان کی حکایت عام تھی جسے وہ
عصیان قوم کی سزا گردانتے تھے۔ مزید برآں وہ یہ بھی مانتے تھے کہ ایک شخص
مقدس نے کشتی بنا کر بعض لوگوں کو بچایا تھا۔ خالدین دوزخ اور جنت کو بھی
مانتے تھے۔ اور اُن کے خیال کے بموجب دوزخ زمین کے نیچے اور جنت آسمان
کے اوپر تھا۔ بقائے روح کے بھی معتقد تھے۔ اور انہیں خیال تھا کہ ایک بت
کے حکم پر روح زمین سے اٹھ کر آسمان کو جاوے گی۔ جیسا کہ ہومر کی حکایات
یونانیوں میں زبان زد تھیں۔ ویسے ہی مزد کی شرت بابلون (بابل) میں
تھی۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ لوگ اُسے خدا جاننے لگے۔ چنانچہ ایک کتبہ جو شرنہینوا
میں برآمد ہوا ہے۔ اُسکی ایک دعا مزد کی طرف منسوب کی ہوئی ہے۔ اور یہ

بات کو نفع باعث حیرت بھی نہیں۔ کیونکہ زمانہ قدیم میں عوام کو جو شے عجیب نظر آتی تھی۔ اُسے خدا کئے لگتے تھے۔ اور پھر ایک مشہور شخص کی پرستش کرنے لگی تو وہ لوگ شالیں پائی جاتی ہیں۔ نروڈ کے قصوں کا مرکز مشراخ تھا۔ اس شہر کے کھنڈرات اب تک باقی ہیں۔ شہر کے گروچھ میل لمبی دیوار تھی اور اس کے باہر قبرستان بنا ہوا تھا۔ شریوڈا کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کد و دفان ہندو نے مشراخ کو ۴۰۰ (دو ہزار دو سو اسی) قبل مسیح فتح کیا ہے اور خداے ایشتر کے بت کو وہیں سے لے گیا۔ اس سے کئی صدیاں بعد یہ شہر اسور بانی پال کے ماتحت تھا۔ جب اس بادشاہ نے شوشان کو فتح کیا۔ تو ایشتر کے بت کو ۶۵ (چھ سو پتالیس) قبل مسیح پھر مشراخ میں لاکھا۔ اسور بانی پال نروڈ کی حکایات کو مشراخ سے جمع کر کے ملک اسریا کو لے گیا (ملک اسریا کا حال آئندہ آویجکا)

ان سب حکایات میں سب سے زیادہ دل چپ طوفان کا قصہ ہے۔ کیونکہ اسکی واقفیت کا ذریعہ صرف توریت ہی سمجھی جاتی تھی۔ مقابلہ کرنے کے واسطے توریت کی حکایت متعلقہ طوفان پر یہ ناظرین کی جاتی ہے۔ گو یہ حکایت باب گنس کی چھٹی فصل سے نہیں تک ہے۔ مگر میں صرف اسکا مختصر مطلب تحریر کرتا ہوں۔

جب کہ دنیا کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ اور سو سے خاندان نوح کے سبے لوگوں کی بیکاری پایہ کمال کو پہنچی۔ انسانی معصیت سے ناراض ہو کر خدا نے دنیا کو طوفان سے تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور نوح کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا۔ جسکا طول تین سو کعب عرض سو چاس اور اونچائی تیس ہو۔ نوح حسب فرمان خدا اس کشتی میں مع اپنے گھرانے اور ہر قسم کے جانوروں کے جوڑوں کے داخل ہوا۔ ماہ دوم کے سترہ تاریخ میںے سات کے بعد طوفان شروع ہوا۔ نوح اسوقت خود سو سال کا تھا۔ ایک سو چاس روز کے بعد میںے ساتویں میںے کی شہر میں تاریخ کو کشتی کوہ اراراث پہنچی۔ چالیس دن کے بعد نوح نے کھڑکی کھول کر ایک کوسے کو روانہ کیا۔ مگر وہ واپس نہ آیا۔ پھر اسے ایک فاختہ کو روانہ کیا۔ مگر یہ جانور کہیں جا

رہائش دہانے کی وجہ سے واپس آیا۔ سات دن کے بعد اُس نے فاخہ کو لہر دیکر روانہ کیا۔ اور وہ فریتون کا ایک پتہ لیکر واپس آئی۔ سات دن کے بعد اُس نے فاخہ کو پھر روانہ کیا۔ مگر اس دفعہ یہ جانور واپس نہ آیا۔ طوفان اب ختم ہو چکا تھا۔ نوح اب چھ سو اڑھائی سال کی عمر کا تھا۔ طوفان پہلے بیسنے کی پہلی تاریخ کو ختم ہو گیا۔ مگر نوح دوسرے بیسنے کی دوسری تاریخ کو کشتی سے نکلا۔

بیروسس خالدین کا یہ وقت تھا۔ جسے تین سو سال قبل مسیح بابلون کی تاریخ قدیم کا ترجمہ یونانی زبان میں کیا۔ چونکہ وہ اپنے ملک کی قدیمی تاریخ سے بخوبی واقف ہو گا۔ اس لئے اس کے واقعات کو کتبوں سے زیادہ مشابہت ہے۔ مگر اس صدی تک اس ہجارت مصنف کی کتاب کو پڑھنے کا کوئی نام بھی نہیں لیتا تھا۔ کیونکہ یونانی مورخین نے اُس کی بہت کم مخالفت کی تھی اور یورپ چونکہ یونانی مصنفوں کا پیرو تھا۔ اس لئے بیروسس کی تاریخ بالکل نظر انداز کی گئی تھی۔ مگر درحقیقت سوائے اس کے تاریخ اور توریت کے اور کوئی کتاب قدیمی حالات کے بارے میں معتبر نہیں۔

گو توریت میں نوح کا حال درج ہے۔ مگر اس امر کا ذکر نہیں کہ وہ کہاں کا رہنے والا تھا۔ اور کس جگہ اُس نے کشتی تیار کی۔ مگر موجودہ کتبوں سے بہت سے معلوم ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب کمزور خلیج فارس کے کنارے دیارے فرات کے دھان پر مقام سہری پک پر پہنچا ہے۔ تو حسیا درہ یعنی نوح نے اُسے کہا ہے کہ وہ اس مقام پر حکم ان تھا۔ اور یہاں سے ہی اُس نے کشتی بنائی تھی۔ اور طرفہ تریاک اور کتبہ میں مقام سہری پک کو شہر جھاز لکھا ہے۔ اور طوفان کے فوری خداحیا کی بیاں دیتا ہے۔ یہودیوں کا لفظ نوح غالباً حیا کا بگاڑ ہے۔ کیونکہ اس قصہ کو دیر ہو چکی تھی۔ اور غلطی سے یہودیوں نے خدا کے نام کو اُس آدمی کا نام سمجھا جو طوفان سے بچ نکلا تھا۔ ہاں صہابی شاء بابل نے جب سولہ سو قبل مسیح مقام سہری پک کو فتح کیا ہے تو کتبوں میں اُسے شہر کشتی نو

نظر آتی
کی تو دہان
کشتی
ن بنا ہوا
شہر
بت کو
ت تھا۔
تیاں
رہے

دیکھو
توریت
پہلی

بلوں
دنیا کو
جگا
اس
ل ہوا
وقت
تاریخ
ب کو
نہیں

لکھا ہے • بیرو سس لکھتا ہے۔ کہ اسی شہر میں قبل از طوفان ارد قلیس رہتا تھا۔ جسے توریت میں میخ لکھا ہے۔ اور بعد از آن اور حاسیس جیسا وہ جسے یہودی نوح کہتے ہیں وہاں سکین گزین رہا ہے۔

توریت میں لکھا ہے کہ نوح بعد اپنے تین بیٹوں شام۔ نام۔ جعفر اور انکی بیویوں کے طوفان سے بچا ہے۔ مگر کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حسیا اور وہ اپنی ہمراہ کشتی میں اپنی بیویوں۔ نوکروں۔ اور لوگوں کے بیٹوں اور ملاحوں کو لیکر بچا ہے۔ اور تیسرے سس بھی اس امر پر متفق ہے کہ بہت سے لوگ جہاز کے ذریعہ سے بچ گئے تھے۔ ملک بابل کے رہنے والے بھی خلیج فارس کو ہمیشہ مقدس خیال کرتے تھے۔ اور ان کی حکایات میں لکھا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں عجیب طرح کے باشندے اس پانی میں رہتے تھے۔ جن کا آؤھا جسم پھیلی اور آؤھا انسان کا تھا۔ اور وہ بابل کے جاہل لوگوں کو مذہب قدیم کی تہذیب اور علم سکھاتی تھیں۔ ان میانہات سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ موجودہ چند مذہبوں نے بعض عقاید کس قدر پرائے ہیں۔ گویا کہ وہ طوفان نوح کے وقت سے ہیں۔ اور مزید برآں مذہب کا خیال بھی بنی نوع انسان کو قدیم سے ہے۔

جب مزدو کا عزیز دوست حیا بانی مر گیا۔ تو لوگوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حیا بانی زمین پر رہ نہیں سکتا۔ اور مختلف خداؤں کے سامنے درخواستیں کی جاتی ہیں۔ کہ اُسے آسمان کو بلا لیں۔ حتیٰ کہ حکم انہی سے حیا بانی کی روح کو اجازت مل جاتی ہے۔ اور حیا بانی کی روح زمین پر تقریریں کرتی ہے۔ اور لوگوں کو اس امر سے واقف کر رہی ہے کہ جسم انسانی دو ہیں۔

کتبوں میں ایک اور دل چسپ حکایت یہ ہے کہ ایک عورت سماء اشیر ایک جاو و گر کی بیٹی مزدو پر عاشق ہو جاتی ہے۔ اور اُس سے شادی کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ اور مزدو کے انکار پر وہ بڑی رنجیدہ ہوتی ہے۔ اور مزدو کے ذلیل کرنے کے لئے اپنے باپ سے درخواست کرتی ہے۔ جاو و گر اُسے مزدو کی

فوج تباہ کرنے کے لئے ایک پرواربیل حوالہ کرتا ہے۔ مگر حیا بانی اہل بیل کو مار ڈالتا ہے۔ اور اشتیو کو ناکامی ہوتی ہے۔ زمانہ بامعدیس خالد بن غالباً اس عورت کو بھی خدامنے لگے تھے۔

مندرجہ ذیل ترجمہ سے جو پڑانے کتبوں سے لیا گیا ہے۔ آپ اس قوم کے خیالات متعلق دوزخ کا اندازہ لگا سکتے ہیں:-

کبتہ کا ترجمہ

ہمیرس یعنی میرے علم کی زمین کی طرف اشتیو بنت سین کے کان بیل ہوئے۔ دخترتین نے اپنے کانوں کو خانہ رنگان یعنی ملک خدا سے اور کالا کی طرف بیل کیا۔ اُس گھر کو جہاں سے باہر جانے کا راستہ نہیں۔ وہ شرک جس کے گذشتہ نشان ملتے جاتے ہیں۔ وہ مقام جہاں کے باشندے روشنی کے لئے بچاتے ہیں۔ وہ جگہ جہاں کی غذا مٹی اور کیچڑ ہے۔ وہاں کی روشنی کبھی کسی نے نہیں دیکھی۔ سب تاریکی میں رہتے ہیں (غیر ضروری) اس کے دروازہ اور قفل پر مٹی پڑی ہوئی ہے۔ یہ اندھیرا مقام جہاں کے باشندے بھوک کے باعث بیل کچیل نکلتے ہیں۔ وہاں سات دروازوں پر روشنی کے محافظ ہیں۔ اور اب اجل اُس کے چاروں طرف سوزن ہے۔ یہ کمزور اور مفتوح شدہ لوگوں کا گھر ہے۔ یعنی عورتیں جو اپنے خاوندوں سے گمراہ ہوتی ہیں۔ اور مرد جو اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور سرکش لڑکے۔

بارشاہان خالین

بیروسس کی تاریخ کے بموجب خالد بن کا شاہی خاندان ۴۲۵۰ ز و نہار (دوسو پچاس) قبل مسیح تک حکمران رہا ہے۔ مختلف موزین سے جو کچھ حالات ملتے ہیں۔ وہ غیر مکمل ہیں۔ بیروسس لکھتا ہے۔ کہ طوفان کے بعد ملک خالینیا میں یکے بعد دیگرے چھ خاندانوں کے بارشاہ حکومت کرتے رہے ہیں۔ پہلے

تیس
ایسا

اور انکی
درہ پنی

کو لیکر
لے ذریعہ

یال
رح کے

ن کا
تات

تقدیر
ب

ا کہ
نیں

جو حکو
لوں

تیر
لی

ردو
لی

خاندان کوئٹہ میں ۸۶ بادشاہ تھے (۳۶۰۸۰) چھتیس ہزار اور اسی سال حکومت دیتا ہے۔ مگر چونکہ یہ بعید از قیاس ہے۔ اعلیٰ مورخین قدیم سے شمار و تعداد میں قابل اطمینان نہ دہلیجنا ممکن ہے۔ ہاں کتبوں کے ذریعہ سے بہت سی تاریخیں ملی ہیں جنہیں مترتب کر کے ہم تاریخ کی بنا کسی قدر صحت پر دھر سکتے ہیں۔

طوفان نوح سے پہلے کے بادشاہ

ایلووس (ادی اور) - الپاروس - المیلون - المینون - امیگا لاروس - ایرواخوس - ایمین - اونیارش (ابار اتوتا) - حیساورہ (یعنی نوح جسکے وقت میں طوفان ہوا)

طوفان نوح سے بعد کے بادشاہ

(۱) الی (۲) الوکاسات (۳) بیل اگوفونا (۴) ایل کو

جس وقت تاریخ شروع ہوتی ہے

(ہلوس) - عزو - نزو کی اولاد کے حالات بجل نہیں ہیں۔

شامان بابلون (بابل)

بادشاہ اول سوکونا (۲) امر سرتو (۳) آگورامی (۴) آبی (۵) تاسی گروبار (۶) اگوکاک رمی (جسے بیل کے مندر کو بجال کیا) (۷) شمو (۸) زابو (جسے مقام ہارہ پر دو مندر بنائے) (۹) ایل (۱۰) سین

+ ناظرین اس بات کا خیال رکھیں گے کہ ملک خاندانی نہیں ہمیشہ ایک قوم یا خاندان کے بادشاہ بجال نہیں ہے۔ کبھی ایک ریاست کا بادشاہ غالب ہوا۔ اور اسکا خاندان حکمران ہوا۔ کبھی دوسری ریاست کا۔

شامان اور (جسے عرب میتر کہتے ہیں)

(۱) ارخ (بہت سے مندر بنائے (۲) دگی (۳) گنگوتا (خلف اسی داگان
شاہ کاراک) (۴) سو آگو (۵) امر آگو (شہر بوٹھین کو بنایا تھا) (۶) آبل آگو

شامان کاراک

(۱) گاہل منپ (نیپور میں ایک مندر بنایا) (۲) اسی بارا (۳) بہت آونیٹا
(۴) اسی داگان (مقام اور پر ایک مندر بنایا) (۵) اور

شامان ارخ جنہیں آجکل وارکا کہتے ہیں

(۱) بیلات سونات (ملکہ) (۲) سین گالت (۳) ان کے مندر کو مرست کیا

شامان لارہ جنہیں سوکر یہ بھی کہتے ہیں

(۱) نور ڈول (۲) گاسین (۳) سین (۴) ام آگو (خلف کدرا بوک)

شامان اکاد

(۱) ۱۱۷۷ (۲) آمانت نیم (۳) سارگون (جسے ۵۴ سال حکومت کی) (۴) ۱۱۷۸
(سارگون کا بیٹا) (۵) (لات گولہ) (عورت)

شامان الامیت

(۱) کدورون ہندی ۲۲۰۰ قبل مسیح (۲) خدوروم (۳) ستنی سلماک (۴)
کدورابوک (اس بادشاہ نے آسیریا فتح کیا)

شامان مہوقت الامیت

نراکرالدین (کدورون ہندی کے وقت میں) (۱) ارافیل (شاہ شینار) (۲) اری اورخ

حکومت

ادین

بھین

۴۷

۱۱

۱۱

۱۱

۱۱

۱۱

۱۱

(شاہ الاسر) تدا (شاہ گویم)

شانان بابلون

(۱) ناموں ابی (کدور بابوک اور اس کے بیٹے کو فتح کیا) (۲) ساموا بتنا (بابل کے
 مندر کو از سر نو تعمیر کیا) (۳) آمی و کاگا (۴) کوری گائزو (۵) سماس سیو (۶) اولدم
 بوری یاس (۷) نازی مرو داس (۸) ملی سیو (۹) برنا پوری یاس (۱۰) کارا بیل
 (۱۱) ساکاسیا لتاس (سپاراکے مندر کو از سر نو تعمیر کیا) (۱۲)
 باربی سیو (۱۳) کاری اندرس (۱۴) قبل مسیح (۱۵) اس بادشاہ نے آسیا کے ساتھ
 معاہدہ کیا (۱۶) برنا پریاس (۱۷) قبل مسیح (۱۸) شاہ آسیا کی بیٹی سے شادی کی
 (۱۹) کدور ماروس (۲۰) قبل مسیح قتل ہوا (۲۱) نازی بوگاس (۲۲) قبل مسیح
 (۲۳) کوری گائزو (خلف برنا پریاس (۲۴) قبل مسیح (۲۵) ملی سیو (۲۶) قبل
 مسیح (۲۷) میرو داخ بلاوان (۲۸) قبل مسیح (۲۹) نازی مرو داس
 (۳۰) قبل مسیح)

خاندان اسیرا

(۱) توکلتی نین (۲) قبل مسیح بابلون کو فتح کیا (۳) وول (۴) قبل مسیح
 (۵) زمانہ ذکر دین (۶) قبل مسیح)

بار دیگر خاندان خالدی کے بادشاہ

(انہیں اور خاندانوں کا خط تھا)

(۱) بنو چندر (۲) قبل مسیح قریباً (۳) کارا بریاس (۴) قبل مسیح قریباً (۵)
 ماروک ٹاوین رہی (۶) قبل مسیح قریباً (۷) ماروک سلپک زرات (۸) ۱۰۹۰
 قبل مسیح (۹) ساووا (۱۰) قبل مسیح (۱۱) سماس سیو (۱۲) سال حکومت کی)

(۷) جیاموکن زیری (تین مہینے حکومت کی) (۸) کالوناوین آہو (۶ سال حکومت کی)
 (۹) ابارسکی اوینا (۱۵ سال حکومت) (۱۰) بنوچندز (دو سال حکومت کی) (۱۱)
 سوکونا (تین مہینے کی حکومت کی) (۱۲) بندازان ایک ایلاست ان کا بادشاہ
 چھ سال تک حکمران رہا (۱۳) اول پال اوینا (دیواری نیپور بنائی) (۱۴) بنوڈاکر کون
 (اسرایے لٹارٹا) (۱۵) اربی مارووک (۱۶) سیروداخ بالادان (۱۷) اول
 نوکر آڈور (۱۸) سیبر (جنوبی اسیا پر حملہ آور ہوا) (۱۹) نابوہال اوینا (۸۸۰
 سے ۸۸۵ قبل مسیح تک) (۲۰) مارووک ڈاکر ازکور (۸۵۳ قبل مسیح) (۲۱)
 مارووک بالاسو اکو (۸۳۰ قبل مسیح) (۲۲) نابو ناور (۸۲۷ قبل مسیح) (۲۳)
 نابو اساب سی (۸۳۴ قبل مسیح) (۲۴) کین زیر (۸۳۲ قبل مسیح) (۲۵)
 انونو یاس (۸۲۷ قبل مسیح) (۲۶) سیروداخ بالادان یا مارووک مہاو (۸۲۳
 قبل مسیح) (۲۷) سارگون (۸۱۰ قبل مسیح) (۲۸) ٹاگیا (۷۰۵ قبل مسیح)
 (۲۹) سیروداخ بالادان (۷۰۵ قبل مسیح) (۳۰) بن ابی (۷۰۳
 قبل مسیح) (۳۱) اسورناوین نم (۷۰۰ قبل مسیح) (۳۲) ارگی بوس (۶۹۴ قبل
 مسیح) (۳۳) سوزب (۶۹۳ قبل مسیح) "

۶۸۹ قبل مسیح بابلون (بابل) تباہ کیا گیا

(۳۴) اسارناوون (۶۸۱ قبل مسیح بابلون کو بجال کرتا ہے) (۳۵) ساول ہرگنا
 (۶۶۸ قبل مسیح) (۳۶) اسوریانی پال (۶۴۸ قبل مسیح) (۳۷) بل ڈاکر اسکون
 (۶۲۶ قبل مسیح) (۳۸) نابو پیل ازور (۶۲۶ قبل مسیح) (۳۹) نابو کڈور ازور
 (۶۰۵ قبل مسیح) (۴۰) آمل مارووک (۶۲۵ قبل مسیح) (۴۱) ڈنگال سرازور
 (۶۰۵ قبل مسیح) (۴۲) ابارسکی اوینا (۵۵۶ قبل مسیح) (۴۳) نابو نادر (۵۵۶
 قبل مسیح) (۴۴) بل سرازور (۵۳۹ قبل مسیح سارس بادشاہ فارس بابلون کو فتح
 کرتا ہے)

کے
م
ن
ا
ا
ا
سج
قبل
ن

(ج

(۳)

۱۰۹

(ل

چند ضروری باتیں

خالد بن ابوشاہوں میں سے مزدوسب سے زیادہ مشہور ہے۔ آپ تک اس ملک کے باشندے جب کسی لڑائی کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اسے مزدو۔ سلیمان یا سکندر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مصنفین عرب میں بھی مزدو کا چرچا بہت ہے حتیٰ کہ عربی علم نجوم میں اس کا نام التجار ہے۔ کیونکہ عربی کا لفظ جبار عبرانی سے لیا گیا ہے۔ اور توریت میں جبار مزدو کا خطاب ہے۔ مزدو کے فقیاب ہونے کے بعد قوم سمیت نے شمالی حصوں کی طرف جلاوطن ہونا شروع کیا۔ اور پستو پوٹھیا کے بالائی حصہ میں نصف دریا سے فزات کے قریب بستان بسا گئے۔ قوم خوشین نے خلیج فارس کے گرد نواح کو چھوڑ کر ملک کنعان کے ارد گرد ریش شروع کی۔ جہاں وہ روز بروز ترقی پذیر ہونے لگے۔ خالد اور اس کی رشتہ منی گھراؤں نے ان کی متابعت گوارا نہ کی۔ اور بیع دریا سے فزات کی راہ لی۔ غرض کہ قوم مزدو کو ریش کے لئے کافی جگہ مل گئی۔ اور ان کی آبادی کے بعد جب لڑائی جھگڑے فتح ہوئے۔ تو تہذیب رونق افروز ہونے لگی۔ مزدو کی اولاد کا گوہیں ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں مگر اس کے بعد امن پرست بادشاہوں نے بہت اچھے اچھے مقامات کو تعمیر کیا۔ چنانچہ ایک بادشاہ مسمیٰ بہ اسرخ نے ملک کو خوب سنوارا۔ اس زمانہ میں سچتہ ایمیشیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ مگر اس بادشاہ کے وقت اینٹوں کو سورج کی طیش میں پکانے لگے۔ چند ویسج اور خرمشہ اس زمانہ کی یادگار ہیں۔ جو خالد بن کی عمارت مصر سے لگائیں کھا سکتیں۔ مگر اس زمانہ میں سحائے مصر کے اور کوئی ملک ان کا ہمایہ نہ تھا۔ اس بادشاہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ مصر کے بادشاہوں کی طرح ظالم تھا کہ لوگوں کو بیکار پکڑ کر مزدوری کراتا تھا اور یا اس نے لڑائیوں میں فتوحات حاصل کر کے قیدیوں کو کام پر لگایا ہوگا۔ زمانہ قدیم میں لوگ بجائے لکھنے کے

تصاویر بناتے تھے۔ اور صرف چند اسماء کو لکھ سکتے تھے۔ مگر اس بادشاہ کے وقت میں تصویریں بنانا ترک کیا گیا۔ اور علامات استعمال کرنے لگے۔ اس زمانہ کے لکھے ہوئے بہت سے کتبے کھنڈروں میں پائے گئے ہیں۔ آرخ کے زمانہ میں علم نجوم بھی عام تھا۔ ارسطو کا نجوم میں قیدی خالدین کا شاگرد ہونے پر فخر ہونا کم سے کم اتنا تو ظاہر کرتا ہے۔ کہ ارسطو کے وقت سے کوئی دو ہزار سال پہلے خالدین کو اس علم میں خاص لیاقت ہوگی۔ لباس اور اہانت (یعنی برتن وغیرہ) میں ان کی دست کاری قابلِ تعریف ہے۔

بابل کو مزوگو عظیم الشان شہر بنا کر مراحتھا۔ مگر اس زمانہ میں اشعار آرخ لارسہ اور فیور کی شہرت سب سے زیادہ تھی۔ ایشیا میں سب سے چران شہر سوزا ہے۔ جو ایک نامہ قدیم میں قوم الامیت کا پایہ تخت تھا۔ اس ملک کے ایک بادشاہ مسمیٰ بہ کدور ناخنتا نے ۲۶۸۶ قبل مسیح ملک خالدی پر حملہ کیا اور مندروں اور شہروں کو لوٹ کر واپس چلا گیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس بادشاہ کا نام مشہور و معروف زروستر (یعنی زروشت بانی مذہب فارسی) کا ہم معنی ہے۔ زروستر کے معنی (زور = تھم۔ اشتر = ایک خدا) آیشتر کا تھم ہیں۔ اور بادشاہ مذکورہ کے نام کے بھی معنی ہیں۔ بیرویس اس امر پر مصر ہے کہ یہ بادشاہ خاندان حمید میں سے تھا۔ جن کا ذکر آئندہ آوے گا۔ اور چونکہ قوم مید آریہ نسل سے تھی۔ اس لئے یورپین مورخین کا یہ مقولہ کہ آریاؤں نے دو ہزار قبل مسیح کے قریب صفحہ ہمتی پر قدم دھرا ہے۔ غلط ہے۔ آریہ کوئی تازہ نسل نہیں ہیں طوفان نوح کے بعد وہ دیگر اقوام کے ماتحت یا گن نام طریق پر رہتے ہیں۔ جب شمار و تعداد میں وہ بڑھ گئے۔ تو انہوں نے غلبہ پڑنا شروع کیا۔ اگر بالفرض شہر سوزا کا بادشاہ کدور ناخنتا قوم مید سے نہیں۔ تو قوم ساسان میں سے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم نے آرخ اور الگی کو فتح کرنے کے بعد ملک بابلون پر بھی تسلط جمایا تھا

کنداس
در جہان
بہت ہے
باد صحرایی سے
نیاب ہونے
کیا ہے اور
بہستان بابل
خان کے اور
خانہ داران
بے وقت
رہن کی کہی
مسلک
ن چننا
سی: ارج
تھیں
پند و سنج
لگائیں
ہر گناہ
لکی طرح
ن قوت
کھنے کے

اس قوم کے صرف پانچ بادشاہوں کے نام ہمیں معلوم ہیں۔ ان میں کد و دلا کاہر
جسے توریت میں حد و دلوہر کہا ہے۔ الام میں عکران تھا۔ اس بادشاہ
نے فوج کی تیز جمع کر کے اپنے ملک کو مہر تک وسیع کرنا چاہا۔ اور دریائے فرات
کے منبع کی طرف بڑھ کر اپنی باجہزار ریاستوں کی مدرسے ارض فلسطین تک
جا پہنچا۔ وہاں کے بہت سے شہزادوں نے ملکر اس سے دادی سدا م میں
جنگ کی کر شکست پائی۔ حد و دلا نے مفتوحہ شہروں کو لوٹنا شروع کیا۔ اور
ابراہیم کے بھتیجے لوط کو مقید کر لیا۔ حد و دلا لوط مارکنا ہوا و مشق تک
جا پہنچا تھا۔ کہ یکایک ابراہیم نے حمد اور ہو کر شکست دی۔ گو اس لڑائی میں
جانیں بہت تلف ہوئیں۔ مگر بادشاہ قیسو بوشیا کو نصیحت مل گئی۔ کہ آئندہ دریائے
فرات سے آگے قدم رکھنا خطہ سے خالی نہیں۔ بعض مورخین اس بادشاہ کو
منصو کا خطاب دیتے ہیں۔ کیونکہ اس قدیم زمانہ میں باد و سیل تک فتح کرتے چلے
جائے پڑی بہاوری کا کام تھا۔ اس خاندان کے بادشاہوں میں سے کد و دلا ماضی
اور حد و دلا مشہور ترین ہیں۔ کیونکہ ان کے وقت میں ملک کو ایک دم کو بہستان
سے لے کر بحیرہ روم تک وسعت ہو گئی۔

خاندانوں کے بادشاہ جنہوں نے اسیرین قوم کے غلبہ سے پہلے
کے بعد دیگرے ملک خالدی میں حکمرانی کی ہے حسب و نسب میں خلط ملط ہو کر
آپس میں مشابہ ہو گئے تھے۔ چلدین۔ ساسانی اور عی گوتین مختلف نسل ہیں۔
مگر میل جول سے یکساں ہو گئے تھے۔ مگر جو ہیں تغلائی نین بادشاہ اسیرانے
تیرہ سو قبل مسیح اس ملک کو فتح کر لیا تو یکایک طرح طرح کے تغیرات واقع ہوئے
گئے۔ چونکہ بادشاہ اسیرا تو مہیت سے تھا۔ اسلئے مفرح ملک کو چار و نا چا فاع
قوم کی زبان اور رسوم و عادات اختیار کرنی پڑیں۔ خود انی وضع کے نام بادشاہوں
میں اس وقت سے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ہر طرح سے قوم بہت کی پیروی ہونے
لگی۔ خود انی (منگول) زبان صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے واسطے محقق کتب

چھ صدیوں تک ایک جابر قوم کے زیر اطاعت رہ کر قوم خالدين نے آزادی کے واسطے لڑنا شروع کیا۔ اور ۶۲۵ قبل مسیح پھر اپنی سلطنت قائم کی۔ جس کا آئندہ ذکر کیا جاوے گا۔ ایشیائی لوگ انہیں غلطی سے پٹھان اور یورپین پارٹھین کہتے ہیں۔ گو وہ قوم اب خالص طور پر باقی نہیں۔ مگر اس کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

عمہ حکومت رومن میں شاعروں اور مورخوں کو خالدين کا پیر رکھتا تھا۔ باعث فخر نظر آتا تھا۔ حقیقت میں خالدين کے علم نجوم و تنجیم زمانہ قدیم کے ہر ایک مذہب قوم کی آنکھوں میں بے بہا تھے۔

باب دوم

قوم اسیرین کا عہد حکومت

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت رفت منزل بہ دیگرے پرداخت
 مشعل بہنہیب جسے خالیدین نے روشن کیا تھا۔ اُس پائے کی قوموں کو بھی منور کرتی
 رہی۔ اور آسیرین تو ان کے سب سے قریبی ہمسایہ تھے۔ کچھ عرصہ تک میدان ترقی
 میں خالیدین سے پہلو بہ پہلو چل کر گویا سبقت لے گئے۔ اور جب خالیدین کے
 عین زوال کے وقت قوم اسیرین نے تیغ مخالفت ہاتھ میں لی تو ناچار انہیں ہر
 تسلیم ختم کرنا پڑا۔

کس نیا موزت علم تیر از من
 کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرو

اسیرین کا ملک وسعت میں خالیدی سے بڑا تھا۔ دریائے دجلہ اور خابر کا مقام
 ورمیانی ملک اور چند اور مقامات ملک اسیر میں شامل تھے۔ جو بہ ہیئت
 مجموعی طول میں ۳۵۰ میل اور عرض کوئی ۲۵۰ میل ہوگا۔ گو ملک اسیر کی
 زمین ہموار تھی۔ مگر زراعت وہاں بہ مشکل ہو سکتی تھی۔ کیونکہ دریاؤں کا پانی
 سطح زمین سے نیچے تھا۔ اور سوائے امداد عقل و فراست آبپاشی وہاں ممکن نہ
 تھی۔ چھوٹی چھوٹی ندیاں جو کوہستان سیر سے آتی تھیں۔ ان کا پانی تھوڑے
 سے فاصلہ تک۔ بلکہ زمین میں جذب ہو جاتا تھا۔ زمین کی نیکی کے باعث قدرتی

سبزی بھی وہاں بہت تھوڑی تھی۔ آتش نشان پہاڑ بھی وہاں موجود تھے جن کے
 نشانات دریائے خاور کی درشاخوں کے میلان کے قریب اب پاسے جاتے ہیں
 جن میں سے ایک جو کوہ وسووی اس کے مشابہ ہے تین سو فیٹ بلند ہے۔ یہ
 بات عجیب چیز ہے۔ کہ نیک اسیریا میں ملک خالدی کی طرح چار مشہور شہر پائے جاتے
 ہیں۔ توریت میں لکھا ہے کہ آشورے۔ امصار۔ نینوا۔ رمیہو۔ یوست یا کا کہ
 اور ریسن کو تعمیر کیا تھا۔ غرچ کے وقت بھی اس ملک کے چار ہی دارالخلافہ
 نظر آتے ہیں۔ نینوا۔ آشور۔ اور نکال۔ ملائیت سارگینا۔ علاوہ اپنی شہروں
 کے ملک اسیریا میں بہت سے اور کھنڈرات جا بجا پاسے جاتے ہیں۔ کھدائی
 سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ کھنڈرات جو شہر متصل کے پاس ہیں۔ شہر نینوا کے
 ہیں۔ لفظ نینوا بہت سی اینٹوں پر مرقوم ہے۔ خدا کی قدرت ملک خالدی اور
 اسیریا جنہوں نے زمانہ قدیم میں اس قدر ترقیاں کی ہیں۔ ہر طرح سے آپس میں
 مشابہ ہیں۔ دونوں ملک بیرونی علاقوں سے غیر محفوظ تھے۔ گواچکل اسیریا میں
 بہت برفباری ہوتی ہے۔ گرائس زمانہ میں وہاں کی آب و ہوا خالدی کی طرح
 تھی۔ ماں پیداوار میں بہت سا غرق تھا۔ اسیریا کی کچھ خالدی کے مقابلہ میں
 بالکل پہنچ تھی۔ اور زمین تو وہاں بالکل پیدا ہی نہ ہوتا تھا۔ درختوں کی بجائے
 وہاں صرف جھاڑیاں تھیں۔ مورخین قدیم جو اسیریا کی سرسبزی کا ذکر کرتے ہیں
 وہ حقیقت میں اُس ملک کے صرف ایک حصہ سے منسوب ہو سکتی ہے۔ اس میں
 کچھ شک نہیں کہ وہاں غلہ اور دیشم بکثرت پیدا ہوتا تھا۔ میوے بھی کئی قسم کے
 تھے۔ خصوصاً معدنیات میں اسیریا اپنے ہمایہ ملک سے زیادہ امیر تھا۔ تانبہ
 اور سیسہ وہاں بہت تھا۔ سنگ مرمر اور چند اور قیمتی پتھر بھی وہاں پائے جاتے تھے
 شہر نینوا اور دیار بکر کے قریب عمدہ عمدہ کانیں تھیں۔ ملک اسیریا میں بہت سے
 درندوں کے علاوہ جنگلی گدھا بھی پایا جاتا تھا۔ گھوڑے صرف سواروں اور
 اونٹ لادنے کے کام آتے تھے۔ کبھی کبھی میدان جنگ میں بھی اونٹ پر

اسیرین کون تھے

مورخین قدیم اس قوم کے حرب و نب کی نسبت طرح طرح کی رائے دیتے ہیں۔ مگر کسی قوم کی اصل پر بحث کرنے کے لئے اس کی زبان کا جاننا ضروری ہے۔ اور چونکہ اس قوم کی زبان کسی کو معلوم نہ تھی۔ اس لئے کسی خاص بیان کا تعین کرنا مشکل تھا۔ آج کل کتبوں کے ذریعہ سے یہ عقدہ کھل گیا ہے۔ پرانے زمانہ کی اینٹوں پر طرح طرح کی عبارات تحریر کی ہوئی ہیں۔ جن سے ہم اس قوم کی زبان سے تہنیت حاصل کر سکتے ہیں۔ تہریت کے شجرہ نسب کے بموجب آرم قوم ارمن یا اسیرین۔ آسیر قوم عبرانی یا بنی اسرائیل اور یوگتن قوم عرب کے ہائے تھے۔ اور یہ سب ایک ہی نسل سے تھے۔ زبان خط و خال اور عادات سے نتیجہ نکالنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسیرین قوم سمیت میں سے تھے۔ کردستان کے موجودہ باشندے اسرائیلی گرو و مزاج کی اقوام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور ان کی زبان سمیت و شیع کی ہے۔ پس اسیرین۔ سیرین۔ بابلونی۔ فینیش۔ اسرائیل اور عرب ایک ہی نسل سے ہیں۔ اس زمانہ کی تصاویر بھی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اسیرین نسل سمیت سے تھے۔ یہ سب مگر قدرے تنگ پشانی۔ موٹی اور باوامی وضع کی آنکھ خوبصورت اور کٹڈی تاک۔ استقلال مزاج ظاہر کرنے والے ہونٹ۔ خوبصورت مٹھوڑی۔ کثیر بال۔ ڈارٹھی لمبی اور سیاہ غرض کہ ان کے تمام خط و خال موجودہ یہودیوں سے مشابہ ہیں۔ عرب بھی گواہیں کی مانند ہیں۔ مگر خوبصورتی میں زیادہ ہیں۔ طاقت اور بہادری میں قوم اسیرین موجودہ یہودیوں کے برعکس تھی۔ ان کی اولاد میں سے صرف کرد ان کی بعض خاصیتوں کا دعوے کر سکتے تھے۔ اسیرین عقیدت میں بھی پکے تھے۔ ان کے بادشاہوں کے سنا سے ہمیشہ خداؤں کے طریقوں سے شروع ہوتے تھے۔ بادشاہ کو بھی اگر کوئی نفع حاصل ہوتی تھی

تو اسی نہادی کی عنایت پر منحصر چاہا جتنا۔ اچھی سی اچھی اشیاء تھیں کہ نظر کی جاتی تھیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ صفت گری مندروں کی تعمیر میں ظاہر کی جاتی تھی اور شاہوں کے محل بھی نہ مہی تصاویر سے پر تھے۔ جس ملک کو فتح کرتے تھے۔ وہاں کے باشندوں کو آشور کی پریش کی ترغیب دیتے تھے۔ کتبوں کے بموجب آشور قوم اسیرین کا بانی ہے۔ چنانچہ لفظ اسیرین بھی آشوری سے لیا گیا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ آشور حد انسانی سے گزر کر خداؤں کے فرقہ میں شامل ہو گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ اسیرین کو آشور کا اعلیٰ سال تو بھول گیا۔ اُسے صرف ایک خدا تصور کرنے لگے۔ توحید میں لکھا ہے کہ اسیرین رشتے خوشوار تھے۔ مگر حقیقت میں یہ الزام اُن کی متواتر لڑائیوں اور بے انتہا بہادری کا نتیجہ ہے۔ بڑے سے بڑے جانور کو چھینکر اُس سے بے اسلہ لٹے جاتے تھے۔ بر خافت اور قوموں کے جو ورنہ دلوں کو دیکھ کر کانپ اُٹھتے تھے اسیرین شیر بہر تک کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اور غواں کی تلاش میں رازد ہوتے تھے۔ اس قوم کی جفا کاری میں بھی کچھ شک نہیں۔ شہر تینوا کیا بلکہ دارا ظلم تھا۔ گو قلعہ قوموں سے بہت مضبوط نظر آتے ہیں جنہوں نے مفتوحوں پر رحم کیا ہو مگر اسیرین خصوصاً جہاں لٹے جاتے تھے۔ ملک کو تباہ و ویران اور باشندوں کو ترساں و ہراساں کر کے آتے تھے۔ گو اسیرین میدان جنگ میں خوشخوار و نظام تھے مگر مفتوحوں کا کہنا سنتے تھے۔ اور قید کرنے کو قتل کرنے پر ترجیح دیتے تھے۔ اور اکثر معاف بھی کر دیتے تھے۔ عورتوں پر خصوصاً زیادہ رحم اور شفقت ظاہر کرتے تھے۔ وغالبازی اور کذب گو کمزوروں کا شیوہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض قوی اور طاقت ور قوموں میں بھی یہ مہلک اور تباہ کنندہ شیوہ پایا جاتا ہے۔ اسیرین باوجود طاقت اور بہادری کے اس عادت بد سے بری نہ تھے۔ اور یہی اُن کے زوال کا باعث ہوا۔ مگر بھی اس قوم میں عام تھا۔ سوائے اپنے باقی سب کو تاجیز سمجھتے تھے۔ اور غیر قوموں کو صرف نفع الہن اور اوزار بنانے کے قابل سمجھتے تھے۔ اور اپنے اپنی عمارت میں دوسری قوموں کے دیستے تھے۔ یونانی مبرضین کے

بوجب اسیرین میں سب سے بڑا عیب عیش و شہوت پرستی تھی۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ابتدا ہی سے اس قوم میں ساری برائیاں موجود تھیں یونان کو ان کے واقعات اخیر کی خبر ملی ہے۔ اور اس میں تو ہم کوئی شک نہیں کر سکتے کہ زوال کے وقت وہ سب عیبوں میں کمال ہو گئے ہوں گے۔ یہ یونان کا شرفِ نیا کے ظلم و جفاکاری کی شکایت کرتے تھے۔ سفیانؒ اسی ملک کی تباہی کو جھوٹ۔ دغا بازی اور لوٹ مار پر مبنی کرتے تھے۔

وماغی طاقتوں میں اسیرین ایشیا کی سب قدیمی اتوام سے بہتر گئے جاتے ہیں گو انہوں نے تہذیب کا بہت سا حصہ خالہ بین سے سیکھا تھا۔ مگر انکی زبان دانی نہ تھی اور طرز حکومت اعلیٰ درجہ کی لیاقت ظاہر کرتے تھے۔ اگر نصف مزاجی سے قوم آسیرین اور حصر کا مقابلہ کیا جائے تو درست نتیجہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت مجموعی اسیرین تہذیب میں مصر سے بڑھ کر تھے۔ مصر ان کی زبان دانی۔ طرزِ تحریر اور تہذیب میں برابری نہیں کر سکتا۔ علمِ حرب میں بھی وہ لاثانی تھے۔ کیونکہ مصری ہمیشہ امن پرست اور بزدل رہے ہیں۔ ہاں علمِ تعمیر میں مصر ان سے بدرجہا افضل ہے۔ اور حقیقت میں مصر کی عمارتوں سے رومن عمارت بھی لگانیں کھا سکتیں۔

شہرِ نینوا کے کھنڈرات

پہلے پہل جب روم کے اُس حصہ میں جہاں اسیر آباد تھا کھدائی کی گئی تو شہرِ نینو کے کھنڈر ملے۔ مگر مورخین نے محلات عالی شان اور خوبصورت مکانات کو دیکھ کر سمجھا کہ شہرِ نینو اب ہے۔ بعد ازاں شہرِ خوزستان آباد کے پاس اور کھنڈرات ملے اور بے سوچے سمجھے مضافوں نے چند دلائل بنا کر اُسے شہرِ نینو قرار دیا۔ خوزستان آباد۔ کوہن جیک۔ تزدوا اور کرمنس کے کھنڈر دن کی وسعت ۲۱۶ مربع میل سے یونانی مورخین بھی لکھتے ہیں کہ یہاں پہلے ایک نہایت وسیع شہر آباد تھا مگر ان تمام شہروں

کی اینٹوں پر ان کے علیحدہ علیحدہ نام پٹے جاتے ہیں۔ پس انہیں شہر نینو یا قصو
 کرنا غلطی ہے۔ یونش کہتے ہیں کہ وہ شہر نینو اکو گئے تھے۔ اور بیان کرتے ہیں کہ وہ شہر
 اتنا بڑا تھا کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے میں تین دن لگتے تھے اور
 وہاں کے باشندوں میں سے ایک لاکھ میں ہزار شہر کے حدود سے ناواقف تھے۔
 بہ صورت یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ شہر بہت وسیع تھا۔ اور جیسا کہ یونش کہتے ہیں۔ کہ
 ایک لاکھ بیس ہزار شہر کے حدود سے ناواقف تھے۔ اس سے یہ مراد ہوگی کہ شہر میں
 راتوں کی تعداد اس قدر تھی۔ پس تمام شہر کی آبادی چھ لاکھ کے قریب ہوگی۔ شہر دراصل
 کے قریب کھدائی کوئے سے شہر نینو اکا پتہ مل گیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یونش
 شہر کی سمت بیان کرنے میں کوئی بے باغ نہیں کیا۔ شہر نینو اس کے کھنڈرات دو
 حصوں پر تقسیم ہیں۔ ایک حصہ کا نام بنی یونش اور دوسرے کا نام کوین جیک
 کوین جیک جو دوسرے حصے سے ۱۰۰ گز کے فاصلہ پر ہے قابل دید ہے۔ اس کی
 شکل جینیوی اور زمین ہموار ہے۔ اور رقبہ کوئی ایک سو ایکڑ کے قریب ہوگا۔ عمارت
 کی مٹی کا اندازہ لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وزن بتیس کروڑ من کے کم ہوگا
 اگر ایسی عمارت کے بنانے پر دس ہزار آدمی روزانہ کام کریں تو کہیں بارہ سال میں جا کر
 ختم ہو۔ اس مقام پر خوب صورت محلات اور مکانات کے نشان باقی ہیں۔ دوسرا
 حصہ بنی یونش رقبہ میں چالیس ایکڑ کے قریب ہے۔ اور وہاں زمین کی سطح بقتلہ
 کوین جیک کے بلند ہے۔ خصوصاً مغربی جانب کو زمین دیوار شہر سے بھی بلند ہے
 حضرت یونش کا مزار اسی حصہ کے شمال مغرب میں ہے۔ اسکے پاس قوم ترکمان
 (کرڈ) کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ جو اس حصہ شہر نینو کے قدیم کے ایک میں
 شرقی حصہ میں مسلمانوں کا ایک وسیع قبرستان ہے۔ حصہ بنی یونش کی مٹی وزن
 میں ایک کروڑ چالیس لاکھ من کے قریب ہوگی۔ بحساب اندازہ کم سے کم دس ہزار
 آدمی ایسی عمارت کو ۵ سال کے عرصہ میں ختم کر سکتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں شہر کی مغربی
 دیوار کو بلند کر کے اُس پر محل بنائے گئے تھے۔ دیوارے وجہ قدیم زمانہ میں اس شہر کے عین

متصل گھنٹا تھا۔ مگر اب شرکی دیوار سے کوئی ایک میل پرے ہٹ گیا ہے۔ اسی شرکاگردا انہی میل کے قریب ہے۔ تمام ایشیا میں ایسا وسیع شہر کہیں نہیں۔ ڈایوڈ و دس یونانی مورخ لکھتا ہے کہ اس شرکی دیوار ایک سو فیٹ بلند تھی۔ اور اس کی دست کی نسبت یہ کہنا کافی ہے کہ تین ہیلیاں پہلو بہ پہلو فصول پر چل سکتی تھیں۔ دیواروں کی چوڑائی آج کل ڈیڑھ سو فیٹ کے قریب ہے۔ جو چوڑے اور پستے بنی ہوئی ہیں۔ گو تفصیل کے اندر دھوپ میں پکائی ہوئی اینٹیں ہیں مگر ان کی بیرونی طرف کو پتھروں سے آراستہ کیا ہوا ہے بعض بعض جگہ دیواروں پر پیلوں کی تصاویر ہیں۔ جن کے سر انسانوں کی طرح کے ہیں۔ خوبصورتی کے لئے سنگ مرمر بھی بعض بعض جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ حفاظت کے لئے تفصیل کے گرد خندقیں کھودی ہوئی تھیں۔ جن کا پانی دیاے خزسے بذریعہ نہر کے لایا گیا تھا۔ اور ایک طرف دیاے و جگہ خندق کا کام دیتا تھا۔ شہر کا معرزی حصہ جو دیاے و جگہ کے متصل تھا۔ امیروں کا مسکن تھا۔

اسیریا کی زبان اور طرز تحریر

علمائے قدیم میں زبان اسیریا کی نسبت کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ توریت کے مقدمہ جات نسبت قوم اسیرین کے پانی اشور کو ارم اور ایبر سے منسوب کرتے ہیں۔ یونانی اسیرین۔ سیرین اور بابونیوں کو ایک ہی نسل سے سمجھتے ہیں۔ مگر سب مورخین حال زبان اسیرین کی عبرانی اور خلدی سے مشابہت بتاتے ہیں زبان اسیرین حقیقت میں قوم سیریت کی زبان کی شاخ ہے۔ صرف مورخین قدیم کے لئے ایک امر باعث تہذیب تھا۔ یعنی چند اسیرین بادشاہوں کے نام شاہان خلد سے مشابہ تھے۔ اور چونکہ فارسی آریہ نسل کے ہیں۔ اسلئے یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسیرین اور فارسیوں کے ناموں میں کیوں کر مشابہت ہو سکتی ہے۔ مگر آجکل کی معلومات نے اس عقیدہ کو بھی حل کر دیا ہے۔ اسمار سرگس۔ آریس۔ اورتوس وغیرہ جو ایریا

کی قدیم تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔ وہ صرف قصہ اور کہانیوں سے لئے گئے ہیں۔
 آجکل ہمیں تمام بادشاہوں کے نام کہتوں کے ذریعے سے معلوم ہو چکے ہیں۔ اور
 ان میں کوئی ایسے نام پائے نہیں جاتے۔ اسلئے شاہانِ اسیہ کے ناموں میں قوم
 آریہ کا کوئی اختلاط نہیں۔ یہی پوٹیمیا میں بہت سے کھنڈرات سے زبانِ آریہ کے
 کتبے دستیاب ہوئے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے اس ملک کی زبان کے مختصر
 لغات بنائی گئی ہے۔ اور جیسا کہ ہمیں زبانِ لاطینی اور یونانی سے واقفیت
 ہوئی تھی۔ ویسا ہی زبانِ اسیہ میں معلوم ہو چکی ہے۔ بہت سے مٹی کے متجان جن
 میں بعض تین تین فیٹ لمبے ہیں۔ کھنڈرات سے ملے ہیں۔ ان پر اسیہ میں
 بادشاہوں کے وقت کے مشہور واقعات مرقوم ہیں۔ جوں جوں ہمارے معلومات
 قومِ اسیہ کے متعلق بڑھ رہے ہیں یہ امر پائے یقین کو پہنچ رہا ہے کہ یونانی جنہوں
 نے تہذیب میں اس قدر ناموری کی ہے۔ موجد نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے بہر
 بات میں اسیہ کی نقل کی ہے۔

قدیم اسیہ میں لکھنے کے دو طریقے تھے۔ اولاً پتھروں پر حروفِ کندہ
 کئے جاتے تھے مگر چونکہ یہ طریق منگنا تھا اسلئے صرف بادشاہوں ہی کے کتبے
 پتھروں پر پائے جاتے ہیں۔ دوم کچی مٹی کی اینٹ پر لکھ کر اسے آگ میں پکاتے
 تھے۔ یہ طریقہ ایسا عمدہ اور پائدار ہے کہ اس زمانہ کے پرائے سے چرائے کتبے
 صحیح و سالم پائے جاتے ہیں۔ گو ہمیں اس کا کھوج نہیں ملا۔ مگر ممکن ہے کہ اسیہ یا
 میں تحریر کے اور طریق بھی ہوں گے۔ کیونکہ مصر میں نے اسیہ کے عروج کے
 کئی سو سال پیشتر سیاہی اور کاغذ کو ایجاد کیا تھا۔ اور چونکہ بادشاہانِ اسیہ کا
 مصر سے تعلق رہا ہے۔ اسلئے شاید انہوں نے قلم سیاہی سے لکھنے کا طریقہ مصر
 سے سیکھ لیا ہو۔ مزید برآں فارسی بھی جنہوں نے تہذیب قومِ اسیہ کو سیکھی
 ہے۔ ایک قسم کا کاغذ تحریرات میں استعمال کرتے تھے۔

پس یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اسیہ میں جو فارسیوں کے آستانہ اور آستانے بدجھا

زیادہ مہذب تھے۔ اس آسان طریق تحریر کا استعمال نہ کرتے تھوں۔ چونکہ اسرین نے طرز تحریر کو قوم خالین سے سیکھا ہے۔ اسلئے اُن کا لکھنا بھی مصوری پر مبنی ہے۔ مندرجہ ذیل چند الفاظ سے ناظرین اسرین کی طرز تحریر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

۷ = گھر ۷ = دروازہ = پھلی

سڑا پیر (فرانسیسی منہج) لکھتا ہے کہ زبان اسرین کے حروف ابجد تین سو اٹھارہ (۳۱۸) کے قریب ہیں۔ اسرین تحریر پر زیادہ بحث کرنے کی بجائے مناسب ہے کہ ناظرین لی دلچسپی کے لئے اس زبان کے چند الفاظ بطور نمونہ تحریر کئے جاویں۔

زبان اسرین کا لفظ معنی اسکا مشابہ لفظ کسی اور زبان میں

ابو	باب	ابو (عربی)
آمو	ماں	آم (عربی)
آخو	بھائی	انخی (عربی)
بال یا بال	بھیا	بار (سرین) بال (پنجابی) مگر خدا بھائے یہ مشابہت کیسے واقعہ ہوئی۔

اٹو	خدا	اللہ (عربی)
سارو	بادشاہ	سرو (عبرانی)
ملک	شاہزادہ	ملک (عربی)
پتو	امیر	پو (عبرانی)
پتو	مرو	پنو (عبرانی)
سالی	آسمان	سموی (عبرانی)
ارشت	زمین	الش (عبرانی)
سین	چاند	
رت	سمندر	میر (زبان جوڑمن دلاطین)

زبان اسرین کا لفظ معنی اس کا مشابہ لفظ کسی اور زبان میں

نہ	نہ	نہ (عربی)
یو	دن	یو (عبرانی)
الامو	دینا	علم (عبرانی)
بیت	گھر	بیت (عربی)
باب	دروازہ	باب (عربی)
لسان	زبان	لسان (عربی)
اسار	جگہ	
میتو	سوت	
سونو	گھوڑا	

چند اسماء تعریف جب ذیل میں

راؤبو	بڑا	راؤبو (عبرانی)
تاؤبو	اچھا	تاؤبو (عبرانی)
باشو	برا	باشو (عبرانی)
ماوت	مہبت	ماوت (عبرانی)
رک	دور	رک (عبرانی)

چند حروف تعداد بھی مرقوم کئے جاتے ہیں

ذکر	اشتن	ششائے	ارباب	جنشائے	یششت	شبت	شمنائے
مونٹ	اقت	اربہ	شلاش	نخاش	شش	بشی	
سنی	ایک	دو	مین	چار	پانچ	چھ	سات آٹھ
ذکر	تشت	اسرت					
مونٹ	تشی	اسری					
معنی	نو	دس					

- ۱۳ شے
۳۰ شلاشے
۴۰ ارپاستہ
۵۰ ششائے
۶۰ ششائے
۷۰ شبائے
۸۰ شنائے
۹۰ تشائے
۱۰۰ سے

اسیم ضمیر کی مثالیں

واحد آنکو = (میں) اتا = (تو) شو = (وہ مرد) شی (وہ عورت)
جمع انامی = (ہم) آتا لون = (تم) شونوت = (وہ جمع مذکر) شینات (وہ جمع مؤنث)
ما = کون آؤ = وہ

افعال

اسرین	ترجمہ	اسرین	ترجمہ	اسرین	ترجمہ	اسرین	ترجمہ
الاک	جانا	اسخار	جمع کرنا	باننا	ترجمہ	اسرین	ترجمہ
دین	انصاف کرنا	دک	مازنا	امیر	گدزنا	دانا	دینا
ارش	پوچھنا	منشر	حفاظت کرنا	ماؤا	کو دنا	اندل	بہنا
سگا	بڑھنا	شکن	بہنا	شتر	لکھنا	سبت	پکڑنا

اسم طرف

اسرین	اردو	اسرین	اردو	اسرین	اردو	اسرین	اردو
یو	اوپر	لا	نہیں	لاپانی	مذکورہ	سبلی	مہربانی سے
علت	عللہ	آدی	جب تک	کی	اگر		

امثال مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ زبان اسرین نہ تو عبرانی ہے نہ خالیدی نہ خویشین اور نہ عربی۔ مگر ان سب زبانوں سے اُسے بڑی مشابہت ہے۔ اس زبان کی ایک قواعد ایک فرانسیسی مسمیٰ اوپیونے تیار کی ہے۔

اسرین کی بیات کوروسن کیا یونانی سب مذہب اقوام مانتے ہیں۔ اور حقیقت میں اُس زمانہ کی مسند گری دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ تعمیر۔ خاکہ کشی۔ بت تراشی۔ زرگری۔ عوارپن۔ برتن سازی۔ کندہ گری۔ اسباب خانہ بنانے۔ باغی و انت پر کام کرنے۔ مٹی کے برتن بنانے اور لباس پر طلائی کام کرنے میں اسرین اپنی ہم عصر ایشیائی قوموں میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم جراثیم میں بھی اسرین ہوشیار تھے۔ مصر و چین کے برخلاف اسریا کی تہذیب روز بروز ترقی کر رہی تھی۔ اور اگر بدقسمتی سے غیر مذہب اور وحشی قومیں حملہ آور نہ ہوتیں۔ تو خدا جانے اُن کی تہذیب کس درجہ تک پہنچ جاتی۔

قوم اسرین کے عادات و اطوار

”اُنکے تیر تیز اور کمان خمیدہ تھے۔ اُن کے گھوڑوں کے منوں کو تنگ چھتاق اور رتھوں کے پتوں کو گولہ کنیں تو بجا ہے“ (توریت)

اسرین کی عادات و رسومات پر بحث کرنی مناسب ہے کہ اُن کے جنگی اور امن کے حالات پر علیحدہ علیحدہ غور کی جاوے۔ اسرین بھیلوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر یا پیادہ لڑائی پر جاتے تھے۔ اور بہت سی قدیمی اقوام جیسے مصری۔ یونانی۔ کنانی۔ قوم اسرائیل۔ یہودی۔ فارسی اور کال کی طرح تھوں کو زیادہ معزز اور محفوظ سمجھتے تھے۔ اور لڑائی کے وقت اُن میں بیٹھ کر لڑتے تھے ارشاد تو خصوصاً اسی سواری کو کام میں لاتا تھا۔ شہروں کا محاصرہ کرتے وقت پیادہ تیر اندازی بھی کرتے تھے۔ اسرین جنگی رتھیں لکڑی سے بنائی جاتی تھیں۔ اور اُن پر یونانیوں کی طرح سے پیچھے سے سوار ہوتے تھے۔ رتھیں کیا تھیں۔ کہ

صنعت اور خوبصورتی کا عطر مجموعہ تھا۔ گھوڑوں پر زین پوشاک اور گاڑیوں پر ہیل بوٹے عجیب و غریب افواظ پر پیش کرتے تھے۔ گاڑیاں صرف دوپیر ہی ہوتی تھیں۔ رسالہ جنگی ہیلیوں سے دوسرے درجہ پر گنا جاتا تھا۔ ابتدا میں علوم ہوتا ہے کہ رسالہ شاد و نادر ہی استعمال ہوتا تھا۔ مگر سالوں کے وقت میں رتھیں کم ہو گئیں اور رسالہ پر زور دیا گیا۔ تیراندازی اور نیزہ بازی کی مشق ہر سوار پر لازمی تھی۔ پیادہ فوج میں ایک تیرانداز اور ایک ڈھالچی ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ تیر چلائے وقت ڈھالچی تیرانداز کو ڈھال سے محفوظ رکھتا تھا۔ تاکہ اعدا کے تیرکار گرنہ ہوں۔ خود بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ قوم اسرین دشمن کی طرح موسم گرما میں اسرین اپنے ہمسایہ ریاستوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور جب ملک دشمن خراج گزار یا فرماں بردار بن نہیں جاتا تھا۔ ہر سال حملہ کرتے تھے۔ بادشاہ خلعت پہنے لشکر میں ہلی پر سوار ہوتا تھا۔ بہت سے تیرانداز اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اگر راستہ میں کہیں دریا آ جاتا۔ تو ہیلیوں کو کشتیوں پر دھکر پار اتارتے تھے۔ بادشاہ اور امرا کے سوا باقی سب لشکر تیر کر جاتا تھا۔ میدان جنگ میں بادشاہ اور امرا کے لئے نیچے لگائے جاتے تھے۔ مگر باقی سب پیادہ یوں ہی رات بسر کرتی تھی۔ کھانے کے لئے بیل بھیڑیں اور بکریاں ساتھ لے جاتے تھے۔ دوسری قوموں کی نسبت بہتر مسلح ہونے کے سبب اسرین عموماً فتحیاب ہوا کرتے تھے۔ سپاہی مقتولوں کے سر کاٹ کر بادشاہ کو دکھانے لاتے تھے۔ اس رسم کی بدولت پیادہ غنیمت اکثر فضا ہو جایا کرتی تھی۔ جو سپاہی مقتولوں کے سر نہیں پاتے تھے وہ فوج دشمن کے اسلحہ وغیرہ لوٹ کر لاتے تھے اور ایک منشی تمام لوٹ مار کے اسباب کو درج فرست کرتا جاتا تھا اگر اسرین دشمن کو قلعہ میں محصور پاتے تھے۔ تو اولاً تیراندازوں کو زینے کے ذریعے سے قلعہ پر چڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر جب اس طریق سے کامیابی نہیں ہوتی تھی تو ایک قسم کے انجن کو جو محفوظ کر کے کی طرح بنا ہوا تھا۔

دیوار قلعہ کے پاس پہنچا کر اُس کے ذریعہ سے فصیل کو توڑتے تھے۔ یا ایک اور قسم کی کل کے ذریعہ سے قلعہ میں بھاری بھاری پتھر پھینکتے تھے۔ مگر اسکا استعمال بہت کم تھا۔ کیونکہ عموماً فوج مخالف نے لوگ سپر آگ پھینک کر جلا دیتے تھے۔ اسرین یوں بھی تو مخالفوں کی خاصی سرزنش کیا کرتے تھے۔ مگر خصوصاً باغیوں پر بڑی جفا روا رکھتے تھے۔ قیدیوں کے ہونٹھوں میں سوراخ کر کے بالیاں ڈالتے تھے۔ اور یکے بعد دیگرے بادشاہ کے پاس لاتے تھے۔ کسی پتھر سے بادشاہ مانگ دھرتیا تھا کوئی معاف اور کوئی قتل کیا جاتا تھا۔ اور بعضوں کو غلام بنالیتے تھے۔ خالد بن جبار زانی میں قابل ہونے کی وجہ سے بحری جنگ بھی کیا کرتے تھے۔ مگر اسرین سے جو دشمن بھاگ کر کسی جزیرے کو چلے جاتے تھے۔ اُن کی رستگاری ہو جاتی تھی۔ صرف بادشاہ شمس کے عہد میں قوم اسرین نے جزیرہ طایر پر حملہ کیا تھا۔ مگر اس بحری لڑائی میں بھی جبار اُن کے اپنے نہ تھے۔ قوم فونیشین سے مانگ کر لے گئے۔ اسرام میں بھی دوسرے مذہب ملکوں کی طرح بادشاہ شائستگی اور اخلاق کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہوں کا لباس عرب کی طرح تھا۔ اسرین عورتوں کو پر وہ میں رکھتے تھے۔ اسلئے شافونا و رہی کتبوں میں عورت کا ذکر مل سکتا ہے صرف ایک تصویر میں بادشاہ مسری پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ اور ملکہ متصل ایک کمری پر بیٹھی ہے۔ خواجہ سرا رادر دگر دھڑے نظر آتے ہیں۔ ملکہ نے کانوں میں بالے اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے ہوئے ہے۔ بادشاہ کے خواصوں میں سے وزیر اعظم سب سے بڑا تھا۔ اور اُسکا لباس تمام ملک میں بادشاہ سے دوم درجہ کا تھا۔ چند قسم کے لباس صرف بادشاہ یا وزیر پہن سکتے تھے۔ اور کسی کو اجازت نہ تھی۔ ہر ایک افسر کے لباس میں امتیاز کے لئے کچھ نہ کچھ فرق رکھا جاتا تھا۔ اسرین گو صرف ایک عورت سے شادی کرتے تھے۔ مگر اُن میں کنیزیں رکھنے کی بڑی عادت ضروری تھی۔

اسرین علم موسیقی۔ تجارت اور شاعری کی نہایت قدر کرتے تھے۔ بالونی (اُس کے ملک کے رہنے والے) جسکا دار الخلافہ بابل تھا) جو اسرین کے ہمسایہ تھے۔

گانے بجانے پر جان دیتے تھے۔ حضرت دانیال کا بار بار قسم قسم کے سازوں کا ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کم از کم چھ سو سال قبل مسیح بابلون میں طرح طرح کے اوزار موسیقی موجود تھے۔ کبتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بھی بہت سی قسم کے ساز گانے بجانے میں استعمال کرتے تھے۔ مصر میں جو وہ قسم کے ساز پائے گئے ہیں۔ گو اسرین مصریوں جیسے گائی پر فدا نہ تھے۔ مگر ان کے پاس بھی نو طرح کے ساز موجود تھے۔

اسرین نے گو پہلے جہاز رانی میں شوق ظاہر نہیں کیا۔ مگر تغلات پلسر (۱۲۰۰ قبل مسیح) کے زمانہ میں اس علم میں بہت سی ترقیاں ہونے لگیں۔ اور تجارت کی رونق بھی روز بروز بڑھنے لگی۔ نعان، شرنینوا کی طرف خطاب کر کے کہتے ہیں تو نے اپنے تجاروں کو آسمان کے ستاروں سے بڑھا دیا ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ اسرائیل کا محل وقوع اسکی تجارتی ترقی کا باعث تھا۔ ہندوستان کی عجیب و غریب پیداوار اقوام مغرب کے پاس پہنچنے اور ہندوستان اور فارس کو مغربی عجائبات کے پہنچانے کے لئے انہیں اعلیٰ درجہ کا موقعہ حاصل تھا۔ اسرین کا ہندوستان سے تعلق چند کبتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنیر ہاتھی اور ہندوستانی خاص قسم کے اونٹ کی تصاویر ہیں۔ چونکہ ہاتھی اور خصوصاً ایک قسم کا اونٹ اُس زمانہ میں سوائے ہند کے اور کہیں نہ تھا۔ اسلئے ضرور ان کی آمد و رفت ہندوستان میں ہوتی ہوگی۔ جو ان جانوروں کی تصاویر بنائی تھیں یونانی لکھتے ہیں کہ اسرین زمانہ قدیم میں طرح طرح کے مصالحہ جات فروخت کرتے تھے۔ مگر مصالحہ قسم قسم کے ہند ہی میں ہوتے ہیں۔ پس وہ ہند سے خرید کر مغربی ایشیا میں فروخت کیا کرتے ہوں گے۔

دراخت میں بھی اسرین بڑے ہوشیار تھے۔ ہنروں کے بنائے میں انہوں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ عرب کے موجودہ پل انہیں کی ایجاد ہیں۔ بہت سے آلات زراعت جو مصر اور ایران وغیرہ میں آجکل رائج ہیں۔ ہزار سال پہلے

کہ اسیرین نے ایجاد کئے تھے۔

اسیرین کی ایک قسم کی ٹوپیاں افغانی کلاہوں سے مشابہ ہیں۔ مگر طوالت میں وہ کلاہ سے زیادہ ہیں۔ اور ان کی نوک کلاہ جیسی تپلی نہیں۔ اسیرین طح طرح کے خوب صورت زیور بناتے تھے۔ شانہ بھی اُس زمانہ میں بکثرت استعمال ہوتا تھا اور آئینہ بھی دھات سے بناتے تھے۔ غرض کہ عورتوں کے لئے ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان موجود تھے۔ گوشت کا استعمال کم تھا۔ مرنہ میدانیں جنگ فتح کے بعد گوشت کی منڈیاں چڑھا کرتی تھیں۔ پچھلی کو اکثر کھاتے تھے۔ بادشاہ ناسا شریب اپنے ملک کو غلہ شراب اور انگور کا گھر کستا تھا۔ اور وہاں کے زیتون و رشہد کا بھی ذکر کرتا ہے۔ شرنینوا کے ارد گرد انگور بکثرت ہوتے تھے۔ اور شراب خوری بھی اُس زمانہ میں اعتدال سے بڑھ کر تھی۔ چنانچہ حضرت لغمان شرنینوا کے باشندوں کو شراب خوری کا الزام دیتے ہیں۔

مذہب اسیرین

اس قوم کا مذہب سوائے چند باتوں کے خالیدین کے مشابہ تھا۔ گو وہ نہایت اُس زمانہ میں کسی قوم میں نہ تھی۔ مگر خالیدین اور اسیرین علاوہ بہت سے خداؤں کے ایک کو سب سے افضل مانتے تھے۔ اسیرین نے برعکس خالیدین کے قومی خدا کو اول درجہ کا تصور کر رکھا تھا۔ گو وہ خالیدین کے بعض خداؤں کے معتقد تھے مگر انہیں کچھ فضیلت نہیں دیتے تھے۔ اسیرین لوگ آشور کی حید تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اپنی خوش قسمتی ترقی اور فتوحات کو اُسی سے منسوب کرتے تھے۔ جب لڑنے جاتے تھے تو آشور کے نام پر۔ جب کوئی ملک فتح ہو جاتا تھا تو وہاں آشور کا بت کھڑا کرتے تھے اور لوگوں کو اُس کی پرستش اور تعظیم کرنا سکھاتے تھے۔ آشور بن شام بن نوح اُس قوم کا بانی تھا۔ جوں جوں آشور کی پرستش ترقی کرتی گئی اُسے خدا تصور کرنے لگے۔ اُسکی تعریفات اور صفات بھی بڑھتی گئیں۔ غرض کہ مذہب اسیرین صرف آشور کی پرستش پر

منحصر ہو گیا۔ شمس (سورج) سین (چاند) زرگال (خدا سے جنگ) نین (شکار کا خدا) وکل (خدا سے برق) اور نئے درجہ کے خیال کئے جاتے تھے۔ آشور کا بت ایک عجیب طرح سے بنایا جاتا تھا۔ ایک دائرے کے اندر ایک پر دار آدمی بنا کر اسے آشور کا بت سمجھتے تھے۔ آشور کبھی ہاتھ میں کمان لئے اور کبھی تیر اندازی کرتا نظر آتا ہے۔ پروں کے معنی اس کا ہر جگہ حاضر ہونا۔ شکل انسانی سے مراد اس کی عقل۔ اور دائرہ سے اس کا دوام ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ آشور کی پرستش بلور خدا کے اس کے بانی قوم ہونے پر منحصر تھی۔ پہلے اس کی تعظیم کرتے تھے۔ پھر پرستش ہونے لگی۔ اور آخر کار آشور کو خدا سمجھنے لگے۔ اور اس بات کا خیال کسی کو نہ رہا۔ کہ آیا آشور اصل میں کون تھا۔ آشور کو یا کہ خدا کا ہم معنی لفظ ہو گیا۔ آشور کی علامات میں سے ایک شجر مقدس تھا۔ جسکی پرستش بدرجہ کمال تھی۔ حقیقت میں یہ کوئی قدرتی درخت نہیں تھا۔ صرف مصنوعی طور پر ایک عجیب غریب شکل کا درخت بنایا جاتا تھا۔ غالباً اسرین نے اس درخت کی پرستش قوم فونیشین سے سیکھی ہے۔ کیونکہ اسی قوم سے یہودیوں نے ایک درخت سرسوم بہ عاشورہ کو پوجنا سیکھا تھا۔ گولہ۔ ایشترا و بدیش و قوم خالیدین کی تین مشہور دیویاں) کی پرستش کی جاتی تھی۔ صرف حوا۔ ینبو۔ اور سیر و بلخ کا کم خیال کیا جاتا تھا۔ چونکہ ناظرین قوم خالیدین کی بت پرستی کا حال پڑھ چکے ہیں۔ اور اسرین مذہب ان کی نقل ہے۔ اسلئے مضمون کو طویل کرنا بے فائدہ ہے۔ آؤ آشور کی پرستش ملک اسرائیل بادشاہ شمس و مل حاکم بابلون کے وقت میں رائج ہوئی۔ جسے اٹھارہ سو میں قبل مسیح اسرائیل کو فتح کر کے دار الخلافہ میں آؤ کا بت کھڑا کیا۔

مندرجہ ذیل فرستے اسرائیل کے بتوں کے نام معلوم ہو جائیں گے۔
آشور اول درجہ کے خدا کی بیوی شمس دھاتھی۔ ان کی پرستش قلعہ مشرکات میں ہوتی تھی۔

سلطنت اسیرا کے مشہور واقعات

مشہور ترین واقعات تیسروں و دسویں یونان کے بموجب		تیسروں و دسویں یونان کے بموجب	
واقعات	کس سنہ میں	واقعات	کس سنہ میں
سلطنت اسیرا کا زمانہ عروج	۱۲۵۰ سے ۳۰ قبل مسیح	اسیرن خاندان کے پینتالیس بادشاہ	۱۳۰۱ سے ۷۵ قبل مسیح
میدان کی بغاوت	۳۰ قبل مسیح سات سو تیس	بادشاہ پل کی حکومت	۷۵ سے ۴۴ قبل مسیح تک
سلطنت اسیرا کا زوال	۴۳۰ سے ۱۰۰ قبل مسیح سات سو تیس سے چھ سو	شانان اسیرا پل کے وقت سے مار کے وقت تک	۴۴ سے ۶۲۵ قبل مسیح
مشہور فنو کی تباہی	۶۰۰ قبل مسیح چھ سو قبل مسیح	شہر فنو کی تباہی	۶۲۵ قبل مسیح چھ سو پچیس قبل مسیح
بذریعہ کتبوں کے جو جو حالات ہمیں ملے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ہم باسانی شانان اسیرا کی سلسلہ وار فہرست بنا سکتے ہیں			
بادشاہ کا نام	عہد حکومت	واقعات	
اسی داگان	۱۸۵۰ سے ۱۸۲۰ قبل مسیح		
سول نبزا	۱۸۲۰ سے ۱۸۰۰ قبل مسیح		
اگور کا پ کا پو سول نبزا	۱۸۰۰ قبل مسیح کے قریب		

مشہور واقعات	عہد حکومت	بادشاہ کا نام
	۱۶۵۰ قبل مسیح کے قریب	{ ائوبہ اری تہک }
	۱۶۰۰ قبل مسیح	بیل کا پ کا پو
	۱۶۵۰ قبل مسیح کے قریب	{ ادا سی بیل بانی }
	۱۶۰۰ قبل مسیح	{ آسور ذاکر ایسم منہ نقل سوری }
	۱۵۵۰ قبل مسیح	{ اربابی دل آرمین آہی }
	۱۵۰۰ قبل مسیح	{ آسور زیرٹی ما بوندان }
ایک کتبہ پر مرقوم ہے کہ یہ بادشاہ پینا پر پائیس بادشاہ خالدی کا ہم عصر تھا۔	۱۴۵۰ سے ۱۴۲۰ قبل مسیح	اہر بل نسی ٹو
	۱۴۲۰ سے ۱۴۱۰	بزو آسور
	۱۴۰۰ سے ۱۳۶۰	اسور ابالد
اس بادشاہ کے حالات قلعہ شریکات اور شہر مزد کے کھنڈرات سے برآمد ہوئے ہیں۔	۱۳۶۰ سے ۱۳۵۰	بل زیری
	۱۳۵۰ سے ۱۳۳۰	بوڈول
	۱۳۳۰ سے ۱۳۰۰	ول زاری
	۱۳۰۰ سے ۱۲۶۱	شمانسیر
ایک کتبہ پر اس بادشاہ کو فتح بابلون لکھا ہے۔	۱۲۶۱ سے ۱۲۴۰	تفولتی نپ
	۱۲۴۰ سے ۱۲۲۰	بل کدور اور

بادشاہ کا نام	عہد حکومت	واقعات
غنیپ پال سر	۱۲۲۰ سے ۱۲۰۰ قبل مسیح	اس بادشاہ کا شلمانسر کے کتبہ میں ذکر ہے
اسور دان بنبر	۱۲۰۰ سے ۱۱۷۱	
سفنا جیل نسکو	۱۱۷۱ سے ۱۱۵۰	
اسور اسی لم	۱۱۵۰ سے ۱۱۳۰	
تکلات پسر بنبر	۱۱۳۰ سے ۱۱۰۰	
اسور بل کا	۱۱۰۰ سے ۱۰۸۰	
سمن ل بنبر	۱۰۸۰ سے ۱۰۶۰	
اسور اب امر	۱۰۵۰ سے قبل مسیح کے قریب	
مناتی	۱۰۰۰ قبل مسیح	
اسور دان بنبر	۹۳۰ سے ۹۱۳ قبل مسیح	اس بادشاہ کو بعد کو فو بادشاہ کا حال اس میں قریب پر قوم ہے
دل ناری بنبر	۹۱۳ سے ۸۹۱	
تکلیتی بنبر	۸۹۱ سے ۸۸۵	
اسور ناری پال	۸۸۵ سے ۸۶۰	
شلمانسر بنبر	۸۶۰ سے ۸۲۵	
اسور دین پال	۸۲۵ برس قبل مسیح	
سمن ل بنبر	۸۲۵ سے ۸۱۲	
دل ناری بنبر	۸۱۲ سے ۷۸۳	
شلمانسر بنبر	۷۸۳ سے ۷۶۲	
اسور دان بنبر	۷۶۲ سے ۷۵۵	
اسور ناری بنبر	۷۵۵ سے ۷۲۵	تکلات پسر بنبر
تکلات پسر بنبر	۷۲۵ سے ۷۲۲	
شلمانسر بنبر	۷۲۲ سے ۷۲۲	

سارگون	۶۲۲ سے ۶۰۵ تک قبل مسیح
ناشریب	۶۰۵ سے ۶۸۱ تک قبل مسیح
ایسارحادون	۶۸۱ سے ۶۶۸ تک قبل مسیح
آسوربانی پال	۶۶۸ سے ۶۲۶ تک قبل مسیح
بل ذاکر اسکون	۶۲۶ سے ۶۲۰ تک قبل مسیح
آسور اسیل الی	۶۲۰ سے ۶۰۴ تک قبل مسیح

اسیریا کی تاریخ قدیم نسبتاً بالوں (خالدی) سے زیادہ مفصل ہے۔ بادشاہوں کی تخت نشینی کے حالات واضح اور مکمل ہیں۔ ولی زیری کے وقت کے جو کتبے پاسے کئے ہیں انہوں نے اسیریا کی تاریخ کو مکمل کرنے میں بہت مدد کی ہے یہ اثر ثابت ہو چکا ہے کہ قوم امیرین کی تہذیب اس زمانہ سے جکا مورخین ہمیشہ نوکر کرتے رہے ہیں بہت پڑانی ہے۔ اس سلطنت کا تاریخی زمانہ یہود اور قوم اسرائیل کا ہم وقت ہے۔ نسلے و دونوں سلطنتوں کے تاریخی حالات کا مقابلہ کرنے سے بہت سی غلطیاں دور کی گئی ہیں۔ افسوس ہے کہ تاحال چند باتوں کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ایک بادشاہ پل نامی جس نے سلطنت یہود کو فتح کر کے خراج گزار بنایا تھا۔ تاحال اس کے واقعات بلکہ نام تک کتبوں سے معلوم نہیں ہوا ہاں ایک افسر سے پل کے کتبے ملے ہیں۔ اس ملک کے کتبوں سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ قوم سیت سے پہلے دریائے فرات کے قریب ایک قوم تو زانی (سنگول) نسل کی آباد تھی اور کیا بالوں اور کیا اسیریا سب نے اس زمانہ میں تہذیب انہیں سیکھی تھی۔ جب قوم سیت غلبہ میں آئی۔ تو اس نے مغلوب قزاقیوں کی زبان تبدیل کر دی۔ یہ تغیر غیر معمولی نہیں۔ جب قوم سیکسن نے انگلستان کو فتح کیا۔ تو انہوں نے بھی قدیمی باشندوں کی زبان کا نشان مٹا دیا۔ سلطان روم کی رعایا کا بہت سا حصہ ترکی بولتا ہے۔ گرائنگن اصل

زبانیں زبانہ قدیم ہیں اور تھیں۔ اس امر کا پورا پورا نشانہ بننے قوم سنگول کی قدیمی تہذیب کی زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے لئے کوششیں بھرہی ہیں اور یقین ہے کہ تاریخ قدیم میں بہت بہت بڑے انقلابات واقعہ ہونگے۔

قوم اسرین کھوج کی نوکر حاصل ہوا

اسرین نصف دریائے وجلہ پر آباد ہونے سے پہلے زمانہ ہائے وجلہ و فرات کے قریب آباد تھے۔ اس سرزمین ملک میں جہاں قدرت نے انسان کی تاسیث کے لئے ہر طرح کے سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ اسرین کا ایک گھرانہ بڑھتے بڑھتے قوم بن گیا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے اپنے مذہبی عقائد کو بچتہ کیا۔ اور مہنہ میں بھی خاصی ترقی کی۔ اُن کی اُس زمانہ کی بنیادی ہوئی چیزیں جو کھنڈرات میں سے ملی ہیں۔ اُن کے ابتدائی کمالات اور صفت بڑے اعلیٰ درجہ کا ثابت کرتی ہیں اسرین نے خالین کا تاریخی زمانہ شروع ہونے سے پہلے ملک اسریم میں سکونت اختیار کی ہے۔ چونکہ شاہان خالہ کی کاراج اُس تمام سرزمین پر تھا۔ اسلئے ممکن ہے کہ قوم اسرین کی جلا وطنی خالین ہی کے حکم سے ہوئی ہو۔ کیوں کہ اُن میں یہ ایک عام قاعدہ تھا کہ رعایا کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کر دیتے تھے۔ تاکہ ملک میں امن قائم رہے۔ اور ایک ہی نسل کی اقوام آپس میں ہلکے باغی نہ ہو جاویں۔ آشور پالت شاہ اسریم کی بیٹی کی شادی پرنا پرپاس بادشاہ خالہ سے ہوئے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں ان دونوں ملکوں کے شاہی خاندان آپس میں رشتہ داری کرتے تھے۔ پرنا پرپاس کی وفات کے بعد کلاخرواس اُس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ مگر آزادی بوکاس نامی ایک شخص بادشاہ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر بیٹھا۔ آشور پالت بادشاہ اسریم سے یہ دیکھ کر نہ رنکا گیا۔ اور فوراً اپنے پوتے کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ فوج گران لیکر بابلون میں جا پہنچا۔ اور بادشاہ کاذب کو قتل کر کے مقتول شاہ

اسریا کے دوسرے بھائی کو تخت پر بٹھایا۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک اسریا ابتدائی زمانہ میں بھی کیسے قدر عزت و وقعت رکھتا تھا انکسارات نین کے وقت میں اسریا نے بابلون کی ماتحتی سے سرکشی کی۔ اور اسی وقت سے ان دونوں سلطنتوں میں بغض و فساد پیدا ہو گیا۔ بابلون میں اس وقت ویاں کے قدیمی مالک یعنی توراتی بالکل شکستہ حال ہو چکے تھے۔ اور قوم سمیت کے امام اور ترابان بھی انہوں نے اختیار کر لی تھی۔ الغرض اس زمانہ میں دونوں ملکوں یعنی خالیدی (بابلون) اور اسریا میں قوم سمیت غلبہ میں تھی۔ رفتہ رفتہ بادشاہ اسریا کی طاقت کا حال بابلون پر کھلنے لگا۔ مورخین قدیم لکھتے ہیں۔ کہ اسی زمانہ میں اسریا نے ملک مصر کو بھی فتح کر لیا مگر یہ غلطی کتبوں سے باسانی دور ہو سکتی ہے۔ اُس زمانہ میں فقط مصر کرستان اور موجودہ مصر و نوبرا اطلاق کرتا تھا۔ اسلئے نام کی مشابہت سے اکثر مورخین دھوکے میں پڑ گئے۔ بادشاہ اسریا نے صرف کرستان کو فتح کیا تھا تعلقات نین شاہ اسریا شکار کا نہایت شوقین تھا۔ کتبوں میں ذکر ہے کہ اُس نے اپنے ماتھے سے نو سو بیس شیر شکار کئے تھے۔ وہ اپنی کامیابی کو زکال اور عین (خداے شکار و خداے جنگ) سے منسوب کرتا ہے۔

اسریا کی ایک شہزادی سماتہ سمی رامس جبکی تعریف میں قدیمی یونانی امقدار رطب الانسان ہیں اور اسے سکندراعظم کا ہمایہ خیال کہتے ہیں۔ چنانچہ کی تصانیف میں اس کی خوب صورتی کا حال پڑھ کر لوگ عیش و عشرت کرتے تھے اور اس کی بہادری پر انگشت بدندان تھے۔ اور مورخین حال نے اس شہزادی کے حال کو صرف بناوٹی کہانی سمجھا تھا۔ مگر کتبوں سے یہ راز بھی افشا ہو گیا ہے۔ یہ مشہور و معروف عورت بادشاہ ولش سوم کی بیوی تھی۔ اس ملک کا کتبوں میں ذکر ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں اُس کی قدر حد سے زیادہ ہوگی۔ ورنہ اسیرین کتبوں میں عورتوں کا حال کہیں نہیں پایا جاتا۔

حضرت دینس کا شہر نینوا میں ظاہر ہونا

جبکہ شہر نینوا کی بدکاری اور بُرائی پایہ کمال کو پہنچی۔ ایک بڑا بادشاہ نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا وہ ظلم و اسیرین میدان جنگ میں ظاہر کرتے تھے۔ خدا کی نظر میں اُس زمانہ میں معصیت جیسا بُرا نہ تھا۔ گراہ لوگوں کا نور قلب انہیں لاکھ ترک گناہ کی ترغیب دیتا۔ مگر شہر میں بدکاری کے وہ درہ سامان بنے تھے۔ کہ فرشتوں کا بھی دل اہل جاتا۔ یکایک ایک ہیبت ناک آواز شہر میں چاروں طرف گونجنے لگی۔ گھروں۔ سراؤں اور بازاروں میں جہاں دیکھو وہی کا پنتی ہوئی آواز سنائی دیتی تھی۔ چالیس دن کے اندر شہر نینوا برباد ہو جائے گا۔ ایک عجیب اور سادہ انسان چڑھے کے کپڑے پہنے ہوئے جا بجا لوگوں کو اُن کے انجام بد سے آگاہ کر رہا تھا۔ لوگ حیران اور انگشت بدندان تھے۔ کہ یہ شخص کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ ہزار پوچھتے تھے۔ مگر بجز اس کے اور جواب نہیں ملتا تھا۔

نام نہ پوچھو میرا گناہ میں

کام نہ پوچھو میرا کام میں

زور و پریشان صورت سافت سے تھکا ماندہ یہ شخص ایک نہایت لدوز اور وحشت اثر تصویر کی طرح تمام اہل شہر کی نظر سے دور نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کے خشک ہونٹوں سے لگا تاریہ خطر ناک کلمہ نکل رہا تھا۔ چالیس دن کے اندر شہر نینوا تباہ ہو جاوے گا۔

اگر یہ آواز اسوقت سنائی دیتی۔ جب کہ قوم کامیابی اور عروج کی حالت میں تھی۔ اور اسے دن اپنی فتح و ظفر کی خوشخبریاں سننتی تھی۔ تو شاید ہی کچھ اثر پیدا ہوتا مگر اب جو اُن کے دشمن رو بہ ترقی تھے۔ اور اسیریا کی غفلت نے انہیں

توی ہوسے کی ہمت بھی کافی دی تھی۔ ایسے وقت میں جب کہ کسی دشمن کا اچانک فوج گرانے کے کہنوار ہونا ممکن تھا۔ اس آواز سے سپرد جان کے دل ہلا دیئے۔ یہ سب آواز شرمیں گونجتی گونجتی محل شاہی تک پہنچی۔ بادشاہ اُس وقت تخت سرسبز پر بیٹھے خواصان متعلق کی خوشامد گوی سننے میں مشغول تھا۔ زبانِ خلاوت۔ شراب آتشیں۔ آنکھ نظارہ تہانِ یمن۔ اور کان مدح و ثنا سے رنگین سے معمور تھے۔ کانپتے ہوئے غلام نے بادشاہ قینو کی خدمت میں عرض کی۔ جان سوز الفاظ کان سے دماغ اور دماغ سے دل کی طرف مائل ہوئے۔ کایہ تھا مے بادشاہ تخت پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تاج و خلعت کو اتار پھینکا۔ اور گڈری پہن کر راکھ میں بیٹھ گیا۔

چہرہ تخت مردن چہرے خاک

فوراً اعیان سلطنت کو بیکار حکم صادر کیا۔ کہ اس فرمان کو شہر قینو میں شہر کیا جاوے۔ اُسے باشندگان شہر قینو۔ کیا امیر کیا غریب۔ سب پر کھانا پینا حرام ہے۔ گڈریاں ہینک خدا کے سامنے گریہ و زاری کرو۔ تاکہ وہ ہر ایک کو راہِ بد سے ہٹا دے۔ اور معصیت سے چھڑا دے۔ ساکنان قینو نے قبر خدا سے ڈر کر رونا اور دعائیں مانگنا شروع کیا۔ شہر کی عیش و عشرت گریہ و زاری اور دلوز نظاروں سے بدل ہوئی۔ وہ گناہ جنہوں نے ایندولایزال کو برہم کیا تھا۔ بند ہو گئے۔ لوگوں نے عجز اور انکساری اختیار کی۔ اور توبہ کے رحمت اتنی کی درخواست کی۔ یوں دیوار شہر سے باہر بیٹھے باشندوں کو انجامِ بد سے ڈرایا ہی گئے۔ کہ شہر قینو کی تباہی قریب ہے۔ مگر خدا بہ نسبت انسان کے مہربان ہے۔ اُس نے اس عظیم الشان شہر پر رحم کھایا۔ اور توبہ کرنے والوں کو کوئی نقصان نہ پہونچنے دیا۔

گناہوں کا نہیں میرے اگر ہے کوئی حساب

ترسے کرم کا انہی شمار کچھ بھی نہیں

فتح مصر

۷۰ قبل مسیح اسرائیل کے ایک خراج گزار بادشاہ تیا کو نامی نے مصر چلے کر کے بعض حصوں کو فتح کر لیا۔ جو تیا ایک اور خراج گزار بادشاہ تیا کو سے عہد پر بیان کر کے اُسے اسرائیل سے لڑائی کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس وقت سداگون اسرائیل کا بادشاہ تھا۔ اُس نے فوراً فوج عظیم تیار کی۔ اور مقامہ یفہ پر جو داوی آلوں کے پاس ہے۔ مصریوں کو شکست فاش دی۔ تیا کو تو بھاگ نکلا مگر اصل بادشاہ مصر گرفتار کیا گیا۔ مصریوں کی طرف سے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ غیر قوموں سے شکست کھاتا رہا ہے۔ اُس وقت سے مصر اسرائیل کا باج گزار بنا۔ پھر بنوچہ نذر شاہ بابلون کے قبضہ میں آیا۔ اور ابھی چاروں بھی آزادی کی ہوا نہیں کھائی تھی کہ فارسیوں نے فتح کر لیا۔ اور بادو جو بڑی بڑی کوششوں کے یہ ملک فارسیوں سے آزاد نہ ہو سکا۔ سارس بادشاہ ایران کے فیض ہو جانے پر مصریوں کے ماتھے لگا۔ اُس زمانہ سے یونانی۔ رومن۔ عرب اور ترک سب باری باری اس ملک کے فتح ہوئے۔ بادشاہ ساراگون نے یکے بعد دیگرے ملک بابلون اور دیگر اقوام کو مطیع کیا۔ مگر اس بادشاہ کی شمالی حالت ایسی شکل نہ تھیں جیسے کہ شمال مغربی الماک میں اقوام زاکرو۔ تورو۔ نفقت۔ امید۔ آرمین۔ تبارینی۔ ترشی سے لڑنے میں اُسے تکالیف پیش آئیں۔ اور غالباً ان لڑائیوں نے اسرائیل کی فوجی طاقت کو بہت سا نقصان پہنچایا ہے۔

ہزکیاہ شاہ یہودیہ سے جنگ ۷۹ قبل مسیح

سننا شریب بادشاہ اسرائیل نے ہزکیاہ سے جنگ شروع کی اور یکے بعد دیگرے شہروں کو فتح کرتا اور لوگوں کو غلام بناتا یہ دشلیہ تک جو کہ دار الخلافہ تھا پہنچ گیا۔ اور شہر کا محاصرہ کیا۔ ہزکیاہ نے تنگ آکر خراج گزار سی متطور کی۔ تننا شریب نے جو

جو وہ بھی ضعیف ہو چکا تھا اور پانی کی قلت سے وقت میں تھا۔ تیس سو بے اور سو چاندی کی اینٹیں نواح مقرر کر کے صلح کر لی۔ دو سال کے بعد ہنر کیانے مصر سے معاہدہ کر کے خود سری اختیار کی۔ اور جب ناشرب لڑنے آیا تو شب خون مار کر مقام پلویم پر اسرین فوج کا بہت سا حصہ قتل کر دیا۔ ناشرب کو ناچار تہجے ہٹنا پڑا۔ ناشرب بڑا بہادر اور صنعت کا قدردان تھا۔

سلطنت سریا کا زوال اور قوم سیٹھ کا خطرناک حملہ

تہذیب اور شایستگی باشندگان ملک کو طالب عیش و عشرت بناتی ہے اور عیش و عشرت قوی سے قوی قوم کو ضعیف و ناتوان کر دیتی ہے۔ ریگستان اور جنگلوں کے وحشی باشندے ریت کے زروں کی طرح شمار و تعداد میں بڑھتے ہیں۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ وسط ایشیا کے پھر میہ ان جہاں اتنی کثیر العقول قومیں نمودار ہوئی ہیں۔ کیونکہ اس قدر مخلوق کی پرورش کسکے ہیں یہ وحشی اور قوی ہیکل اقوام گنام جنگلوں سے نکل کر کڑی کی طرح اسد گرد کے دولت مند اور سرسبز ملکوں میں پھیل جاتی ہیں۔ اور زوال پذیر اور ضعیف قوموں سے ملک کو صاف کرتی ہیں۔ ایشیا میں کمرین۔ سیٹھ (سیس) پارتھین (پٹھان) منل اور جرک نے اور یورپ میں گال۔ گوٹھ۔ ہون۔ آوار۔ وندل۔ برگنڈی اور بلگرتین اقوام نے اس حیرتناک اسد کو حل کیا ہے۔ الغرض اسرین بے خبر اور غافل بیٹھے تھے کہ یکایک قوم بس نمودار ہوئی۔

لازمی ہے کہ پہلے اس قوم کے اوضاع و اطوار سے ناظرین کو دانتھب کیا جائے۔ جس سے عیش پرست اور مذہب اسرین کا اچانک پالا پڑا۔ ایس جہاں کہیں کسی دشمن کو قتل کرتے تھے اُس کے خون کو پی لیتے تھے۔ اور اسکا ٹکا کا ٹکا کر بادشاہ کو مقتول کا سر دکھاتے تھے۔ بعد ازاں سر کی چڑی اُتار کر اپنی لگام کے ساتھ لٹکا دیتے تھے۔ دشمن کے ماتھ اور بازو کو پھیل کر چرچے سے ترکش بناتے

تھے۔ اور مقتول کی کھوپری کو پانی پیے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ یہ قوم سورج چاند۔ آگ۔ ہوا۔ مٹی۔ زمین اور پانی کی پرستش کرتی تھی۔ مندر میں ننگی تلواریں کو ہوجتے تھے۔ اور اُس کے سامنے آدمی یا جانوروں کو ذبح کر کے پانی تیار پڑاتے تھے۔ اور مقید و شمنوں کا قہمہ بناتے تھے۔ درہ ہائے کوہ قاف سے نکل کر سیس اسریا اور میدیا کے شمالی حصوں میں داخل ہوئے اور تمام باشندوں کو قتل کرتے اور شہروں کو جلاتے آگے بڑھے اور فصلوں کو چٹ کر دیا بیڑوٹوش لاکھتا ہے کہ اٹھائیس سال کے عرصہ میں قوم سیس کوہ قاف سے لے کر ملک مصر تک تمام مغربی ایشیا پر حکمران تھی۔ مگر یہ حکمرانی کاہے کی ہوگی۔ محکوم کہلاتے کے لئے تو کوئی راہ ہی نہیں تھا۔ شاید کوئی معدورے چند لوگ پہاڑوں میں چھپ کر بچ رہے ہوں۔ اور یا وہ شخص جنہیں سیس نے قتل کرنے سے تنگ آکر چھوڑ دیا ہو۔ ملک میدیا کے سوائے کم و بیش ہر ایک ملک قوم سیس کی عنایت سے تباہ و ویران ہو گیا۔ وہ بدہ شہر بد شہر یہ قوم ٹوٹتی پھری اور میوٹومیا پر اب عظیم کی طرح چھا گئی۔ جوں جوں اس وحشی قوم کی فتوحات بڑھتی گئیں انہی طاقت کم ہوتی گئی۔ انہوں نے مصر کی طرف بڑھنا چاہا۔ مگر بادشاہ سامنخوس نے تحفہ شجایف بھیجا کہ صلح کر لی۔ اور انجام کار یہ قوم ایسی ضعیف ہو گئی۔ کہ اسریا اور دیگر املاک نے جنہیں ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچا تھا انکے استیصال کے لئے مکر باندھی۔ بادشاہ سیا کاس نے سب سے پہلے ملک بدر کیا۔ اور بہت کوتاہی کر دیا اور بعض کو کوہ قاف سے پرے بھگا دیا۔ مگر ملک آرمینیا میں انکا اقتدار بحال رہا۔ اور باوجود بہت تکالیف کے یہ وہاں برابر بڑھ رہے۔

زمین حبشہ نہ حبشہ کل حبشہ

لوگوں کی عداوت سے تنگ آکر رفتہ رفتہ انہوں نے نام ساکاسین اختیار کیا۔ اس ظالم اور جفا کار قوم نے اپنے مفتوحہ ملکوں میں سوائے کھنڈرات اور برباد شہروں کے اور کوئی نشان نہ چھوڑا۔ ملک اسریا خصوصاً اُن کی جلا آوری سے

ایسا ضعیف ہو گیا کہ اُن کا راج اب براے نام تھا۔ آدھی سے زیادہ رعایا قتل ہو چکی تھی۔ بابلون اور دیگر املاک جو اسریا کے ماتحت تھی۔ اُن کا تاحال باج گزار رہنا صرف عادت پر منحصر تھا۔ ورنہ قوم اسریا کی طاقت تو بالکل ذلیل ہو چکی تھی۔ آسور بانی پال نے ملک کے سنوارنے کے لئے کیتقدہ کوشش کی تھی مگر پچاس کی عمر نے وفاتہ کی اور ۶۲۶ قبل مسیح جان بحق تسلیم ہوا۔ آشور ابدالہن جسے یونانی سداکوس کہتے ہیں نہایت خطرناک موقع تخت نشین ہوا ہر طرف بنات کی وبا پھیل رہی تھی۔ قوم مید جو ستھ کے حملہ سے محفوظ رہی تھی۔ غلبہ کرنے لگی۔ سیس (ستھ) کے چلے جانے سے کوئی ۵ سال بعد بادشاہ سیاکسارس نے میدیا پر تسلط جما کر عنان توجہ فتوحات کی طرف پھیری۔ اسریا کا ضعف تو اسے معلوم تھا۔ سوسانیوں کے ساتھ عہد و پیمان کر کے اُسے مشرقی حصہ ملک اسریا پر فوج کشی کی۔ بادشاہ اسریا نے فوج کے دو حصے کر کے ایک حصہ سپہ سالار منویلاسر کے حوالہ کیا۔ اور دوسرا حصہ اپنے ساتھ لے کر غنیم کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ مگر اس کجخت سپہ سالار نے عین ایسے موقعہ پر جیب کو اسریا کی طاقت حوادث زمانہ کے ہو جب خستہ حال تھی۔ بادشاہ میدیا سے پوشیدہ طور پر سازش کر لی۔ جکے صلہ میں بادشاہ نے اپنی لڑائی کی اس کے بیٹے سے شادی کرنے کا وعدہ کیا۔ سپہ سالار کی بے وفائی سے بادشاہ نے ہمت مار دی اور دشمن کو دار الخلافہ کی طرف بڑھتا دیکھ کر محل کو آگ لگا دی۔ اور مبعہ خواصین کے جگہ اکھ ہو گیا۔ قصہ مختصر سلطنت اسریا جسے تائخ قدیم میں اسقدہ شہرست حاصل کی ہے۔ اندرونی خرابیوں کے باعث صفحہ ہستی سے نابود ہوئی۔ ملک سلیمان جج پوچھو تو کیا تھا۔ تمام ملک چند اشخاص اور کنبوں کا مجموعہ تھا جو جا بجا چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم تھا۔ غرض کہ اُس زمانہ میں جب کہ ہر ایک شخص اپنے گھر کا بادشاہ ہو تو سب کڑوں بادشاہ بھی زیر حکومت ہوں۔ مگر بادشاہان اسریا کا ملک بہت وسیع تھا۔ ایشیائی روم کا بہت سا حصہ اور مصر اُن کے

زیر حکومت تھا۔ اور اس زمانہ میں اس قدر ملک پر حاکم ہونا تعریف کے قابل ہے۔ اُس زمانہ کی لڑائیاں کیا تھیں۔ ظلم اور بے انصافی کا کمال تھا۔ حملہ آور اور فتح رعایا کو ڈرانے کے لئے قتل عام کا حکم دے دیتے تھے مفتوح بادشاہ سلطنت سے ہر طرف کئے جاتے تھے۔ اور نئے خاندان حکومت کرنے لگتے تھے۔ متابع بادشاہ فاتحوں کے غلاموں کی طرح مجھے جاتے تھے۔ جب حکم ہو دو بار میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ اور جب فتح کے سامنے جاویں۔ آداب اور کورنش بجالانا لازمی تھا۔ مفتوحہ ملکوں میں سے لوگوں کو پکڑ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ یا جلا وطن کر دیتے تھے۔ شہروں کا جلانا یا مال و اسباب کا لوٹنا عام قاعدہ تھا۔ آج کل باوجود اس قدر تہذیب اور شائستگی کے ایسی مثالیں باقی ہیں۔ جو قومیں آج کل مذہب ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں اُن سے ایسی ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ کہ بیان کرنا مبالغہ سمجھا جاوے گا۔ پہلے یہ غضب کی توہین اور دیگر اسلحہ تباہ کنندہ کہاں تھے۔ پوٹنگس کو اگر دغا بازی کا بازار کہیں تو بجا ہے۔ آج کل ایک شرابگینہ و میرزہ سے یا فریب سے لاکھوں کی جائیں تلف کر سکتا ہے۔ اور اُس کے مذہب پیرو اُسے انسانی محبت کہہ کر فخر کرتے ہیں۔

قوم امرین کا ہنر اور صنعت کاری اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ اگر یہ قوم قائم رہتی تو بہت سی ترقیاں کر سکتی۔ مصوری اور نقاشی میں وہ قدرت کے نقال تھے۔ بال بال تک کا خیال رکھتے تھے۔ اور اگر اُن کی قدامت کا لحاظ کیا جاوے تو یونانی جنہوں نے ہنر اور نقاشی میں اس قدر ترقی کی ہے۔ اُن کے مقابل میں بیچ ہیں۔ زوال کے وقت اسرین ہنر اور صنعت پر از حد فدا تھے۔ اور یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ زوال کے وقت ہر ایک قوم زب و آرایش اور عیش و عشرت کے کاموں پر پائل ہو جاتی ہے۔

اسیرین ناموں کے معنی

مندرجہ ذیل فہرست سے اسیرین ناموں اور ان کے معنوں کی نسبت ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔

نام	تشریح	معنی
سارگون	سار = سارو = بادشاہ	قائم بادشاہ
شمس دل	گون = کن = قائم شمس = غلام	خدا کا غلام
آشور ادین اخي	دل = خدا آشور = خدا ادین = دیا ہوا اخي = بھائی	آشور کا دیا ہوا بھائی
ناشریب (ناخریب)	سنا = سپین = چاند خریب = جمع اخي	چاند کا بھائی
آشور بانی پال	آشور = خدا بانی = بنایا پال = بیٹا	آشور نے بیٹا بنایا
آشور رس الم	آشور = خدا رس = الم = بلند	آشور کا سر بلند
بل کدور ازور	بل = خدا کدور = بحال رکھے ازور = تخم	بل تخم کو بحال رکھے

معنی	تشریح	نام
پورا امیر	{ بل = امیر کالا = تمام	بل کالا
آشور کا امیر آدمی	{ بل = امیر نس = آدمی	آشور بل نسی سو
آشور کی طاقت	{ سو = اُس کا بزرور = طاقت آشور = خدا	بزرور آشور

باب سوم

قوم مید

خدا ترابت نادان دراز سن تو کرے

ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

مادیہ قوم کے چند فرقوں کو دیکھ کر جو وسط ایشیا کے مختلف حصوں میں
 بکھرے پڑے تھے۔ شاید ہی کوئی اُن کی آئندہ ترقی کا اندازہ لگا سکتا آریاؤں
 کا وہ فرقہ جس نے سب سے اول منہی ایشیائی تہذیب کے میدان میں قدم
 رکھا ہے۔ قوم مید کے نام سے مشہور تھا۔ اور اس راہ کے شمال مشرق کے
 سنگلاخ مید افوں میں مسکن گزین تھا۔ جو قوت اسریا کی زبردست فوجوں نے
 باری باری ارد گرد کے ملکوں کو مطیع بنا کر مید یا (قوم مید کا ملک) کی حدود میں
 قدم دھرا۔ تو انہیں آگے بڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ اس قوم کے ضعف
 اور انکس پر نظر کر کے اسرین نے تھوڑا سا خراج مقرر کر دیا۔ اور چل دیئے۔ کوئی
 کیا جانتا تھا کہ یہ گڈریوں کا چھوٹا سا فرقہ جسکی عورت کا حسن اور مردوں کی نازک
 اندامی اسرین تلوار کے سامنے سپرین گئے تھے۔ ماریستین نکلیں گے اور ایک
 قیدی اور زبردست سلطنت کی بنیاد پکیڑا تھا۔ قدرت نے بھی تکالیف کے
 اس بحر موج پر جو اس قوم کے راہ ترقی میں حائل تھا۔ حکمت کا پل باندھنا شروع

کر رہا تھا۔ پہلے اقوام میں کورونا کے امیر کے مرغ حیات کے پروبال کاٹے اور پھر عین نازک وقت میں سپہ سالار کی بے وفائی نے اسے دھوئے موت پلایا۔

ہر اُس کہ نسبت بنا چار بایدش نوشتید
ز جام دہر سے کل سن علیہا فان

قوم مید آج کل کے ایرانیوں کی طرح نسل آریہ سے تھے۔ آریہ لوگ جو مشابہ زبان بولتے تھے اور خط و خال میں بھی قریباً یکساں تھے۔ اس قوم کے عروج کے وقت دریائے سیحون سے لے کر ستلج تک پھیلے ہوئے تھے۔ فارسی - مید - نگارتین - خورسین - بکتیرین - سوگرین - ہرکانین - سارنگین - گندارین اور سنکیرت زمانہ کے ہندوستانی سب ایک ہی نسل سے تھے۔ اس قوم کی نسبت توریت میں لکھا ہے۔ گفاریں رب قوموں سے طاقت ور۔ اور سارے کافروں سے زیادہ خطرناک۔ ہیر و ڈوش لکھتا ہے کہ مید بالکل فارسیوں کی طرح اصلاح پہنتے تھے یعنی تیر و کمان۔ برچھی اور خنجر لڑتے تھے۔ اور ان کے لباس سے جو فارسیوں سے زیادہ مشابہ ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ لڑائیوں میں مشغول رہتے تھے۔ پانچ عورتوں سے شادی کرنا اس قوم میں جائز تھا۔ مگر امراء کی بیویوں اور کینزوں کا تو کچھ حد و حساب ہی نہ تھا۔ عروج کے وقت جو نئی تہذیب شہوت پرستی اور عیش و عشرت میں مشغول ہوئے۔ بیویوں اور خواہر سراؤں کی تعداد بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ اعمال بد ان کے پیش از وقت موت کا باعث ہوئے۔

ملک مید یا کہاں واقع تھا

ملک میو پوریشیا کے مشرق میں ایک نہایت قابل یادگار ملک واقع ہے جسے گزشتہ زمانہ میں مید یا کہتے تھے۔ اس ملک کے شمال میں بحیرہ کسپین

شمال مغرب میں آرمینا مغرب میں آسٹریا اور جنوب میں ایران واقع ہے۔ اس ملک کا شمالی حصہ پہاڑوں سے محصور اور پانی کی کثرت سے سیراب تھا۔ اس ملک کو قدیم زمانہ میں زاکروس اور آج کل کردستان یا لورستان کہتے ہیں اس ملک کے باشندے قدیم سے خونخوار اور جنگ پسند مشہور ہیں۔ اور بوجہ بلند پہاڑوں اور برف باری کے یہ ملک حملہ آور قوموں کی ناکامی کا باعث بنا ہے ایرانی۔ یونانی اور پارٹھین غرضیکہ سب بہادر قومیں اس ملک کے فتح کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ ترک بھی اس ملک کو ٹھیک طور پر فتح نہیں کر سکے تھے۔ مگر چند سال ہوئے ہیں کہ وہاں کے باشندوں نے سلطان کی اطاعت قبول کی۔ اور فوج دوم میں جنگ کے وقت والیٹرین کر داخل ہونے کا اقرار کیا۔ متید شروں کا بسانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تعمیر کا شوق بھی انہیں بہت کم تھا۔ اسلئے ان کے وقت کے چند غیر ضروری شہر رہ گئے ہیں۔ مثلاً اسپہان جسے آجکل اصفہان کہتے ہیں۔ اور جوشان صفی کے وقت میں دارالخلافہ تھا۔ اور اس کی شہرت بڑھ گئی تھی۔ مگر متید کے وقت میں یہ شہر بھی کچھ ایسا قابل تعریف نہ تھا۔ آرمینا جو ملک میدیا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ دیز تک طاقت ور رہا ہے اور عرصہ تک ملک میدیا کے بعض حصے آرمینا کے قبضے میں تھے۔ مگر زمین کے سرسبز اور شاداب ہونے کی وجہ سے آرمینی رفتہ رفتہ ضعیف اور صلہ پسند ہو گئے۔ میدان ہائے زاکروس جو میدیا اور آسٹریا کے درمیان واقع تھے۔ قوم آریہ کے لئے جو وہاں آباد ہو رہی تھی بہت مفید تھی۔ کیونکہ وہاں کے وسیع چراگاہ یکے بعد دیگرے میدیا اور فارس کے رسالوں کے لئے نہایت کارآمد رہے ہیں۔ فارس میدیا کے جنوب میں تھا۔ ابتدا میں جو آریہ قومیں فارس میں آباد تھیں وہ ضعیف تھیں اور میدیا کے عروج کے وقت فارس شانان قوم مید کے ماتحت گنا جاتا تھا۔ یہ سلطنت ضرور قوم مید کی نظر میں خار کی طرح کھلائی رہی ہوگی۔ کیونکہ فارس کا

ایک نہ ایک دن زبردست ہو کر میدیا سے طاقت آزما ہوا یقینی معلوم ہوتا تھا۔ مگر چونکہ میدا سوت ترقی میں تھے۔ اسلئے نتائج بد کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا سکے۔ میدیا کے مشرق میں جنگل آریہ نسل کے فرقوں سے پڑتے تھے۔ ان میں سے گکا پھین اور پار پھین (یعنی پھان) قابل ذکر ہیں۔ رگارتھیں گھوڑوں پر چڑھے جنگلوں میں گھومتے تھے۔ اور کبھی آٹھ دس ہزار ملکر لوٹ مار کرنے آتے تھے۔ پٹھانوں کی بستیاں کوہ البرز سے لے کر ہرات تک پہنچتی تھیں اور ان کی اس زمانہ کی گمنامی سے شاید ہی کوئی ممکن سمجھتا ہو گا کہ ایک دن یہ قوم ایسی زبردست اور طاقتور ہو جاوے گی کہ تمام مغربی ایشیا کی سلطنتوں کو ویران کر کے حکمران ہوگی۔

میدیا طرح طرح کی معدنیات اور پھولوں سے پڑھے۔ طرح طرح کے قیمتی پتھر اور خصوصاً تبریز کا سنگ مرمر بہت مشہور ہے۔ آج کل وہاں کے بہت سے مقامات یعنی کردستان اور آذربائیجان وغیرہ معدنیات سے بھرے ہیں نہ کہ بھی وہاں بکثرت پایا جاتا ہے۔

قوم مید کا مذہب

قوم مید کے مذہب کا مطالعہ کرنا بوجہات چند بہت ضروری ہے۔ اولاً اس واسلے کہ یہ سب قدیمی آریہ مذہبوں سے بہتر ہے۔ اور دوم اس سے نسل آریہ کا میدان طبع اور ان کی قدرتی طاقتوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ توراتی ہیئت اور آریہ تین مختلف نوع انسان ہیں۔ ان تینوں کے خیالات اور قواعد بھی الگ الگ ہیں۔ اس کتاب کے ذریعہ سے ناظرین کم از کم ان تینوں اقسام شرف المخلوقات کے قدیمی مذاہب سے کم و بیش واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ ان تینوں نسلوں کے لوگوں نے میدان تہذیب میں باری باری قدم رکھا ہے۔ اور بوجہ خانات خیالات مختلف باتوں میں ترقی کی ہے۔ چونکہ موجودہ زمانہ کے مذہب لوگ

انہیں تین نسلوں سے منسوب ہیں۔ اس لئے ان کے فائدہ اور ترقی کے لئے غور کرتے وقت ہمیں ان تینوں کی علیحدہ علیحدہ حالات اور قابلیتوں سے واقف ہونا چاہئے۔ ان تینوں نسلوں کا وجود بھی حکمت سے خالی نہیں۔ خداوند لایزال نے ہمارے سمجھنے کے لئے قابلیت انسانی کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ تاکہ ہر ایک جزو کے خواص کو سمجھ کر راہ اعتدال اختیار کریں۔ اور خالق نے جس منزل تک پہنچنے کے لئے ہمیں مقرر کیا ہے وہاں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ میں قدیمی مذاہب کی واقفیت پر اسلئے زور دیتا ہوں کہ کوئی تہذیب بغیر مذہب کے حاصل ہو نہیں سکتی اور ہر ایک ترقی جو مذہب کے بغیر ہونا پائیدار ہے۔ منزل حقیقت کو پہنچنے کے لئے ہمیں ایک دور دراز سفر پر پیش ہے۔ اس خطرناک سفر میں سوائے مذہب کے اور کوئی ہماری رہبری کر نہیں سکتا۔ سچا مذہب ایک ما دی بے بدل ہے جو ہر دور و انہی نقش پاے رنگینان کو دیکھ دیکھ کر ہمیں راہِ راست کے قریب پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جو جو اس رہبر کی پیروی کرتے ہیں حقیقت کو قریب پہنچتے جاتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں مید کتاب ژند آوست کے مشہور تھے۔ کیتا پنے قربانی کی نسبت اسکے کتاب کے کتھا بنایت پرانے ہیں۔ کتاب ژند آوست کا اصل نام آوست و ژند ہے۔ جسکے معنی لازمی اور اختیار ی ہیں۔ یعنی اس کتاب کا ایک حصہ ایسا ہے جو نہایت ضروری احکام سے پُر ہے اور دوسرے حصے میں جو باتیں بیچ ہیں وہ ایسی ضروری نہیں۔ کتاب ژند کی زبان سنسکرت سے مشابہ ہے۔ اس کی آٹھ فصلوں کے نام یکتا۔ و سپورا تو۔ ویندا ویشٹس۔ نیایش۔ اور گجان۔ گاہ اور ہرودا ہیں۔ چار سو سال قبل مسیح ساسانی بادشاہوں کے وقت اس کتاب کا ترجمہ زبان پہلوی میں کیا گیا تھا۔ اور پندرھویں صدی میں قرایو سنگھ صاحب نے اس کے ایک فصل کیتا کا ترجمہ سنسکرت میں

کیا تھا، اس کتاب بینی زند کے بعض حصے نہایت دل چسپ ہیں اور ہندوستان کے پارسی اسی کے معتقد ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ گو ان کا مذہب زمانہ قدیم میں گزر بگڑ کر بہت تبدیل ہو چکا ہے۔ قدیم زمانہ میں ہندوستان اور فارس کے آریہ مشابہ مذہبون کے پیرو تھے۔ ہندوستان میں یہ مہنوں کے زور اور فارس میں مجوسیوں کے اقتدار نے قدیمی آریہ مذہبوں میں اختلاف پیدا کئے۔ قدیمی آریہ بہت سے خداؤں کی پرستش کرتے تھے۔ گریہ ب قدرتی طاقتوں کے نام تھے۔ فارس اور میدیا کے آریہ تو سال و سال تک پُرانے آریہ مذہب کے اصولوں کے معتقد رہے۔ مگر ان آریاؤں نے جو ہند میں آکر آباد ہوئے۔ صنعت میں ایسی ترقی کی کہ بت گھڑنے میں کامل ہو گئے سب ثابتہ اثبات میں تو ان کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ ہر ایک قدرتی طاقت ایک خدا ہے اور وہ دل ہی دل میں اس کی پرستش کرتے تھے۔ ہندوستان میں اگر وہ ان خداؤں کے بت بنائے گئے۔ اور رفتہ رفتہ ان کے خیالات میں اس قدر تغیر واقع ہوا۔ کہ وہ اس پتھر یا مٹی کے بت ہی کو ایک خدا ماننے لگے اور ان کی دعائیں اس پارہ خشت یا سنگ سے منسوب ہونے لگیں۔

میدان قدرتی طاقتوں کو آسورا یا احورا کہتے تھے۔ اور آند (یعنی خداے طوفان و رعد) متھرا (ضیاء الشمس) آرمی (زمین) وایو (ہوا) آگنی (آگ) سوما یا ہوما (یعنی خمار) وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ پرستش کرتے تھے۔ پر وہنتوں کو کاوی (یعنی دیکھنے والا) یا ترخ (یعنی دانا) کہتے تھے۔ سوما یعنی ایک قسم کی بھنگ کو گھوٹ کر پر وہنتوں کو پینے کے لئے نذر کرتے تھے۔ جو پی کر بہت مہر جاتے تھے۔ اور اس طرح سوما کی پرستش پوری ہو جاتی تھی۔ شاید یہ اس زمانہ کے پر وہنتوں کا مقولہ ہو گا۔

گرے فروش حاجت رنداں بہ واکند
ایزدگشاہ بخشد دافع بلا کند

سوامی کی رسم آریہ ورت میں بھی جاری تھی۔
رفعتہ رفتہ مید کے عقاید میں یہ فرق پڑا۔ کرنیکی اور بدی کے الگ الگ
خدا ماننے لگے۔ نیک خداؤں کو آسور یا اخورا کہتے تھے۔ اور بدی کے خداؤں
کا نام دیوتھا۔ یہ قوم فرشتوں کی بھی متفقہ تھی۔ جنہیں اُس زمانہ میں ایزد کہتے
تھے۔ فارسی کا لفظ یزدان یا ایزد اسی سے لیا گیا ہے۔

باوجود ان مختلف عقاید کے ابتدا سے میں اس قوم کے مذہب کا میلان
وصانیت کی طرف تھا۔ اہورامزدا کو خدا سے بے نظیر سمجھتے تھے۔ اور اُس کی
پرستش درجہ کمال پر تھی۔ اُسے پیدا کرنے والا سچا رکھنے والا اور تمام دنیا
کا حاکم جانتے تھے۔ اہورامزدا روح انسانی اور روح حیوانی کا خالق ہے۔
اُس نے آسمان۔ بخوم۔ زمین۔ پانی اور درخت وغیرہ پیدا کئے۔ اور دو اچھے
حیوانات اور صرف اچھی اور صادق چیزوں ہی کو پیدا کرتا ہے۔ اور جو بھی
وہ اچھا مقدس۔ صاف اور صادق ہے۔ وہ تمام ہستی سے برتر اور مبارک
ہے۔ اُسے دوام اور تمام برکت۔ صحت۔ دولت۔ خوبی اور عقل حاصل
ہے۔ قوم مید کا خدا اہورامزدا نظائر گویہودیوں کے اتوم یا جودا سے مشابہ
ہے۔ مگر اتوم کے بعض صفات نہایت ہولناک اور دہشت ناک ہیں۔
نظائر مشابہت عقاید کی وجہ سے جب یہودی اور قدیمی ایرانی آپس میں ملے
تو وہ ایک دوسرے کے مذہب کی عظمت کرنے لگے۔ فارسیوں کا یہودیوں
پر صربان رہنا اور یہودیوں کا فارسیوں کی اطاعت میں ہمیشہ وفاداری ظاہر
کرنا اس وجہ سے کہ مذہب زروشت و یہود دونوں پرستی کو منع کرتے تھے۔
قدیمی فارسیوں کے عقیدہ کے بموجب اہورامزدا کے ماتحت بہت سی فرشتے
تھے۔ جن میں سے ایک وہومنو (یعنی نیک دل) دوسرا مزدا (یعنی دانا)
تیسرا اشا (یعنی صدق) صرف خدا کی صفات ہیں۔ ایک اور فرشتہ جس کے
کہ وہ ستقد تھے۔ سروش ہے۔ فارسیوں میں سروش کی وہی تعریف و تحسین ہے

جو کہ تیو دیں حضرت جبرائیل سے منسوب تھیں۔ یعنی کہ وہ اہور مزدا کا پیغامبر وار
 ہے۔ ارمنی (زمین) بھی ایک فرشتہ گنی جاتی تھی۔ مگر ان کے عقیدہ کے
 بموجب زمین خود ہی ایک فرشتہ نہ تھی۔ بلکہ ارمنی نام کا ایک فرشتہ زمین پر
 مقرر تھا۔ جو کہ زمین کی جان اور عفت کا نگہبان تھا۔ وہ مانتے تھے کہ ارمنی جابجا
 پھرتا ہے۔ اور پنجر اور ویران زمینوں کو قابل زراعت بنانے کا کوشاں ہے۔
 اسلئے وہ زمینداروں پر مہربان اور اس کا رفیق ہے۔ حتیٰ کہ وہ گدیوں کو بھی
 زراعت میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ مزید برآں ارمنی انسان کو ایسی
 ایسی قابلیتیں سکھاتا ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی اور خود انہیں وہ اہور مزدا
 سے سیکھتا ہے۔ قدیمی فارسی نہ تو آگ اور نہ تو ماکی پرستش کرتے تھے۔ تو ما
 کی قدر خصوصاً برہمنوں میں زیادہ تھی۔ زردشت کے پیروں نے لڑاس اصول
 کو بالکل ترک کر دیا ہوا تھا۔ عروج حاصل کرنے سے پہلے فارسیوں نے نہ ہی
 عقاید میں یہاں تک ترقی کی تھی۔ جو ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ مگر بعد ازاں بجائے
 اور ترقی کرنے کے یکایک پیچھے ہٹنے لگے۔ مذہب زردشت میں بہت بڑی غلطی
 یہ تھی کہ اُس نے اپنے پیروں کے دلوں میں تشینہ کا مروج ہو دیا تھا جس کا ابتداء
 گو کوئی برا اثر پیدا نہ ہوا۔ مگر رفتہ رفتہ فارسی ایک اور خدا ماننے لگے۔ اہور مزدا
 تو نیکی کا خدا تھا ہی۔ اب بدی کا خدا بھی ایک ڈھونڈ نکالا۔ اور اس طرح سے
 یکایک زردشت کے ہر عیب عقاید کی طرح متوجہ ہوئے۔ اس میں کچھ شک
 نہیں کہ زردشت نے تشینہ کی صریحاً کبھی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ اُس کی یہ مراد تھی
 کہ لوگ دو خداؤں کی پرستش کریں۔ مگر زردشت کے وقت سے پہلے ہی فارسیوں
 میں بعض بد انجام عقائد موجود تھے جن کو بجائے تردید کے اُس نے بحال رکھا
 غرضیکہ فارسی اگر تو مینوس کو ساری خرابیوں اور برائیوں کا موجب سمجھتے تھے۔
 کبھی زمانہ بعد میں اسے دیوا اور کبھی شاہ ظلمات کا خطاب دیتے تھے۔ مگر یہ بھی
 یاد رہے کہ فارسیوں میں مگر و مینوس کا خیال ہمیشہ شاعرانہ طریق سے کیا جاتا تھا۔

اب بھی اگر کوئی برائی واقعہ ہو۔ تو اسے چرخ گردوں یا زمانہ سے منسوب کرتے ہیں کسی نہ کسی کو برائی کا ساز دار ٹھہرانا بھی زمانہ قدیم سے ہے۔ افسوس ہے کہ شاعران ہند میں بھی یہ رسم بتا حال باقی ہے۔ کہ خود منجانب گناہ ہونے کے الزام سے بری ہونے کے لئے آسمان اور خدا جانے کس کس کو طوقِ لعنت پہنائے لئے پھرتے ہیں۔

فارسیوں نے جو ہنسی اس امر پر خیال کرنا شروع کیا کہ دنیا میں بھلائی کی نسبت برائی زیادہ ہے۔ جیسا سعدی رح فرماتے ہیں

”ہر جا کہ گل است خار است و ہر جا کہ گنج است مدر است“

یہ خیال فارسیوں کا ایسا بڑا اور غور فکر کرتے کرتے اس قدر دوڑ نکل گئے کہ محرم سینکڑوں میل پیچھے رہ گیا۔ حقیقت میں برائی قانونِ قدرت کو توڑنے کا نتیجہ ہے۔ اور یوں جو ہم ان باتوں کا خیال کرنے لگیں۔ کہ کانے منجہ نہیں چھینتے ہیں۔ اور سانپ جو ہمیں ڈستے ہیں۔ ان دواؤں کی باتوں کا بھی کوئی نہایت طاقت ور موجد ہے۔ جو ہمارے ستانے کے لئے ذراتِ تجویزیں کرتا ہے۔ تو کمالِ نادانی ہے۔

عمدہ چیزیں جنہیں ہم بُرا سمجھتے ہیں۔ حکمت سے خالی نہیں ہیں۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی مشکلات سے ہمارا ابتداء ہی سے پلٹنے پڑتا تو تہذیب میں کیا خاک ترقی کر سکتے۔ ابتدا میں جب کہ انسان قانونِ قدرت سے بالکل واقف تھا۔ صرف منطقہ حادہ ہی کے ارد گرد رہنے کے قابل تھا۔ اگر وہ ان کی مکلف پیداوار سے محفوظ رہنے کی کوشش نہ کرتا۔ تو کیونکہ قطبین کی سڑی سے بچنے کے لئے تدابیر کرنے کے لایق ہوتا۔ سانپوں سے تو بھاگ کر بھی جان بچا سکتے ہیں۔ مگر شدتِ سراسر سے بچنے کے لئے بہت اعلیٰ مدد جو عقل چاہئے۔ عقلِ انسانی کا پہلا درجہ یا بنا حفاظت ہے۔ جو رفتہ رفتہ اس درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ جسے آج ہم علم و تہذیب کہتے ہیں۔ اگر ہمارا

آنے وں طرح طرح کی تکالیف سے مقابلہ نہ ہوتا۔ تو علم و تہذیب میں ایسی ترقی نہ کر سکتے۔ تکالیف سے محفوظ رہنے کے لئے قدرت نے حیوانات کو پروال اور دیگر اسلحہ سے مہیا کر رکھا ہے۔ پس فرق بھی دونوں کی ترقیوں میں کشف ہے۔ جس ملک میں آرام و آسائش کم اور تکلیف زیادہ ہے۔ وہاں سے قریں مذنب اور طاقت ور ہو کر نکلتی ہیں۔ اور سرسبز و شاداب ملکوں میں رو بہ تنزل ہو جاتی ہیں۔ تیاری اس امر کی گواہ ہے۔ کہ محنت و مشقت اور طرح طرح کی تکالیف جنہیں ہم بڑا سمجھتے ہیں۔ ہماری ترقی کا ایک خاص ذریعہ ہیں۔

گو ہمیں اس بات کا ٹھیک ٹھیک پتہ معلوم نہیں۔ کہ تثنیہ کا عقیدہ قوم مید میں کب شروع ہوا ہے۔ مگر تاہم عروج کے وقت انہیں تثنیہ کا خیال پایہ خیال کو پہنچ چکا تھا۔ کتاب و تینداو کی پہلی فرگاہ (یعنی فصل) جو آریہ کا تاریخی حصہ کتاب ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ قوم اس زمانہ میں ملک میدیا میں نہیں پہنچی تھی۔ مگر تثنیہ کا خیال شروع تھا۔ انگریز و مینوس برائی کا خدا گنا جاتا تھا۔ ابوراہرد اور انگریز و مینوس کی باہمی عداوت کو بھی سب ماننے تھے۔ پس جب ابوراہرد کوئی اچھا کام بناتا ہے۔ تو انگریز و مینوس اُسے بگاڑنے کو اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مفلسی۔ جنگ۔ بیماریاں۔ بدعتیدی زہریلے پودے اور تمام طرح کے گناہ انگریز و مینوس ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔

ابوراہرد ا کے چھ مصاحبوں کو آتشہ سپنتا کہتے تھے۔ جس کے معنی غیر فانی ولی کے ہیں۔ بعد میں یہ لفظ بکرکراشش پند ہو گیا۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اہورامزدا کے چھ مصنا

نمبر شمار	نام مصاحب	معنی	تفصیل
۱	دوہومنو	نیک دل	یہ نفظ بعد میں بگڑ کر ہمیں ہو گیا
۲	آشاوریہنتہ	صادق با صداقت	بگڑ کر اردی بہشت ہو گیا
۳	شتر آویریا	مقبوضات	بگڑ کر شہر وار ہو گیا
۴	سپنتا آرمئی	پاک زمین	بگڑ کر اسفند آرت ہو گیا
۵	ہورواتات	صحت	بگڑ کر خور واد ہو گیا
۶	امرتیات	بقار	بگڑ کر امر وامت ہو گیا

زبان فارسی میں اہورامزدا کے مصاحبوں کے نام معینوں کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

انگریز مینوس پینے خدا سے بدی کے بھی چھ ہی مصاحب ہیں۔ انکو نور دینے بڑا دل (اندر جس کے ہندو بھی معتقد تھے۔ مگر فارسیوں نے اسے ایک طاقت ور دیوتا تصور کیا تھا۔ جو طوفان۔ جنگ اور عد کا مختار ہے۔ اور شہروں اور فصلوں کو تباہ کرتا ہے) متروا (ہندوؤں کے شتو سے مشابہ ہو) توئن ہتیا (وید کے قدیمی حصوں میں ہندوؤں نے اسے ناستیاس کہا ہے)۔ تیرگی اور تہر۔ ہندوؤں اور فارسیوں کے خداؤں کی مشابہت سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسیوں نے قدیمی آریہ خداؤں میں سے بعض برے برے خصائیل والے منتخب کر کے انہیں انگریز مینوس کا خواص بنا دیا ہے۔

اپنی اپنی کامیابی کے لئے دونوں خداؤں نے اپنے لشکر آرمے کئے ہیں۔ اہورامزدا کے لشکر میں فرشتے اور انگریز مینوس کے لشکر میں دیو مائے جاتے تھے۔ اہورامزدا کے لشکر کا سردار سروش نامی ایک فرشتہ ہے

جو بنی نوع انسان کی حفاظت کے لئے دیو و جنات سے لڑتا رہتا ہے۔
 سوامیا ہوا کی رسومات نہایت عجیب تھیں۔ یعنی ایک پودے ہوتا
 نامی کارس نکال کر کھوڑی سی آگ پر پھینک دیتے تھے۔ اور باقی بھجن
 گاتے گاتے چٹ کر جاتے تھے۔ اس رسم کو خدا سے اہو مامزدا کا پسندیدہ
 خیال کرتے تھے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ کہ پیروان زروشت انسانی قربانی کو جائز
 رکھتے تھے۔ بیش قیمت ہونے کی وجہ سے کھوڑیوں کی قربانی کی بہت قدر
 تھی۔ بیل بکری اور بھیڑ وغیرہ بھی صدقہ کے طور پر فوج کئے جاتے تھے پیران
 زروشت روح کی بقا کو بھی ملتے تھے۔ اُن کے عقیدہ کے بموجب بعد از
 مرگ نیک و بد لوگوں کی ارواح ملکہ جنوات پر تئو یعنی پل صراط کو جاتی ہیں
 پل صراط ایک تنگ راستہ ہے۔ جو جنت فردوس کو جاتا ہے۔ اچھے لوگوں
 کی روحوں کو اس پل سے گزرتے وقت سروش (ایک فرشتہ) ہر طرح کی
 مدد دیتا ہے۔ مگر بدکار لوگ گزرتے وقت نیچے ایک عمیق خندق میں گر پڑتے
 ہیں۔ جو اُن کے لئے سزا کا مقام ہے۔ اس دنیا میں دوستوں اور رشتہ داروں
 کی دعائیں رفتگان کے لئے نہایت مفید ہیں۔ اور انہیں اس دور دراز سفر
 میں مدد دیتی ہیں۔ جو ہیں کوئی صادق جنت کے قریب پہنچتا ہے جہن فرشتہ
 تخت پر سے اُٹھ کر تسلیم بجا لاتا ہے اور کہتا ہے۔ ”تم کیا ہی خوش نصیب ہو کہ
 دنیا سے فانی سے درجا و دانی کو آئے۔“ وہاں سے تین منزل آگے جنت ہے
 جہاں رفتہ رفتہ صالح آدمی پہنچ جاتا ہے۔ بدکار لوگوں کی روح جو جہنم خندق میں
 گرتی ہے اپنے تئیں تیرگی میں پاتی ہے۔ یہ انگریو میونس کالماک ہے۔ وہاں
 کے لوگوں کی خوراک زہر دار پودے ہیں۔ اور وہاں سے کہیں جانیں سکتے۔
 زمانہ قدیم کے فادسی روز آخرت کو بھی مانتے تھے۔ یہ امر فرزند آدم کے
 چند کلیات سے ثابت ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھویں فصل میں اسکا

قدیم فارسیوں اور قوم مید کے بان زد قصے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ قوم مید نے سب سے پہلے مغربی ایشیا میں نسل آریہ کے وجود کا ثبوت دیا ہے۔ اسلئے اُن کے ابتدائی زمانہ کے فنانوں کا جاننا نہایت دل چاہ اور ضروری ہے۔ کم و بیش ہر ایک قوم اور نسل اپنے ابتدائی حالات کا کچھ نہ کچھ حصہ قصوں کے طور پر ساتھ لاتی ہے۔ اسلئے ان قصوں کا جاننا فائدہ سے خالی نہیں۔ اُن میں مبالغہ کتنا ہی ہو۔ مگر پر بھی بنیاد سستی پر ہی ہونی چاہئے۔ کیونکہ قدیمی زمانہ کے لوگ جھوٹ کے عادی نہ تھے۔ اُن کے بیانات میں جو کچھ ہمیں ناممکن باتیں نظر آتی ہیں وہ صرف اُن کے سادہ پن پر مبنی ہیں پہلا فنانہ دنیا یا میا شیتیا یعنی جمشید کی نسبت ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں قوم مید کے آبا و اجداد ایک نہایت خوب صورت ملک میں آباد تھے۔ جو آریہ عوام کے نام سے موسوم تھا۔ وہاں ایک نہایت خوش خلق بادشاہ کا راج تھا جسے جمشید کہتے تھے۔ دولت کی وہاں یہ حالت تھی کہ ہر ایک شے زمین نظر آتی تھی۔ وہاں کے باشندے حین۔ قد آور۔ اور نیک مزاج تھے۔ الغرض تمام قوم آریہ وہاں اس لطف و آرام سے زندگی بسر کرتی تھی کہ چٹہ تھویر سے باہر ہے۔ یکایک انگریز مینوس نے وہاں اس شدت سے سردی پھیلا دی۔ کہ رہنا محال ہو گیا۔ جدھر وہیں برف ہی برف نظر آتی تھی۔ ہوا زمین۔ مکان الغرض ہر ایک شے ایسی سرد ہو گئی۔ کہ وہاں رہنا مملک ہو گیا اور چار ماہ میں وہ ملک چھوڑنا پڑا۔

اب اس بات کا بھی خیال کرنا چاہئے کہ ہندوؤں کے وید میں بھی تمنا کا ذکر ہے۔ جسے راجہ تمنا کہتے ہیں۔ اُس کی تعریفیں وغیرہ سب جمشید سے مشابہ ہیں حتیٰ کہ اُس کا پورا نام وید میں بھی تمنا کو شیتیا ہے۔ جو قوم مید کے فنانہ کے نام سے بالکل مشابہ ہے۔ تمنا وید کے بموجب پہلا آدمی ہے جیسا کہ میا شیتیا یا

جمشید قوم مید یا فارسیوں کے قصہ کے بموجب سب ناموں سے پُرانا ہے۔ اور اس سے قدیم تر ان اقوام میں اور کوئی نام موجود نہیں۔ ہاں فرق اس قدر ہے کہ فارسیوں کا جمشید دنیاوی بادشاہ ہے مگر ہندوؤں کا بادشاہ آسمانی ہے جس کی خصوصیتوں اور خصائل کا بہت سا حصہ آدم کی مانند ہے۔ اب چونکہ یہ دوستان دو مختلف ملکوں کے آریاؤں میں یکساں پائی جاتی ہے اسلئے اسے بے غور و فکر کئے نظر انداز کرنا نہیں چاہئے۔

جمشید سے راجہ دوم پر فریدوں کی داستان ہے جسے کتاب ژند آوست میں پھر تھرتیونا کے نام سے لکھا ہے۔ کہ یہ بادشاہ وارتیانا میں پیدا ہوا تھا۔ وارتیانا سے غالباً مراد آند بائجان ہوگی۔ اُس کے باپ کا نام اٹوایو تھا۔ فریدوں نے ایسی دنا کہ بیٹے سخاک نامی قوم ایرانی کے دشمن کو نابود کیا۔ اُس کی شکل کی نسبت بہت سے ہولناک بیان ہیں۔ یعنی اُس کے تین منہ تین دُم اور چھ آنکھیں تھیں۔

اب آؤ۔ وید کے نامی بادشاہ ترتیانا کے حالات کو دیکھیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جسے ایرانی تھرتیونا اور ہندو ترتیانا کہتے ہیں۔ ایک ہی شخص ہے تعریفیں بھی اس عادل اور طاقت ور بادشاہ کی دونوں یکساں ہیں۔ پس اس قصہ کی بھی ضرورت کوئی بنیاد ہونی چاہئے۔

ایرتانیوں اور ہندوؤں کی حکایات میں تیسرا مشہور آدمی وہ ہے جسے کتاب ژند آوست میں کرشپ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس کتاب کے بموجب یہ بادشاہ خاندان سام سے تھا۔ اُس کے باپ کا نام تڑتا اور اُس کے بھائی کا نام ارواخ ششیا تھا۔ اور وہ شرخد آسان میں پرورش ہوا تھا۔ وہ اقبال اور بندی جو بادشاہ جمشید کو بلی تھی۔ اس بادشاہ کے حصے میں آئی۔ یہ تمام طاقتوروں سے بڑھ کر تھا۔ کیونکہ ایک پری گشتی نامی اُس کی حفاظت کرتی تھی۔ اس بادشاہ نے گنہگاروں اور سیدوؤں کو قتل کیا۔ سینہ دیا کا لاف زن تھا۔ کہ وہ زمین کو پیسے

اور آسمان کو پہلی بار سے لگا۔ اور اہور مزدا کو جنت اور اگرو مینوس کو دوزخ سے گرفتار کر کے اپنی گاڑی کے آگے گھوڑوں کی طرح لگائے گا۔ کرپ کو ہندوں کے بھگت پران میں کرسو کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور وہ سام یا ماد شاہ ویسالی کا بیٹا ہے۔ بہر حال یہ دونوں مشہور اشخاص بھی ایک ہی ہیں۔

یہ چند قصے ناظرین کی دل چسپی کے لئے تحریر کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قصے اُس زمانہ کے ہیں۔ جب ایرانی اور ہندو ایک ہی مقام پر رہتے تھے۔ اور گویا کہ وہ مقام آریہ قوم کا قدیمی وطن تھا۔

فردوسی کی اکثر حکایات کتاب ژند آوست سے لی گئی ہیں۔ جنہیں اُس نے نہایت خوبصورتی اور کسی قدر شاعرانہ مبالغہ سے بیان کیا۔ ہے۔ ہوشنگ جیشید خٹاک۔ فریدوں۔ کرپ۔ یککاؤس۔ کیخسرو سب ژند آوست سے نقل کی گئی ہے۔ مگر اہرمین۔ فرزدان فریدوں یعنی ستم۔ تور۔ ایرج اور دیگر اشخاص مثلاً زال۔ منوچہر۔ رستم۔ کیقباد۔ افراسیاب۔ سہراب اور اسفندیار کی حکایات معلوم نہیں کہ اُس نے کہاں سے لی ہیں۔ غالباً لوگوں کے زبانی قصوں کو جمع کیا ہوگا۔ ہوشنگ اور کیخسرو جس کا ژند آوست میں ذکر ہے قریباً چودہ سو قبل مسیح تھے۔

جوں جوں قدیمی ایرانی یعنی قوم مہید بڑھتے بڑھتے بحیرہ کسپین کے جنوبی اور مشرقی کناروں پر پھیلنے لگے۔ اون کا رابطہ اتحاد اون سیس اقوام سے بڑھتا گیا جو آرمینیا۔ آذربائیجان۔ کردستان۔ تورستان میں آباد تھے۔ ان قوموں کا مذہب اُس زمانہ میں مانگ یعنی مجوسی تھا۔ انہوں نے بلند پہاڑوں پر وسیع اور خوب صورت آتش کدے تعمیر کئے ہوئے تھے۔ اور اُس زمانہ میں وہ آتش پرستان عالم کا مرکز تھے۔ جو بھی اصل میں قدرت کے پرستار تھے۔ یعنی آگ پانی۔ ہوا اور زمین کو پوجتے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یونانیوں نے قدرتی طاقتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خدا مقرر کیا ہوا تھا۔ اور ابتدائی ہندو ہر ایک قدرتی

طاقت ہی کو خدا سمجھتے تھے۔ مگر مجوسیوں کی پرستش ان سب سے الگ تھی۔ وہ ان قدر قوی طاقتوں کو سامنے دھر کر پوجتے تھے۔ آگ کو سب سے اعلیٰ مانتے تھے اور مقدس آگ کا شفاء اُن کے مندروں میں کبھی بجھنے نہیں پاتا تھا۔ آگ پر نذرانہ چڑھاتے تھے۔ اور آگ کو ہر طرح کے صدقہ میں سے حصہ دیتے تھے۔ آگ سے دوسرے درجہ پر پانی گنا جاتا تھا۔ دریاؤں اور پھیلوں کے کنارہ پر قربانی کو ذبح کرتے تھے۔ اور اس طرح آب مقدس کا شکریہ ادا کر کے دل کو تسلی دیتے تھے۔ کسی ناپاک شے کو پانی میں ڈالنے کا حکم نہیں تھا۔ زمین کی بھی ویسی ہی عزت کرتے تھے۔ مردوں کو نہ جلاتے اور نہ دفن کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے عناصر کی بے ادبی ہوگی۔ مردوں کو بلند مکان پر چاروں طرف ہوئے کی سلاخوں سے بندھنا پڑتا تھا۔ پھینک دیتے تھے۔ تاکہ چیلیں و عینہ اُسے کھا جاویں۔ اس مذہب میں پروہتوں کو بہت اختیار اور رتبہ حاصل تھا۔ کیونکہ اُن کی موجودگی کے سوا کسی مذہبی رسم کا بجالانا جائز نہیں تھا۔ پروہتوں کی اولاد بھی پروہت گنی جاتی تھی۔ اور وہ اپنے تئیں مقدس اور ولی خیال کرتے تھے۔ خوابوں کی تفسیریں بتانا اور قرعہ پھینک کر فال نکالنا انہیں کا کام تھا۔ مجوسی سفید کپڑے اور بھال وار ٹوپیاں پہنکے آتش کدہ کو جالتے تھے اور وہاں قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور طرح طرح کے منتر پڑھتے تھے۔ جس سے خواہ مخواہ مناسہ دیکھنے والوں پر بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ جو ہیں قوم مید کی مجوسیوں کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی۔ اس عجیب و غریب مذہب کا اُن پر بہت اثر ہونے لگا۔ ابتدا میں ایرانیوں کو دوسروں کا مذہب اختیار کرنا پسند نہیں تھا خصوصاً بت پرستی کی وجہ سے ہندوؤں کا مذہب تو انہیں بہت ناگوار تھا۔ اسلئے ظاہر تو اُنہوں نے مجوسی کہلانا پسند نہ کیا۔ مگر اس مذہب نے ان کے دل پر اتنا اثر کیا کہ اُنہوں نے مجوسی پروہتوں کو مذہبی رسوائت بجالانے کے لئے مقرر کر لیا۔ گو ابور مزدا کی پرستش ان کے دل سے اتر نہیں سکتی تھی مگر اُنہوں نے

مجوسیوں کے بہت سے عقائد سیکھ لئے۔ الفرض فارسیوں کے مذہب کا نام۔
گو زردشت ہی رہا۔ مگر اُس وقت سے یہ مذہب عقاید میں بہت تبدیل ہو گیا۔
حتیٰ کہ فارسیوں کے مذہب زردشت اور مجوسیوں کے مذہب میں کچھ فرق
نہ رہا۔ ہاں قدیمی ایرانی یعنی قوم میدے مردوں کا جانوروں کے سامنے
پھینکنا پسند نہ کیا۔ اور چونکہ آگ۔ پانی اور زمین کی عزت بھی اُن پر فرض تھی
اسلئے اُنہوں نے ایک اور طریق نکالا۔ یعنی مردوں پر موم ملکہ اُنہیں مٹی میں
دفن کر دیتے تھے۔ مجوسی۔ مقدس لکڑیوں کے ذریعہ سے بھی فال نکالتے
تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے شعبہ بازوں کی رسم کا اس
طریق سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک چھوٹی سی چھڑی ہاتھ میں پکڑ کر
اُسے جادو کی چھڑی کہتے ہیں۔ اور اُس کے ذریعہ سے کرامات ظاہر کرنے کا
دعوے کرتے ہیں۔ حسب مذہب زردشت فارسی اُن جانوروں کو جنہیں وہ
انگریز مینوس کی پیدائش سمجھتے تھے۔ مار ڈالتے تھے۔ مثلاً سانپ۔ چوہا
نولا۔ مینڈک وغیرہ۔ ان جانوروں کا مارنا مجوسیوں نے قوم میدے سے سیکھا ہو۔
مجوسیوں کی ایک شرمناک رسم کا جائز ہونا تاریخ سے ثابت ہے یعنی
وہ ایک دوسرے کی بیوی سے شادی کر سکتے تھے۔ اور عموماً عورتوں کو نئی
شادی کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ مذہب مجوسی کے ارشے ایران میں
بادشاہوں اور پرمختوں کی عزت کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ حتیٰ کہ اُنہیں
لوگ پیغمبروں سے بھی بڑھ کر ماننے لگے۔ چونکہ مذہب مجوسی کی رسومات میں
شان و شوکت ہمیشہ مد نظر رہتی تھی۔ اسلئے اس مذہب کی طفیل بادشاہوں
کا عیش و عشرت اور لوگوں میں دکھاوے کی محبت بہت بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ
زوال کے وقت اس قوم میں ہندوستان کی طرح بیاہ شادی وغیرہ میں فضول
خرچیاں اور طرح طرح کے تباہ کنذہ رسومات پھیل گئی تھیں۔

قوم مید کی زبان اور طرز تحریر

پیشتر لوگوں کا خیال تھا کہ مذہب زردشت اور مجوسی ایک ہیں۔ اور چونکہ مذہب مجوسی ایران کے شمالی حصہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور مان کی زبان نژد تھی۔ اسلئے قوم مید کی زبان بھی نژد ہونی چاہئے۔ مگر حقیقت میں مذہب مجوسی اور زردشت بالکل مختلف ہیں۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں مذہبوں کی مشابہت زمانہ مابعد میں صرف اتفاقی ہوئی ہے۔ زمانہ قدیم میں وسط ایشیا میں دو آریہ قومیں آباد تھیں۔ مشرقی حصہ جسے بکتریا (آج کل یہ نام بگڑ کر بلخ ہو گیا) کہتے تھے۔ وناں کی زبان نژد تھی۔ اور مغربی حصہ میں قوم مید آباد تھی۔ جہاں ایک اور زبان بولی جاتی تھی۔ مگر چونکہ ان دونوں ملکوں کے باشندے آریہ نسل کے تھے۔ اسلئے اُن کی زبانوں میں کچھ بظاہر فرق نہ تھا۔ قوم مید جو اس زمانہ میں آریہ نسل کا سترج تھی۔ لگاتار ایرانی قوموں سے ملتی جلتی رہی اور اس کی زبان میں لگاتار تغیر واقع ہوتے رہے جب آخر کار مید غلبہ میں آئے۔ تو انہوں نے اپنے ماتحت دوسری آریہ قوموں کی زبانوں میں بھی فرق ڈالا۔ لینے جو لفظ خود غیر قوموں سے سیکھے تھے انہیں بھی سکھائے۔ اسلئے رفتہ رفتہ زبان فارسی میں اس قدر تغیر واقع ہو گیا کہ اسے دوسری آریہ زبانوں سے تعلق کم ہے۔ خصوصاً یورپ کی زبانیں بہ نسبت ایرانی زبان کے سنسکرت سے زیادہ مشابہ ہیں۔ کلکتہ جنہوں نے عرب سے پہلے یورپ میں آباویں شروع کی۔ اور لاطین جو بعد ازاں گئے قدیمی آریاؤں کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ مگر یہ ابتدائی آریہ کہتے بہت ادنیٰ درجہ کے تھے۔ صرف آریہ نسل کی وہ قومیں جو بعد میں ظاہر ہوئی ہیں بہت مذہب ہونے کے قابل تھیں۔ مثلاً گوتھ جنہوں نے بعد میں یورپ میں بتیان بسائی ہیں ہند مذہب کے ہونہار پودے تھے۔ ایرانیوں کا بہت سا حصہ انہی سے

منسوب ہے۔

مید لوگوں کے نام بالکل ایرانی طرز کے ہیں۔ مثلاً آریو بارزان۔ اربار۔
ہر باگ وغیرہ۔ ایرانیوں سے مراد آریہ نسل کے وہ کہتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں ضعیف
اور جنوبی ایران میں آباد تھے۔ مگر آخر کار طاقت ور ہو کر تمام ملک کے مالک
ہوئے۔

مید کے بادشاہوں کے بعض نام سنسکرت اور بعض زبان لاطینی سے
اخذ کئے گئے ہیں۔ اور باقی قریباً سب کے سب زبان ژند سے لئے گئے ہیں۔

چند ناموں کی تشریح

صناک	یہ نام اصل میں اجس ونا کا تھا۔ زبان ژند میں اجس کے معنی سانپ اور ونا کا کے معنی کاٹنے والے کے ہیں۔ (یعنی کاٹنے والا سانپ)
اُو کجھ ترا	اُو = اچھا اور کھش = آنکھ (زبان ژند میں) (یعنی اچھی آنکھوں والا)
استبارس	زبان ژند میں استا کے معنی بڑی اور بریزا کے معنی بڑا ہیں (یعنی بڑی بڑیوں والا)
آرام تھرا	زبان ژند میں آرمایا رام کے معنی خوشی اور تھرا شایق کو کہتے ہیں (یعنی خوشی کا شایق)
سی تھرا	سی کے معنی خوبصورتی اور تھرا کے معنی شایق (ژند) (یعنی خوب صورتی کا شایق)
پارسوداس	پوروس کے معنی بہت داکے کے معنی دینا (یعنی بہت دینا)

زبان میڈکچنڈا اور الفاظ

لفظ	معنی یا تشریح
ستر	چھتر یا تاج
زان	مارنا
باغستان	ایک شہر کا نام ہے۔ باگا کے معنی خداستان کے معنی جگہ زبان ژند میں ہیں (یعنی خدا کی جگہ)
اسپدان	ایک شہر کا نام اسپ کے معنی گھوڑا اور دان لفظ خداستان کا بگاڑ ہے (ژند) (گھوڑوں کی جگہ)
سپاکا	کت
انگاری	نامہ بر

افسوس ہے کہ قوم مید نے روم کے باشندگان قدیم کی طرح اپنی قدیمی تہذیب کا کوئی نام و نشان نہیں چھوڑا۔ باوجودیکہ مید کا عروج اقوام روم سے ہزاروں سال بعد واقع ہوا ہے قوم مید کو بابتدائیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی۔ اور غالباً کتاب ژند آوست صرف نسلاً بعد نسل یاد کرائی جاتی ہوگی۔ اس قوم کو لکھنے پڑھنے کا خیال ابوقت آیا ہے۔ جب وہ آرمینیا کے قرانی باشندوں سے ملنے لگی۔ مگر چونکہ انہیں وہ بہت طول و طویل طرز تحریر پسند نہ آیا۔ اسلئے انہوں نے اس قوم کی نقل نہ کی۔ بعد ازاں انہوں نے کردستان کے قرانیوں کو ایک سہل طریق سے سمجھتے دیکھا۔ گریہ بھی غالباً ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر کار انہوں نے غور و فکر کر کے سمجھنے کا ایک اور طریقہ اپنے استعمال کے لئے بنالیا۔ قوم مید بجائے کاغذ کے کپڑے کو استعمال کرتے تھے۔ ہر ایک بلو شام کے وقت کے واقعات ایک منشی دربار میں لکھا کرتا تھا۔ انیشیں جن پر بابونی اور اسرین اپنے

وقت کے مشورہ حالات لکھتے رہے ہیں۔ اور جو نہایت پایدار ثابت ہوئے ہیں
قوم مید میں مستعمل نہ تھیں۔ بادشاہوں کے خانگی معاملات اکثر چمچے پر
بھی لکھے جاتے تھے۔

شاهان مید کا عہد حکومت

جس زمانہ میں کتاب تہذیب دوست لکھی گئی ہے۔ یہ ضعیف اور کم تعداد
تھے۔ مگر رفتہ رفتہ شمار و تعداد میں بڑھ کر یہ قوم ایسی زبردست ہو گئی۔ کہ
اس بایں کی سلطنتوں سے بکرا لے لگی۔ مورخین یورپ اس قوم کے وجود کو
کوئی ایک ہزار قبل مسیح سے تصور کرتے ہیں۔ مگر قصداً ایسی غلطیاں کرنے
سے اُن کا ایک خاص منشا ہے جو آئندہ ناظرین پر کھلے گا۔ قوم امیرین کے
بعض کبتوں میں جو آٹھ سو پچاس قبل مسیح کے قریب لکھے گئے تھے۔ نیہ کا ذکر
ہے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ مید کو اُس زمانہ میں بھی کس قدر امتیاز حاصل ہوگا
گو شاہان نینوا کے سامنے وہ ہمیشہ دے ہوئے رہے ہیں پھر بھی وہ کثیر القداد
ہوں گے جو اُن کا ضروری کبتوں میں ذکر ہے۔ اس سب سے کہ اس سے زیادہ
قدیمی کتبہ متعلق قوم مید ہیں اس پر کھنڈرات سے نہیں مل سکا۔ تو یہ جو
پندرہ سو قبل مسیح لکھی گئی تھی۔ اولاد فونخ میں قوم مید کا بھی ذکر کرتی ہے۔
پس یہ بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ پندرہ سو قبل مسیح بھی قوم مید گننام
نہ تھی۔ مزید برآں شاہان خالدین اپنی رہائش گاہ کو اربعہ سان کہتے تھے۔ اور زبان
خالدی میں جو ان چلدر بافون سے مرکب ہے۔ ہم آریا زبان کا بھی اختلاف پاتے
ہیں۔ اسلئے کیا آریہ اور کیا مید جو آریا نسل کی ایک شاخ ہیں۔ ہمارے موجودہ
تاریخی زمانہ سے بہت پرانے ہیں۔ خالدین کے زمانہ سے لے کر اُس زمانہ تک
جبکہ قوم مید علانیہ طور پر نسل آریا کو مستہتر کرتی ہے۔ ہمیں برابر آریاؤں کا کھج
مل رہا ہے۔ اسلئے آریاؤں کو ایک ایسی نئی قوم قرار دینا جو کوئی ہزار و ہزار سال

وقت کے مشہور حالات لکھتے رہے ہیں۔ اور جو نہایت پایدار ثابت ہوئے ہیں
قوم مید میں مستعمل تھیں۔ بادشاہوں کے خانگی معاملات اکثر چمپے پر
بھی لکھے جاتے تھے۔

شامان مید کا عہد حکومت

جس زمانہ میں کتاب خزندہ دست لکھی گئی ہے۔ یہ ضعیف اور کم تعداد
تھے۔ مگر رفتہ رفتہ شمار و تعداد میں بڑھ کر یہ قوم ایسی زبردست ہو گئی۔ کہ
اس پائس کی سلطنتوں سے بگڑنے لگی۔ مورخین جو پاپ اس قوم کے وجود کو
کوئی ایک ہزار قبل مسیح سے تصور کرتے ہیں۔ مگر قصداً ایسی غلطیاں کرنے
سے اُن کا ایک خاص منشاء ہے جو آئندہ ناظرین پر گھٹے گا۔ قوم امیرین کے
بعض کتبوں میں جو آٹھ سو پچاس قبل مسیح کے قریب لکھے گئے تھے۔ یہ کافر
ہے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ مید کو اُس زمانہ میں بھی کسی قدر امتیاز حاصل ہوگا
گو شامان بینو کے سامنے وہ ہمیشہ دے ہوئے رہتے ہیں مگر بھی وہ کثیر التعداد
ہوں گے جو اُن کا ضروری کتبوں میں ذکر ہے۔ اس سے ہے کہ اس سے زیادہ
قدیمی کتبہ متعلق قوم مید ہیں امیرین کھنڈرات سے نہیں مل سکا۔ تو ریت جو
پندرہ سو قبل مسیح لکھی گئی تھی۔ اولاد فوٹخ میں قوم مید کا بھی ذکر کرتی ہے۔
پس یہ بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ پندرہ سو قبل مسیح بھی قوم مید گمنام
تھی۔ مزید برآں شامان خالیدین اپنی رہائش گاہ اور بعد سان کہتے تھے۔ اور زبان
خالیدین میں جو ان چار زبانوں سے مرکب ہے۔ ہم آریا زبان کا بھی اِتِملا دلاتے
ہیں۔ اسلئے کیا آریہ اور کیا مید جو آریا نسل کی ایک شاخ ہیں۔ ہمارے موجودہ
تاریخی زمانہ سے بہت پرانے ہیں۔ خالیدین کے زمانہ سے لے کر اُس زمانہ تک
جبکہ قوم مید علانیہ طور پر نسل آریا کو مشتہر کرتی ہے۔ ہمیں برابر آریوں کا کھج
مل رہا ہے۔ اسلئے آریوں کو ایک ایسی نئی قوم قرار دینا جو کوئی ہزار و ہزار سال

قبل مسیح صفر ہستی پر آئے ہیں۔ سراسر غلطی ہے۔ پیر و سس مشہور مورخ تو
 اس بابت کا دعوے کرتا تھا۔ کہ قوم مید نے دو ہزار سال قبل مسیح بابلون
 کو فتح کیا تھا۔ مگر چونکہ بعض اور موزین اس فتح قوم کو سوسانی بتاتے ہیں۔
 اس لئے ہم پیر و سس کا یقین نہیں کر سکتے۔ ہاں اتنا نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ
 اس خالدی مورخ کو کم سے کم آریاؤں کے اس زمانہ میں کثیر القداد ہونے کا
 یقین تو ضرور ہوگا۔ جو اس نے ان کے اس کار نمایاں کرنے کا دعویٰ کر دیا۔
 صد ہا سال کے امن کے بعد سارگون بادشاہ اسریانی قوم مید کی آزادی
 کو چھیننا چاہا اور ۷۱۰ قبل مسیح ایک بھاری فوج لیکر مید یامین داخل ہو گیا
 اور بہت سے شہروں اور قلعوں کو اپنی سلطنت کے ساتھ شامل کر کے باقی
 ملک کو باج گزار بنایا۔ مگر مید بجائے سیم وزر کے اس فتح کو ٹھوڑوں کی ایک
 مقررہ تعداد تراج میں دیتے تھے۔ دیر تک اسیرین بادشاہوں کے تحت ہکر
 ۶۳۲ قبل مسیح میں میدیکا ایک طاقت ور ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ
 سیاکسارس بادشاہ مید۔ یانے اس پاس کی آریہ قوموں کو اپنے ملک میں ہبا کر
 اور ان سے معاہدہ کر کے سب قوموں کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح
 سے آنا نانا میں اپنی طاقت کو بڑھا کر ایک فوج گراں جمع کی۔ اور شہر نینوا یعنی پایہ
 تخت ملک اسیرا کی طرف روانہ ہوا۔ آشور بانی پال یعنی بادشاہ اسیرا لمبی
 اسے سوراٹھا۔ مگر ایک افواج مید کے پہونچنے کی خبر ملی۔ بادشاہ نے
 عزم آچوگنا ہو فوج کو جمع کیا۔ اور خود سپہ سالار ہو کر مقابلہ کو بڑھا۔ مقام
 اویا میں کے قریب ایک جنگ عظیم ہوئی جس میں فوج مید کو شکست فاش
 ہوئی۔ اور سیاکسارس کا باپ بھی اسی ملک عدم ہوا۔ گو بادشاہ مجید یا کو اپنی
 طاقت کا غلط اندازہ نہ نکاتے سے زک ہوئی۔ مگر فزون جنگ کا اسے ایک
 قیمتی سبق ملا۔ اور اب وہ اپنی فوج کو قواعد وغیرہ سکھانے میں مصروف
 ہوا۔ اقوام سب سے پایامیوں کو جمع کر کے اور اپنی فوج میں داخل کر کے

اُس نے اپنی طاقت کو بدرجہا بڑھا لیا۔ اور بار دیگر اس پر جملہ آور ہوا۔ اور اس دفعہ آشور بانی پال کو شکست دے کر شہر نینوا کی طرف بھگا دیا مگر سیاکارس کو باد و جد بہت سی کوشش کے شہر نینوا کے فتح کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔

قوم سس جسے یورپین سیتھ۔ فارسی ساکا۔ بابلونی یا اسپین گری اور زبان ژند میں توریا کہتے ہیں۔ ملک میدیا کے ارد گرد آباد تھے۔ اور جب کبھی موقع ملتا تھا۔ موٹ مار کے لئے ملک میں گھس جاتے تھے۔ جون ہی انہوں نے سنا کہ سیاکارس اسریہ لڑ رہا ہے۔ انہوں نے فوراً میدیا کو لوٹو کا ارادہ کیا۔ اور یہ عجلت روانہ ہوئے۔ ادھر سیاکارس کو جب یہ خبر دست انداز ہوئی۔ تو ناچار شہر نینوا کا محاصرہ ترک کر کے اپنے ملک کی حفاظت کرنے دوڑا۔ سس بھی طاقت میں کم نہ تھے۔ اور فنون جنگ سے بھی بالکل ناواقف نہ تھے۔ انہوں نے سیاکارس کو جو پہلے ہی لڑا لڑ کر تھک چکا تھا شکست فاش دی۔ حتیٰ کہ سیاکارس کو ان کا باجگذار بننا پڑا۔

طبع راہ حرف است ہر سہ تہی

از انیت مرطاعاں را بہی

سس بھی حکمرانی میں یکجانہ تھے۔ مقررہ خراج پر راضی نہیں ہوتے تھے اور ہمیشہ مغلوبوں سے مطالبہ کر کے زیادہ وصول کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ قوم سس نے میتو پونیا۔ مقرر اور اسریہ کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ جس کا حال ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ کہ ان کے چلے جانے کے بعد ملک میں صرف لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ سالہا سال کی لڑائیوں نے قوم سس کے بھی انجمن خیر ڈھیل کر دیئے۔ ادھر میدان انتقام کے لئے داغ دہشت پڑے تھے۔ اور شب و روز تیاریاں کر رہے تھے۔ عین ایسے موقع پر جب کہ سس بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ سیاکارس نے سرداران قوم سس کی دعوت کی۔ اور ب کو شہر لے

مردہوش کر کے قتل کر دیا۔ اس دغا بازی کے بعد میدہ اور سیس کے درمیان خوریز لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ جو سالہا سال تک جاری رہیں۔ اس زمانے مشہور اور عجیب واقعات میں لکھہ زربینہ کا قصہ ہے۔ یہ عورت خوب صورتی میں شہرہ آفاق تھی۔ اور قوم سیس پر چکران تھی۔ اس کے متعلق ایک عشق کی کہانی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ زربینہ بادشاہ سیس سے تار ماروس کی بیوی تھی اور لڑائیوں میں ہمیشہ اپنے خاوند کے ہمراہ رہا کرتی تھی۔ ایک موقع پر حسین لکھہ زخمی ہو کر ستریا نگوس بادشاہ میدہ کے داماد کے ہاتھ قید ہوئی۔ مگر اس نے کچھ اچلی لکھی سے بانی کی استدعا کی۔ کہ اُسے اُسے رہا کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہی ستریا نگوس زربینہ کے خاوند کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ زربینہ نے اپنے خاوند سے استدعا کی کہ اُسے رہا کر دے۔ مگر اُس نے منظور نہ کیا۔ اس پر زربینہ نے اپنے خاوند کو قتل کر دیا اور ستریا نگوس سے محبت کرنے لگی۔ آخر کاجب ستریا نگوس زربینہ کے دیبا میں ملاقات کے لئے آیا تو زربینہ نے اُس سے نفرت ظاہر کی اور کہتا ماری بیوی مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ پھر کاہے کو اُسے چھوڑتے ہو۔ اس بات سے ستریا نگوس نے دل شکستہ ہو کر خودکشی کر لی۔

سیا کاسرین کو سیس کی کمزوری نے اخیر میں بہت فائدہ پہنچایا۔ کیوں کہ اب وہ اُسے تنگ کرنے کے قابل نہ تھے۔ اور اسرا بھیجی سیس کی جملہ آوری کے سبب حالت نزع میں تھا۔ اُس نے شکستہ حال قوم خالہ بن اور۔ رسائی سے اتحاد کر کے اسرا پر بارہ سوم حملہ آوری کی۔ بادشاہ اسرا کو بھی اس معاملہ سے خبر لگی اُس نے فوراً آدھی فوج اپنے سپہ سالار بنو یاسر کے حوالہ کی۔ مگر اس نہاک حرام نے عین وقت پر بے وفائی کی۔ اور اُس اسرا کے مقابلہ پر اکھڑا ہوا۔ اسرا کو اب میدہ۔ عرب۔ فارسی اور بالونی افواج سے لڑنا پڑا۔ بادشاہ اسرا نے داد مر دمانگی دی۔ اور فوج قلیل سے اس زبردست دشمن کو شکست دے پیچھے ہٹا یا۔ مگر رات کے وقت دشمن نے سب خون

مار کر اس پرین فوج کو بالکل ضعیف کر دیا۔ چنانچہ انہیں شہر نینوا کی طرف بھاگنے ہی بن پڑی۔ اور دو اور لڑائیوں میں قوم مید شہر نینوا پر قابض ہو گئی چنانچہ حضرت یونس کی وہ پیشین گوئی جو سالہا سال پہلے کی گئی تھی ظہور میں آئی۔ جس وقت حاکمان وقت نے حضرت یونس کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اگر کوئی دشمن حملہ آور ہوا تو ہم یوں شہر کی حفاظت کریں گے۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ ”دریاؤں کے دروازے کھلے ہیں۔ اور محل تحلیل ہو نیکو ہے“ حقیقت میں شہر کی تباہی کے وقت یوں ہی ہوا۔ کہ شہر نینوا کے شمال مغرب کو جہان دریا سے خسرو کا پانی آ کر فصیل شہر کے باہر خندق میں گرتا تھا۔ یکایک طغیانی سے شہر کی تباہی کا باعث ہوا۔ محل شاہی بھی جو وہاں سے قریب تھا زمین کا پیوند ہوا۔ غرض کہ حضرت یونس کی پیشین گوئی کو موجب دریاؤں ہی نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور خوبصورت اور وسیع شہر کی فصیل جو قوی سے قوی دشمن کو روکنے کا دعوے کرتی تھی۔ آخری وقت بے وفائی کر گئی۔ اسراہیمی عظیم الشان سلطنت کا دار الخلافہ فتح ہو جانے کے بعد فاتحوں نے آپس میں ملک کو یوں تقسیم کیا۔ بادشاہ سیکاسرس نے اسراہ اور اُن باجگزار ریاستوں کو جو شمال اور شمال مغرب میں واقعہ تھیں اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور بنو پلاسر کجنت دھوکا باز کو خالدری۔ بابلون۔ سوسان اور دریا سے فزات کی داوی حوالہ کر دی۔ الغرض سلطنت اسراہ و عظیم الشان حصوں پر تقسیم ہوئی۔ مشرقی حصہ نے ملک میدیا کے ساتھ ملکر اُس کی وسعت کو مصلحت سے ایران سے لے کر مینج دریا کے زرات تک بڑھایا اور دوسرا حصہ بابلون کہلانے لگا۔ جو لوہرستان سے لیکر حدود مصر تک پھیلتا تھا۔ دنیا میں ایسی نظیریں شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہیں کہ دو جم عصر سلطنتیں جو پہلے پہلو واقعہ ہوں۔ ایک دوسری کی حاصد یا راشتک ہوں مگر یکا کسرس اور بنو پلاسر عم بھرا ایک دوسرے کے حامی اور مددگار رہے

اور ان کی دوستی میں کبھی فرق نہ آیا۔ بالون اور میدیا کی یہ عجیب و غریب دوستی پانچ سو سال تک قائم رہی۔ سیاکس اس عمر بھر لڑائیوں میں مصروف رہا۔ اور رفتہ رفتہ اس نے آرمینا اور کایادوشیا فتح کر لیا۔ اور میر فوڈوش کے بیان کے بموجب اس کا ملک کوہ قاف اور بحیرہ اسود تک پھیل گیا۔ مگر یہ فتوحات کچھ اس بادشاہ کے علم حرب پر منحصر تھیں کیونکہ بہت سی ریاستوں نے قوم سیس کے حملوں سے گنتا گنتا سیاکس کی اطاعت قبول کر لی۔ میدیا کے شمال مغرب میں ایک ملک واقع تھا۔ جسے اس زمانہ میں لیدیہ کہتے تھے۔ اس ملک نے تہذیب میں ایسی ترقی کی اور تہذیب اور معنیا کی کثرت سے ایسا مالدار ہو گیا کہ اپنے ہم عصروں کے ہیلو میں کانٹے کی طرح چھنے لگا۔ لیدیہ نے ویرناک یونان اور گرو فواج کے ملکوں پر حملہ آور سی جلدی رکھی۔ اور بعض بعض فتوحات بھی حاصل کیں۔ جس زمانہ میں بادشاہ سیاکس آرمینا کو فتح کر کے ملک کا ملاحظہ کر رہا تھا۔ یکایک اسے سرحد پر ایک سرسبز و شاداب زمین نظر آئی۔ اس نے ہمراہیوں سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ یہ ملک لیدیہ کے قبضہ میں ہے۔ اور اس ملک کی دولت اور شان و شوکت کی اس قدر تعریف کی کہ بادشاہ کا دل لہجہ آیا۔ اور حملہ آور ہونے کے لئے بہانہ تلاش کرنے لگا۔ آخر کار سیاکس نے تدبیر سوچ کر سیس قوم کے چند لوگوں کو ملک لیدیہ کی طرف بھگا دیا۔ اور بعد ازاں ایانٹس وٹان کے بادشاہ کو ایک غیر روانہ کیا۔ کہ ان فراری باشندوں کو واپس بھیج دو۔ ورنہ جنگ ہوگی۔ ایانٹس ایسی باتوں سے کب بڑھنے والا تھا۔ اس نے روکھا جواب دیا اور غروراً جنگ کے واسطے تیاریاں کرنے لگا۔ اور ہر بادشاہ سیاکس تو پہلے ہی تیار تھا۔ فوج گران لئے فوراً ملک لیدیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس پاس کے شاہزادے کو ہمیشہ لیدیہ کے حاسد ہوتے تھے۔ مگر انہیں

سیاکسارس کی فتوحات بھی شاق تھیں۔ انہوں نے فوراً لیدیہ کی حمایت پر مکرنا نہ ہی۔ اور بادشاہ سیاکسارس کو شکست دے کر واپس کیا۔ اس واقعہ سے سیاکسارس کے دل میں آتش غیظ بجھنے لگی۔ اُس نے ملک میں جا کر ازسرنو تیاری شروع کی۔ اور بادشاہ پتوبلاسر سے امداد مانگی۔ اس طرح فوج بے شمار کولے کر ازسرنو حملہ آور ہوا۔ مگر لیدیہ نے اس جہادری سے مقابلہ کیا کہ سیاکسارس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اور چھ سال تک لڑائی جاری رہی۔ ایک دن جبکہ دونوں فوجیں میدان جنگ میں نہایت جان بخشی اور بہادری سے لڑ رہی تھیں یکایک دنیا تیرہ و تار یک ہو گئی جو میں اندھیرا ختم ہوا۔ دونوں فوجوں کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ اس عجیب و غریب واقعہ نے ایسا اثر کیا تھا۔ کہ دونوں فوجوں میں صلح ہو گئی۔ اور اس غوریز لڑائی کا ایسی سہولیت سے خاتمہ ہوا۔ یہ تیرگی جسے ایسا تغیر واقعہ کیا۔ سورج گرہن کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مگر چونکہ اُس زمانہ کے لوگ ہر ایک عجیب و غریب شے سے متاثر ہو جاتے تھے۔ اسلئے انہوں نے خوف زدہ ہو کر جھپٹ پٹ صلح کر لی۔ ایسا تیس بادشاہ لیدیہ نے اپنی بیٹی کی شادی سیاکسارس کے بیٹے سے کر دی۔ اور اُس زمانہ سے لیدیہ۔ میدیا اور بابلون تینوں سلطنتیں ایک دوسرے کے دوست اور رشتہ دار ہو گئے۔ اُس زمانہ کی جاہلانہ رسومات کے بموجب تینوں بادشاہوں نے ایک دوسرے کا خون چکھا اور قسم کھائی کہ آئندہ کے لئے وہ سب وقار رہیں گے۔ ۶۱۰ قبل مسیح یعنی صلح کے وقت سے لیکر پچاس تک تینوں سلطنتیں جو اس وقت تمام مغربی ایشیا پر حکمران تھیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہتاؤ کرتی رہیں۔ کہ یکایک مہر نے اس امن میں فتور ڈالا۔ مہر اس زمانہ میں آزاد ہو چکا تھا۔ اور وہاں کے بادشاہ سامتاگ ان ملک کو فتح کرنے کی فکر میں تھا۔ جہز مہری ہمیشہ سے حق ثابت کر رہے

ہیں۔ بغرض ۹۰۸ قبل مسیح نیکو ابن سام نامک اول نے تخت نشین ہو کر ارض فلسطین پر چڑھ گیا۔ اور جو شیا بادشاہ یہودیہ کو شکست دے کر دیا نے فرات کی طرف قدم بڑھایا۔ ایدومیا۔ فلسطین۔ فنیشا اور اسرائیل نے نیکو کی اطاعت قبول کر لی۔ اور تین سال تک مصری بے روک ٹوک ان ملکوں پر قابض رہے۔ مگر آخر کار بادشاہ بنوچید نذر نے جو بوقت تقسیم ان ممالک کا مالک قرار دیا گیا تھا۔ بادشاہ نیکو سے جنگ کر کے ان ملکوں کو واپس لیلیا بلکہ مصر کا بھی حقوڑا حصہ فتح کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اڑھائی مین بادشاہ میدیا نے شاہ بابلون کی مدد کی تھی۔ سات اٹھ سال کے بعد مصر نے پھر سازشیں کرنی شروع کیں۔ اور جو یا کم شاہ یہودیہ کو علانیہ بغاوت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ مگر بنوچید نذر نے قوم میدی کی مدد سے پھر وہاں اپنا تسلط بٹھالیا۔ اس جنگ میں مددینے کے بعد بادشاہ میدیا نے نہ ۹۰۹ قبل مسیح تضاکی۔ اور اسکا بیٹا استیاگس جانشین ہوا۔

سیاکس اس نہایت حریص اور جفاکش بادشاہ تھا۔ اور اپنا ارادہ حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ دوستوں سے وفاداری اور دشمنوں سے دغا بازی روا رکھتا تھا۔ گو اس بادشاہ نے اپنے ملک کو بڑھانے اور مذہب مجوسی کے پھیلانے میں کتنی ہی کامیابی حاصل کی ہے۔ مگر اس نے تہذیب کی ترقی میں کوئی کوشش مطلق ظاہر نہیں کی۔ اور جس وسیع سلطنت کی اس نے بنا ڈالی تھی۔ وہ ایک مختصر زمانہ میں سمار ہو گئی۔

استیاگس ہر ایک بات میں اپنے باپ کے برعکس تھا۔ شب و روز عیش و عشرت کے سوا اسے اور کچھ بھی نہیں سوچتا تھا۔ اور ہمیشہ خلوت نشین رہتا تھا۔ اُمر اور ویرا بھی بادشاہ ہی کے پیرو تھے سرخ یا نہر و پوشاک پہنے اور گلے میں طوق زین لشکائے حرام سراؤں میں نہ مارتے

نظر آتے۔ گھوڑوں کا سازمک سونے کا ہوتا تھا۔ دربار شاہی میں علاوہ سینکڑوں خدام کے ایک قاصد ایک ساتی اور ایک خواجہ سربراہ وقت موجود رہتا تھا۔ اور مصاحبین میں جو بے سے اعلیٰ ہوتا تھا اُسے چشم بادشاہ کا خطاب دیا جاتا تھا۔ محوسی پروہتوں کا خصوصاً دربار شاہی میں بہت بڑا اقتدار تھا۔ جو خواہوں کی تعمیر پر بتاتے۔ قابیل ڈالتے۔ اور ہر طرح کے امور میں شورت دینے کو تیار نظر آتے تھے۔ بادشاہ نے ایک خاص شکار گاہ بنوایا ہوا تھا۔ جسے فردوس کہتے تھے۔ طرح طرح کے جنگلی جانور جب الحکم بادشاہ وہاں میا کئے جاتے تھے۔ استیاگس کی جوانی تو چین سے گزری مگر بڑھاپے میں اُسے لک شرف و فساد سے پر نظر آیا۔ جابجا جنگ و جدال کا اندیشہ تھا۔ مگر استیاگس نے رویہ کے زہد اور مکر و فریب سے بجائے نقصان کے فائدہ اٹھایا۔ اُس حصہ میں جسے آجکل گیلان کہتے ہیں۔ ایک آریہ قوم قدوسی نامی آباد تھی۔ اور گردنواح کی بہت سلطنتوں سے آزاد تھی۔ وہاں کا سردار اپنی رعایا سے کیستقدربدگمان تھا اس لئے اپنے لئے مددگار بنانے کے لئے اُس نے استیاگس کی اطاعت قبول کر لی۔

بادشاہ استیاگس لاؤلد مرا۔ گو اُس نے پہلی شادی کے بعد تین دفعہ اور شادی کی مگر بد شمتی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

قدوسی لکھتا ہے کہ اسکندر دربار کا بیٹا تھا۔ اور دربار نے بیلوقس کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ اور یونانی مورخین بھی طرح طرح کی گپیں بانکتے ہیں۔ مگر حقیقت میں کسی کے پاس بھی اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ استیاگس کی کوئی اولاد تھی۔ علاوہ ازیں ایام قدیم میں یہ ہمیشہ قاعدہ رہا ہے۔ کہ جب کوئی پرانا خاندان فنا ہو جاتا ہے۔ اور نیا خاندان حکمران ہوتا ہے۔ تو لوگ نئے خاندان کی عزت اور تقداری کے بڑھنے

کے لئے کسی نہ کسی طرح سے اُسے پرانے خاندان کا رشتہ دار ثابت کر دیا
ہیں۔ استیاگس کوئی ستر سال کا تھا کہ معانات نے یکایک ایک عجیب
پٹ لکھایا۔ ملک فارس جو میدیا کے عروج کے وقت دب گیا تھا۔ اور
سیاکسارس کی اطاعت بھی انہوں نے قبول کر لی تھی۔ گرائس کے بیٹے کی
امن پستی نے انہیں طاقت ور ہونے کا موقعہ دیا۔ اُس وقت فارس میں
بادشاہ سارس ابن شرب حکمران تھا۔ اس زمانہ کی رسومات کے بموجب
سارس کو بوجہ خراج گزار ہونے کے اکثر استیاگس کے دربار میں حاضر رہنا پڑتا
تھا۔ سارس جو زروشت کا معتقد تھا۔ قوم مید کو حقارت کی نظر سے
دیکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں باوجود زروشتی ہونے کے مذہب مجوسی اختیار
کر لیا تھا۔ سارس کو دل میں نہ یہی جوش اس وجہ کو تھا۔ کہ وہ شب و روز
اس خیال میں تھا۔ کہ کسی نہ کسی طریق سے قوم مید میں مذہب زروشت
غالب ہو۔ بادشاہ کے ضنف سے تو اُسے پوری آگاہی تھی کیونکہ استیاگس
کو دن رات کینزوں اور طوائف کی صحبت کے سواے اور کچھ پسند نہ تھا
باپ کی بیماری کا بہانہ کر کے یکایک سارس شخصت کا طلبکار ہوا۔ گواہند امیں
بادشاہ کو گوارا نہ ہوا مگر انجام کار اُسے پانچ مہینے کی حضرت میدی۔ سارس
کے چلے جانے سے دوسرے روز استیاگس اپنے محل میں منہ اڑا رہا تھا
شراب کا دور چل رہا تھا۔ اور محفل قص و سرود شروع ہونے کو تھی۔ جو میں
حب امپار شاہ کچھنی کھڑی ہوئی۔ اُس نے یوں کانٹا شروع کیا۔

شیر کی خدمت میں تھا خنیر ایک چلدا خنیر گہراپنے ولیک
دباں کرے گا وہ تیاری جنگ کی شیر پڑا ایکادہ مشکل بڑی

اس سے کچھ ٹھوڑا عرصہ پہلے خالہ دی پروہت نے پیشین گوئی کی تھی کہ بادشاہ
مید کے ماتحت سے ملک جاتا رہے گا۔ اب اس گیت کے سننے سے اُسے
یہ راز سب سے ظاہر ہوا۔ کیونکہ اُس خالہ دی پروہت نے یہ بھی کہا تھا کہ ان ب

ملکوں پر سارس کا راج ہو گا۔ ہستیائیں نے فوراً ایک مفسر کو حکم دیا کہ سواروں کو ہمراہ لے کر سارس کا تعاقب کرے۔ اور فارس کے شہزادہ کو زندہ یا مردہ واپس لے کر آئے۔ سوار اس سرعت سے گئے کہ انہوں نے سارس کو حدود ملک سے باہر نکلنے کے پہلے ہی پالیا۔ اور اسے فران شاہ سنایا سارس نے بڑی لامنت سے جواب دیا کہ میں واپس جانے کے لئے بچان دول حاضر ہوں۔ چونکہ رات تاریک تھی اسلئے انہوں نے دربار شاہی کو روانہ ہونا صحیح پر ملتوی کر دیا۔ سارس نے کچھ ایسی چالاکی سے انہیں شراب پلا پلا کر مدہوش کر دیا کہ ان کے مدیش میں آنے سے پہلے سار و فرخ منقصود کے قریب پہنچ چکا ہوا تھا۔ ایک دستہ فوج جو سارس کے باپ نے استقبال کے لئے روانہ کیا ہوا تھا۔ سرحد پر موجود تھا۔ سارس انہیں ساٹھ لیکر اپنے متعاقبون کا انتظار کرنے لگا۔ اور ہر سواران میں جب خواب استراحت سے جاگے تو شہزادہ کو غائب پا کر تلاش میں روانہ ہوئے۔ سارس نے ان سواروں کو شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ اور خود باپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

جو میں بادشاہ ہستیائیں کو اس واقعہ کی خبر ملی اس نے دست نامہ سفر روانہ کر دیا۔ آوے عقل کیا مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ دو غابازوں پر عربانی کوڑیاں صدمہ کیا ملتا ہے۔ نرم اور لائق الفاظ کے چہرے میں بچھکر تو نے اپنے تئیں اس بلا میں مبتلا کر لیا۔ مگر خیر اب بھی وہ خالی جانے نہیں پڑیگا۔ خیال زلف بہتان میں نصیر پیشا کر گیا ہے ساپن کل اب کیپر پیشا کر

فوج گران جمع کی گئی۔ اور سارس کی گوشمالی کے لئے طرح طرح کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سرحد فارس سے اترتے ہی جنگ عظیم شروع ہو گیا۔ پہلے دن تو کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ مگر دوسرے روز فارسی جو تعداد میں نسبت بہت ہی

مختوڑے تھے شکست کھا کر پیچھے کو ہٹنے لگے۔ تاکہ مقام سپارگادی دارالخلافہ
 ملک کو محفوظ رکھیں۔ استیاگس لڑتا لڑتا دارالخلافہ کی طرف بڑا۔ فارسی تاب
 مقاومت نہ لاکر ایک پہاڑی پر محصور ہوئے۔ سپاہ مید نے تین دن کی لڑائی
 میں وہاں بھی قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ استیاگس نے حکم دے دیا تھا۔ کہ اگر
 کوئی سپاہی پیچھے ہٹنے یا مقبوضہ پہاڑی پر سے اترنے کی کوشش کرے تو
 اسکا خود آستر قلم کیا جاوے۔ فارسی شکست کھا کر پہاڑی سے اترنے ہی کو تھے
 کہ ان کے عیال و اطفال نے جو وہاں پناہ گزین تھے۔ اور کوئی آن میں دشمن
 کے ہاتھ قید ہو جاتے۔ بیابان ہو کر روز اپنی نسا شروع کر دیا۔ اس دوسو منظر کو
 دیکھ کر فارسیوں کا دل بھر آیا۔ دیوانہ وار دشمنوں کی صفوں میں جا کھسے۔ اور
 وہ جو ہر مردانگی دکھائے۔ کہ ایک ہی حملہ میں ساٹھ ہزار کو تہ تیغ کیا۔ اس پر بھی
 استیاگس نے مار نہ مانی۔ اور دارالخلافہ کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر پانچویں حملہ میں
 سارس نے اسے ایسی شکست دی کہ بادشاہ مید یا کو ناچار بھاگتے ہی بنی پڑی
 اب اگر استیاگس اکبا تانہ میں دارالخلافہ تک پہنچ جاتا تو فوج جمع کر کے پھر لڑنے
 آتا۔ مگر سارس نے سوا بھیج کر اسے پکڑوا منگایا۔ اور شاہی خیموں وغیرہ پر قبضہ
 کر لیا۔ اگر استیاگس کا کوئی ولیعہد ہوتا تو لڑائی جاری رہتی۔ لیکن ابھی بعید
 ہونے کی وجہ سے اس کے مدد کرنے کے قابل نہیں تھا۔ بابلوں میں خود
 ہی خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں۔ مزید برآں قوم مید اور فارسیوں کے مذہب
 میں بھی کچھ بہت بڑا فرق نہیں۔ برائے نام زردشت کے پیرو دونوں کہلاتے
 ہی تھے۔ الغرض موجودہ حالت میں سارس کو دونوں ملکوں نے بخوشی
 اپنا بادشاہ منظور کر لیا۔ ملک مید یا جو رقبہ میں ۵ لاکھ مربع میل کے قریب
 تھا سارس کے ہاتھ لگتے ہی اسکی طاقت بڑھ گئی۔

ملک مید یا کا زوال صرف بد انتظامی کے باعث ہوا۔ تمام مقبوضہ یا ستوں
 کے الگ الگ بادشاہ تھے۔ جو جب خواہش اپنے ملک کا انتظام کرتے تھے

بادشاہ مہدیہ کی غرض صرف خراج سے ہوا کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ فوج کی حالت بگڑتی گئی۔ اور ملک کے رعب و داب میں بھی فرق آئے لگا۔ ابتدائی فتوحات نے قوم مید کو مغرور اور امن پرست بنا دیا۔ سارس کا بادشاہ کی صحبت میں رہنا بھی بہت مضر تھا۔ کیونکہ اسے سلطنت کی اندرونی خرابیوں سے قنیت ہو گئی۔ انقض استیلا کی غفلت اور کمزوری نے سارس کو زبردست ہونیکا موقعہ دیا۔

ناظرین کی دل چسپی کے لئے کتاب زردشت کی چند سطروں کا ترجمہ یہہ نذر کیا جاتا ہے۔

باب وینداد کا پہلا من گاد

(۱) اہورامزدا نے مقدس زردشت کو کہا کہ اسے پاک زردشت میں بنے ہی بنجر زمین کو بنجر بنز و شاداب کیا ہے۔ کیونکہ اسے مقدس زردشت اگر میں غیر آباد زمین کو قابل آبادی نہ کرتا۔ تو آریام دیو کے بعد تمام جاندار مر جاتے۔

(۲) میں نے ایک خوب صورت ملک بنایا۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی کیونکہ وہاں جانداروں کے لئے بہت بڑی تباہی ہے۔

(۳) میں جو کہ اہورامزدا ہوں۔ وہ ملک میں نے سب سے اعلیٰ بنایا آریام دیو تھا۔ مگر انگریزوں نے جو کہ ظالم اور جفا کار ہے دیووں کی مدد سے ایک قبیحی سانپ اور برف کو بنایا۔

(۴) وہاں دس سینے سردی اور دو سینے گرمی ہوتی ہے۔ سردی پانی۔ سردی زمین۔ اور سردی درختوں میں ہے۔ وہاں موسم سرما کے وسط میں چاروں طرف عیسیت برف پڑتی ہے اور وہاں بڑی سختی و بلاء ہے۔

(۵) میں نے جو کہ اہورامزدا ہوں۔ بار دوم جو اعلیٰ ترین ملک بنایا۔ وہ گوا تھا جس میں سنگھ و واقعہ ہے۔ وہیں انگریزوں نے جو کہ ظالم اور ہلاک کن ہے وہاں کو پیدا کیا۔ جو پیر و جوان اور مویشی کے لئے قاتل ہے۔

(۶) تیسرا اعلیٰ درجہ کا ملک جو کہ میں نے جو کہ اہور مزداہوں بنایا۔ مضبوط اور پاک و موزوں ہے۔ وہیں انگریز مینوس نے اس کے برخلاف تاخت و تاراج اور جنگ کو پیدا کر دیا۔

(۷) چوتھا اعلیٰ درجہ کا ملک جو میں نے جو کہ اہور مزداہوں بنایا۔ بلند جھنڈوں والا ملک بنی ہوئی تھا۔ وہاں انگریز مینوس نے جو کہ موزوں اور قمار ہے۔ کھڑے کھڑے اور زہریلے پرے پیدا کئے۔

(۸) پانچواں عمدہ ملک جو میں نے جو کہ اہور مزداہوں بنایا۔ فداوی (غور و اور) نجدی کے درمیان) تھا۔ جہاں انگریز مینوس نے بد عقیدتی کی لغت پیدا کی۔

(۹) چھٹا عمدہ ملک جو میں نے جو کہ اہور مزداہوں بنایا۔ مار دیو یعنی جزیرہ تھا وہیں انگریز مینوس نے جو کہ ہلاک اور تباہ کنندہ ہے اس کے برخلاف ژالہ باری اور افلاس کو پیدا کیا۔

(۱۰) ساتواں عمدہ ملک جو میں نے یعنی اہور مزداہوں نے پیدا کیا ویکارت تھا جس میں دژ ماکا واقع ہے۔ وہاں انگریز مینوس نے جو کہ ظالم ہے عربی کے لئے پری کھنا کھیتی اور کشاپ کو پیدا کیا۔

(۱۱) آٹھواں عمدہ ملک جو میں نے یعنی اہور مزداہوں نے پیدا کیا اور تھا۔ جس میں بہت سے دریا تھے۔ مگر اس کے برخلاف انگریز مینوس نے تباہی کو پیدا کیا۔

(۱۲) نوواں اعلیٰ درجہ کا ملک جو میں نے یعنی اہور مزداہوں نے پیدا کیا۔ کھیتی جس میں کہہ کرانا ہے۔ تھا۔ وہاں انگریز مینوس نے عصیان بد کو پیدا کیا۔

(۱۳) دسواں عمدہ ملک جو میں نے یعنی اہور مزداہوں نے بنایا۔ مار کیتی تھا۔ تیسرا انگریز مینوس نے ہلاک کنندہ نے مردوں کو بجال رکھنے کا گناہ پیدا کیا۔

(۱۴) گیا رہواں اعلیٰ درجہ کا لک۔ جو میں نے یعنی اہور مزدا نے بنایا۔
دولت مند اور مذہب آتھو۔ ویاں انگر و مینوس ملک نے جلاو
گری کو پیدا کیا۔

(۱۵) اور وہ انگر و مینوس طرح طرح کی طاقتیں اور شکلیں پیدا کر کے تباہ جو ہیں
وہ کسی جلاو گر کو ملتا ہے۔ جلاو گر طرح طرح کے گناہ پیدا کرنے لگتا ہے مثلاً
قتل کرنا۔ یا دل کی رفتار کا بند کرنا۔

(۱۶) بارہواں عمدہ ملک جو میں نے یعنی اہور مزدا نے بنایا۔ راگھو آتھا۔
جس میں تین قومیں تھیں۔ تپیر انگر و مینوس نے جو کہ گمراہ کنندہ ہے خدا کا
انکار پیدا کیا۔

(۱۷) تیرھواں عمدہ ملک جو میں نے یعنی اہور مزدا نے پیدا کیا۔ ضعیف اور
پاک کا گرا آتھا۔ اسپر انگر و مینوس نے طرح طرح کے گناہ یعنی مُردوں کا
پکنا پیدا کیا۔

(۱۸) چودھواں اعلیٰ درجہ کا ملک جو میں نے جو کہ اہور مزدا ہوں بنایا۔
چار گوشوں والا دارنیا آتھا۔ ویاں فریدیوں پیدا ہوا۔ جس نے ملک باپ
کو قتل کیا۔ اسپر انگر و مینوس نے بیماریاں اور وبا میں جو کہ آریا قوم کی نہیں
ہیں پیدا کیں۔

(۱۹) پندرہواں عمدہ ملک جو میں نے یعنی اہور مزدا نے بنایا ہوتا
ہندو آتھا۔ جس کی وسعت مشرقی ہند سے لے کر مغربی ہند تک ہے
انگر و مینوس نے جو کہ ملک ہے۔ اُس کے برخلاف برائیاں اور
بخار پیدا کئے۔

(۲۰) سولہواں عمدہ ملک جو میں نے جو کہ اہور مزدا ہوں بنایا۔ سمندر
کے کنارے پر خندقوں کے گرد آتھا۔ تپیر انگر و مینوس نے دیووں کی مدد
سے برہنہ کو پیدا کیا۔ اور زلزلے بھی واقعہ کئے۔

(۲۱) علاوہ انہیں آؤر بھی بہت سے ملک ہیں۔ خوش۔ نیک بخت
اور شان دار ۴۰



باب ۱۰

سلطنت بابلون

جس وقت شرنینو کی فتح کے بعد سلطنت اسر یا کوسیا کیس میں بادشاہ
 میدیا اور بنو پلا سر نے آپس میں تقسیم کیا تھا۔ اس سلطنت عظیم کا ایک حصہ
 تو میریاسے ملحق ہو گیا تھا۔ اور دوسرا حصہ بنو پلا سر کو اس کی دغا بازی کے سلسلہ
 میں لگ گیا تھا۔ بابلون اسی حصہ کا نام تھا۔ جس پر بنو پلا سر حکمران تھا۔ لفظ
 بابلون بابل سے لیا گیا ہے۔ یعنی وہ ملک جبکا دارالخلافہ بابل تھا۔ اس حصہ کا
 زمانہ قدیم میں خالدی نام تھا۔ جس سے ناظرین بخوبی واقف ہوں گے۔ اس لئے
 ملک بابلون کی حدود و چیخہ کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ اس اتنا کہ کتابے محل
 نہ ہو گا کہ صوبہ سوسان جسے آجکل خورستان کہتے ہیں۔ اور شامان ایران کے
 قبضہ میں ہے۔ اس زمانہ میں بابلون کا خراج گزار تھا۔ اس صوبہ کی سرسبزی تمام
 ایران میں مشہور ہے۔ ملک فونیشیا بھی شاہ بابلون کے قبضہ میں تھا۔
 ملک فونیشیا کی دولت اس زمانہ میں زبان زد خیال تھی۔ تجارت کی وجہ سے
 یہ ملک اتنا متمول تھا۔ کہ ارد گرد کے ملک حسد کرتے تھے۔ حقیقت میں
 تمام ملک بابلون جو لوہرستان سے لے کر مصر تک پھیلتا تھا۔ اور ارض
 فلسطین اور مغربی ساحل عرب بھی اس میں شامل تھے۔ نہایت شاداب اور
 قابل زراعت تھا۔ دریا اور جھیلیں جب کہ ملک کی زرخیزی میں مدد تھیں۔

دوسرا جی ملک کی زرخیزی کو بھی دوبا لا کرتی تھیں۔ ملک بابلون کے مشہور شہر تقریباً وہی تھے۔ جنہیں قوم خالیدین نے آباد کیا تھا۔ البتہ شہر نئے بوریسا دوراہ۔ سپارہ یا سفاریم۔ اوپس۔ سناسی۔ کوٹھا۔ آرخ اور ٹریدیون نوآباد اور اس زمانہ میں مشہور تھے۔ باوجود ہر طرح کے فوائد ملک بابلون کا محل وقوع نہایت غیر محفوظ تھا۔ ایک طرف تو مصر جو نہایت آباد اور طاقتور تھا۔ اور اپنے مشرقی ہمایوں کا ہمیشہ سے حاسد تھا۔ بابلون کے لئے خطر ناک تھا۔ اور دوسری طرف قوم مید کے لئے بابلون کے سب دروازے کھلے تھے۔ عرب بھی جو جنگ آور اور بہادر تھے۔ مگر تاریخ قدیم میں وہ کبھی کسی ملک کے لئے خطر ناک ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ آب و ہوا ناموافق اور گرمیستان کی وجہ سے لوگ منتشر ہوئے رہتے تھے۔ بے تعصب موزین کے لئے یہ امر ہمیشہ باعث تعجب رہا ہے۔ کہ عرب کی منتشر اور کم تعداد قوم کو کیونکہ حضرت محمد صلعم کے وقت میں یہ طاقت حاصل ہوئی۔ کہ گردنواح کی زبردست سلطنتوں کو تروبالا کرتی، موٹی ہند سے لے کر ہسپانیہ تک اور ہسپانیہ سے جنوبی افریقہ تک تمام ملکوں پر حکمرانی کرنے لگی گوہر نژاد فسانے اور داستانیں مشہور ہیں۔ مگر تاریخ قدیم میں ایسا کوئی بھی واقعہ نظر نہیں آتا۔

بابلونی کون تھے

بابلونی کئی ایک سقون سے مخلوط تھے۔ جن میں سے بہت سا حصہ خالیدین تھے۔ اور چونکہ خالیدین توراتی نسل سے ہیں اسلئے ملک بابلون کے باشندوں میں بہت سے حصہ میں توراتی قوم آباد تھی۔ زبان وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں قوم سمیت اور آریا بھی مخلوط تھی۔ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ کہ ملک خالدی میں سب سے پہلے نسل توراتی آباد تھی جس کی

مزدوں نے بنا ڈالی تھی۔ اور جب قدر تہذیب گرد و نواح کے ملکوں میں پھیلی۔ وہ
 اسی قوم سے نقل کی گئی تھی۔ زمانہ قدیم میں ۱۵۴۶ قبل مسیح سے لے کر ۱۳۰۰
 قبل مسیح تک ملک خالیدی میں عرب خاندان کے بادشاہ حکمران رہے ہیں عرب
 خاندان سے ملک عرب کے رہنے والے مراد نہیں۔ بلکہ اُن کے ابا و اجداد
 جو نسل سمیت سے تھے۔ یہ خاندان بزور بازو حکمران نہیں ہوا۔ غالباً عرب
 خاندان کا قوم خالیدین سے کوئی رشتہ و اتحاد تھا۔ اور انقلاب روزگار
 سے کسی نہ کسی طرح اس قوم نے اُس خاندان کے بادشاہوں کے تخت پر
 متمکن کر لیا۔ ۱۳۰۰ قبل مسیح قوم اسرین نے بابلون دار الخلافہ ملک خالیدی
 کو فتح کر لیا۔ محکوم ہونے کی وجہ سے اس قوم کا نام و نشان ٹٹنے لگا۔ کیونکہ
 انہیں فتح قوم کی زبان اور رسوم مجبوراً اختیار کرنی پڑیں۔ اور چونکہ اسرین
 نسل سمیت سے تھے۔ اسلئے خالیدین کا اس قوم سے اختلاط ہونے لگا حتیٰ کہ
 مورخین قدیم بوجہ مشابہت خالیدین کو نسل سمیت سے سمجھتے رہے۔ اسکی
 زیادہ توجہ یہ تھی کہ خالیدین اپنی تمام مہمایہ قوموں سے تہذیب میں افضل
 تھے۔ اسلئے اسرین کو بھی اُن سے بہت کچھ سیکھنا پڑا۔ اور اس طرح یہ دو
 مختلف نسلوں کے لوگ ملکر ایک ہو گئے۔ خالیدین کی قابلیت اور اُن کی
 ایجادیں زمانہ قدیم میں زبان و خلافت تھیں۔ حضرات عزّایا۔ جرمیا اور
 دانیال اُن کی تعریف میں طب اللسان ہیں۔ ارسطو جو اُن کے وقت سے
 صد ہا سال بعد پیدا ہوا ہے۔ انہیں اُستادانتا ہے۔ الغرض اسرین و خالیدین
 کا اختلاط ہونے سے علم و تہذیب تو خالیدین کی بحال رہی۔ اور زبان
 اسرین قوم کی غالب ہو گئی۔ بابلونی جو اُن دو نسلوں قوموں کی اولاد ہیں۔
 اُن کے خط و خال سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں بہت سی نشانیاں
 توراتیوں کی بحال رہی ہیں۔ جیسا کہ ایک زمانہ میں خالیدین مذہب قوم کا
 سراج تھے۔ ویسا ہی بابلونیوں نے علم و تہذیب میں اپنی تمام معصرتوں کو

بات کر دیا ہے۔ تجارت۔ حرفت۔ صنعت اور تعلیم میں وہ بیگانہ تھے۔
 یہودی جو آجکل تجارت میں شہرہ آفاق ہیں۔ اسی قوم کے شاگرد تھے۔
 اس میں کچھ شک نہیں کہ بابلیوں کو تجارت کے خیال نے طامع آرام پسند
 اور بزدل بنا دیا تھا۔ جیسا کہ آجکل یورپین تجارت کو ترقی دینے کے لئے
 دنیاویں کو زاموش کر چکے ہیں۔ اور نہ کالانچ اُن سے بڑی بڑی بے شرمی
 کا کام کرتا ہے۔ تماشہ گاہوں میں برہنہ عورتوں کا نمودار ہونا۔ دوکانوں
 میں خوبصورت لڑکیوں کا لوکر رکھنا اسی خیال سے ہے۔ کہ ملک ملک کے
 نئے شرم اور شہوت پرست لوگ دیکھنے آویں۔ اور اس طرح سے یورپ کا
 بازار تجارت گرم ہو۔ بابونی بھی غیر ملکوں کے لوگوں کو بایل کرنے کے
 لئے بڑی سے بڑی بے شرمی کو روا سمجھتے تھے۔ ہر ایک عورت پر فرض
 تھا کہ اپنی عمر میں ایک دفعہ بکیتس کے مندر کو جادے۔ اور واں جو کوئی
 سرعام اُس کا طلبگار ہو۔ اُس سے ہم آغوشی کرے۔

بجائے نکاح کرنے کے بابونی کنواری لڑکیوں کو منڈی میں لے جا کر
 عام کے سامنے نیلام کرتے تھے۔ اس سے بھی مقصد یہی تھا کہ دور دورے
 سین لڑکیوں کے نظارہ کے لئے لوگ بابلون کو آویں۔ اور یوں طالبان
 زرقندی کھری کریں۔ کرتیس ایک مورخ یونان لکھتا ہے۔ کہ اجنبی لوگ
 کسی لڑکی کے والدین کو جب الطلب کچھ رقم ادا کر کے ہم بستری کی اجازت
 حاصل کر سکتے تھے۔ نکلس و نکس ایک اور مورخ یونان کہتا ہے کہ بابلیوں
 کی لڑکیاں ملائم الطبع اور نازک بدن تھیں۔ جو اندر اُن کی رنگین پوشاکوں
 پر نظر کرنے کو تہیہ اعلیٰ کا حاصل کرنا سمجھتے تھے۔ اُن کی بالیاں یتیمی اور
 ملائم لباس قابل دید تھے۔ ہر ایک شخص بہت سی شادیاں کرتا تھا۔ شراب
 خوری عام تھی۔ اکل و شراب پر فضول خرچیاں کرتے تھے۔ میزیں سونے اور
 چاندی کے برتنوں سے لدی نظر آتی تھیں۔ قصہ مختصر بابونی ہر طحلی عیش و

عشرت پر فدا تھے۔“

معصیت اور بدکاری گو عارضی وقت کے لئے قوم کی خواہشوں کو پورا کرے۔ تو کیا اُس کا انجام ہمیشہ تباہی اور بربادی ہے۔ عروج کے زمانہ میں بابونی جہاد اور طاقت و سپاہی تھے۔ خلیج فارس سے لیکر دریائے نیل تک کے میدان اُن کی الو العزمی کے گواہ ہیں۔ باوجود مزد میدان ہونے کے بابونی بڑے ظالم تھے۔ مغتوحہ قوموں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو جلا وطن کرنا۔ تکلیف دہ اور طویل قید اور مغلوبوں کے بچوں کا انکی آنکھوں کے سامنے قتل کرنا معمولی سزائیں تھیں۔ قوانین کی سختی سے امیر و غریب یکساں ترسائے تھے۔ بادشاہ وزیر اعظم تک کو ایک اشارہ سے قتل کر سکتا تھا اور اگر رعیت بادشاہ کی دشمن ہو جاتی تھی۔ تو وہ بھی بادشاہ کو نہایت ذلت بے بار ڈالے بغیر آرام نہیں لیتی تھی۔ اکثر کرم کڑا ہی میں پھینک کر اُسے جلا دیتے تھے۔ ان تمام ظلموں کی بنا غرور تھا۔ غرور جو ایک ملک مریض ہے کامیابی کے وقت کم و بیش ہر قوم پر غلبہ کرتا ہے۔ اور انجام کار تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ بابونی غرور و تکبر میں تمام ایشیائی قوموں سے بڑھ کر تھے۔ جس وقت بنوچہ نذر نے ارگرد کی ریاستوں کو فتح کر کے شہر بابون کو لا لال کیا۔ اُس وقت مجبور نے بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلوا دیا۔ ”کیا یہ بابون وہی ہے جسے میں نے اپنی طاقت بے مثال کے اظہار اور اپنی ذات اعلیٰ کی عزت کے لئے بنایا ہے۔“ الغرض بوسے خودی سے قوم کا دماغ پُر ہو گیا۔ باوجود تمام برائیوں کے بابونی متعصب اور مذہب میں ثابت قدم تھے۔ مگر انکی عبادت محض ریاکاری اور جاہ و جلال کے دکھاوے کا ذریعہ تھی۔ تجارت میں اُن کا دیانت دار ہونا اُن کی ترقی سے ثابت ہوتا ہے۔ جب تک ایک قوم جو تجارت کو بڑھانا چاہتی ہے۔ حساب میں سچائی اور معاملہ میں درستی اختیار نہ کرے کامیابی ناممکن ہے۔ دیانت دار تاجر اپنے لئے مستقل اور روز

اس ویران شہر کے کھنڈروں پر آنسو بہاتے نظر آتے۔ وہ الوالغزم بادشاہ جو دارالخلافہ کی زیب و زینت کو اپنے لئے عزت و افتخار کا باعث سمجھتے تھے وہ ہفاکش مزدور جو تادم نزع اس عالی شان شہر کی تعمیر میں مشغول رہے ہیں اور وہ مغرور اہل شہر جو اس شہر کے خوب صورت بازار اور مکتی ہوئی گلیوں کو دیکھ کر جنت فردوس پر ترجیح دیتے تھے۔ کیا آج اس محزون شان و شوکت اور مرکز علم و تجارت کو مٹی اور چو نہ کا انبار دیکھنا انہیں خون کے آنسو نہ رلاتا یا بلونی تو کیا سینکڑوں مسافر جنہوں نے اس کے قدیمی عز و جلال اور موجودہ زوال کا اندازہ لگا یا ہے۔ ان عبرت کے موتیوں پر جو اس خاک کے ذرے ذرے میں پنہاں ہیں دو چار آنسو تیار کر بی آئے ہیں۔

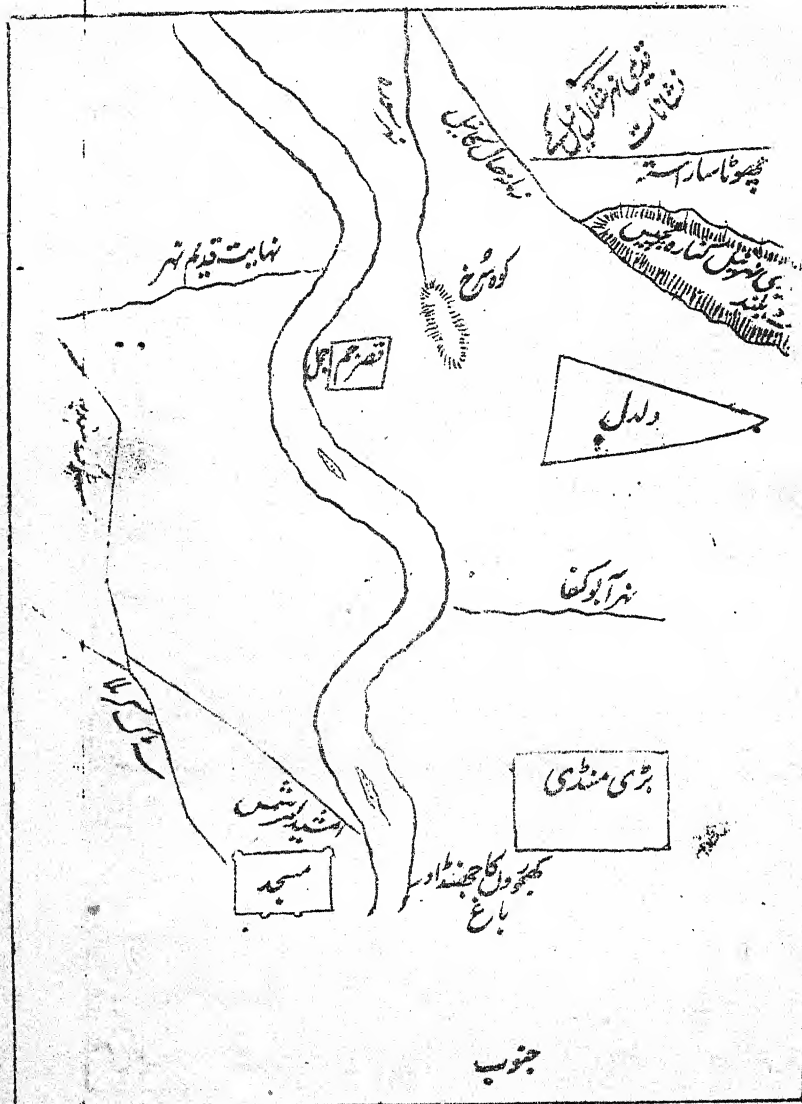
چپے چپے پہ ہیں یاں گوہر کینا تہ خاک
دفن ہو گا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

گو مورخین قدیم شہر تخیل کو بابل سے بڑا بیان کرتے ہیں۔ مگر کھنڈرات کو ملاحظہ اور دیگر ذیلیل سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بابل بڑا تھا۔ شہر بابل مربع شکل کا تھا اور مورخین قدیم کے بیان کے بموجب اس گردا کوئی چھپین میل کے قریب تھا۔ اور تفصیل شہر کے اندر اس قدر قابل زراعت زمین موجود تھی۔ اگر شہر کا محاصرو ہو جانا۔ تو باشندگان شہر کے اندر ہی کافی غلہ پیدا کر سکتے۔ دریا سے فوات جو شہر کے وسط میں سے گزرتا تھا۔ کشتیوں سے پُر تھا۔ پل بھی جا بجا تھے۔ مشہور عمارات شہر بلوس کا مندر اور دو محل ہیں۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ بلوس کا مندر مربع شکل کا تھا۔ جس کا ایک ضلع چوتھا می میل سے کم نہ ہو گا۔ مندر کا مینار جو اٹھ منزل کا تھا۔ بالونیوں کی عالی حوصلگی اور دیادلی کا ثبوت ہے۔ ہیروڈوٹس کے وقت میں آخری منزل پر ایک سونے کی میز اور چار پائی دھری تھی۔ بت اس زمانہ میں وہاں نہیں تھے۔ فارسیوں کے حملہ بعد جب سب قیمتی چیزیں وہاں سے لٹ گئیں۔ تو

بت دھڑے گئے۔ دایو دوس لکھتا ہے۔ کہ بت خانہ میں تین سونے کے بت تھے۔ یعنی بیتل۔ بلیش اور ایشتر کے۔ بلیش کے بت کے سامنے دو سونے کے شیر تھے۔ اور ان کے نزدیک ایک نہایت وزنی چاندی کا سانپ دھڑا تھا۔ سونے کی میز چالیس فیٹ لمبی اور پندرہ فیٹ چوڑی تھی اور ان بتوں کے سامنے دھڑی تھی۔ سونے چاندی کے گھڑے اور گلاس بھی وہاں دھڑے تھے۔ مینار کی آکھویں اور پہلی منزل پر اسی قسم کا قیمتی سامان دھڑا ہوا تھا۔

سب سے زیادہ دل چپ اور عجیب مقام باغ آویزاں تھا۔ جو بادشاہ بنوچند نذر نے اپنی بیوی آموہیا کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اس باغ کی خوبصورتی حیطہ تحیر سے فزوں ہے۔ دور دور سے لوگ دیکھنے آتے تھے۔ وہ مقام جسے عرب آبکل بابل کہتے ہیں۔ کھنڈرات کا شمالی حصہ ہے۔ اور نہایت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ دیوار شہر بھی نہایت عجیب و غریب ہے۔ جو کرتیس کے قول کے بموجب ایک سونے فیٹ بلند اور چالیس فیٹ عرض میں تھی۔ اور فصیل میں دو سو پچاس مینار تھے۔

شہر بابلوں کے کھنڈرات کا نقشہ
شمال



اُس زمانہ کے علم و ہنر

ہر ایک مورخ اس بات کو اذیتا ہے کہ قاریوں کے حلقہ سے پہلے تمام اقوام قدیم کی نسبت زیادہ شایستہ اور عالم تھے۔ علماء انہیں مصریوں کا ہمپایہ خیال کرتے ہیں۔ یونانی اور رومن بھی اُن کی مجید تعریف کرتے ہیں۔ بابونی نجوم اور علم تعمیر میں شہرہ آفاق تھے۔ اُن کی عمارات میں سے دو دنیا کی سات عجائبات میں سے گنی جاتی ہیں۔ اولابوس کا مندر اور دوم بلع معلق۔ علم نجوم میں خصوصاً اُن کی کسی نے برابری نہیں کی۔ یونانی جن کا تمام یورپ مع سراسر ہے۔ اپنے تئیں علمائے اہل کاودنے شاگرد کہتے ہیں۔ علم تعمیر میں اولاقوم خالیدین نے بڑی ترقی کی ہے۔ بابونیوں کی بے مثل عمارات خالیدین ہی کی ایجادوں کا ہیضہ ہیں۔ بابونی مندروں کی زیب و آرایش میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے تھے۔ بوس کا مندر اس میان کا کافی ثبوت ہے۔ برس کے مندر کی بھی عمارت لاثانی ہے۔ اسے انہوں نے عقاب نجوم پر مبنی کیا تھا۔ مندر کے نیچے سے لے کر اوپر تک سیات برج تھے۔ ان سات درجوں کے انہوں نے علحدہ علحدہ رنگ مقرر کئے تھے۔ جو کہ سات برجوں کے تناسب تھے۔ سورج کے لئے سنہری۔ چاند کے لئے چاندی کا سازنگ۔ زحل کے لئے سیاہ۔ مشتری کے لئے نیلوانگی یا صندلی۔ مریخ کے لئے سرخ۔ زہرا کے لئے پیلا اور مری کے لئے نیلا رنگ مقرر کیا ہوا تھا۔ ان سات برجوں کا حساب قوم خالیدین کے وقت سے ہے۔ اس عمارت کو دیکھ کر اُس لائق ہمار کے ماتھے چوسے کو جی چاہتا ہے۔ کس کس حکمت سے اُس نے ہر ایک رنگ کو بنایا ہے یا تیار اور مضبوط عمارتوں کے بنانے کے نسخے انہیں کو معلوم تھے۔ اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بابونی کلیں وغیرہ بنانے کے بھی علم سے ماہر تھے چنانچہ

گھنڈرات میں سے ایک خور و بین بھی برآمد ہوا ہے۔ بالونی چھوڑ چھوڑنے
 نگینوں پر اس خوبصورتی سے تصاویر بناتے تھے۔ کہ عقل دنگ ہو جاتی
 ہے۔ سوائے اعلیٰ درجہ کے اوتار اور خور و بینوں کے ایسا کام کرنا محال
 ہے۔ سیم وزر اور طرح طرح دھاتوں پر اُن کی دست کاری پایہ کمال کو
 پہنچی ہوئی تھی۔ پارچات بنانے میں بھی وہ شہرہ آفاق تھے۔ خصوصاً
 اُن کے بنائے ہوئے قالین اور دریاں جن کے لئے آجکل روم و ایران
 مشہور ہیں۔ عجیب و غریب تھے۔ یورپ کا موجودہ علم نجوم مختلف طریق
 سے ہے۔ مگر حقیقت میں مختلف ستاروں کے مقامات وغیرہ کو یاد
 رکھنے اور نظام فلکی کے تغیرات کو ملاحظہ کرنے کے لئے خالین کا طریقہ
 یورپ سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ستاروں کے اکٹھا ہونے سے
 جو مختلف شکلیں بنتی ہیں۔ اُن کا خیال رکھتے تھے۔ چونکہ سیارے گردش
 کرتے کرتے ہمیشہ اپنے مقامات کو تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے الگ
 الگ زمانہ کی اشکال نجوم کا ملاحظہ کرنے سے ہم آسانی اُن کی رفتار اور
 طریق گردش کے متعلق اصول وضع کر سکتے ہیں۔ یورپ کے نجومی بھی آجکل
 بالونیوں کی نقل کر رہے ہیں۔ اور انہیں کے طریق سے مشاہدہ کرتے
 ہیں۔ قیدی علم نجوم جسے آجکل یورپ میں منہ دبیں لائے ہیں۔ انہوں نے
 مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ کیونکہ عرب نے سپانیہ کے کتب خانوں
 کو ہر طرح کے علوم کی کتابوں سے لبریز کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے مصر و
 یونان اور یونان نے بالونیوں سے سیکھا ہے۔ برجمائے شمسی اور
 قمری کا حساب بلکہ علم نجوم کے سارے اعلیٰ اصول بالونیوں کی وقت
 سے ہیں۔ سورج اور چاند گرہن کی نسبت بھی انہوں نے بہت سے
 مشاہدے کئے تھے۔ مگر حقیقت میں انہوں نے اُس زمانہ میں اُس کی
 اصلی وجوہات معلوم نہیں کیں۔ کیونکہ نظام فلکی کے اصول دریافت کر نیکی

لئے طویل و طویل زمانہ چاہئے۔ انہوں نے حساب کر کے لکھا ہے کہ اٹھارہ سال اور دس روز کے بعد چاند گرہن واقع ہوتے ہیں۔ یونانیوں کا سب علم نجوم بابلونیوں کی طفیل تھا۔ بابلونیوں نے کبتوں پر چاند گرہن کی چار تاریخیں تحریر کی ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔ ۲۱ء قبل مسیح۔ ۲۰ء قبل مسیح۔ ۶۲۱ء قبل مسیح۔ اور ۲۳۵ء قبل مسیح۔ ان میں سے ۲۱ء قبل مسیح کا گرہن کل چاند پر تھا۔ مورخین قدیم نے یہ غلطی کی ہے۔ کہ علم نجوم کے آغاز کو بادشاہ بنو ناصر کے وقت سے خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یوں ہے کہ اس بادشاہ نے اس لایح کے کہ اس کا نام آئندہ کے لئے علم نجوم کے شائقین میں مشہور ہو اور اُسے اس علم کا موجد گنا جاوے۔ تمام پرانی کتابوں وغیرہ کو برباد کر کے مشاہدات کا حساب اپنے وقت سے شروع کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر حقیقت میں علم نجوم اُس سے ہزار سال پہلے کا ہے۔ جیسا کہ کبتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ بابلونی سورج گرہن کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں اور سیاروں کی مختلف حرکات اور ان کے باہمی فاصلوں کی نسبت انکے معلومات زمانہ حال سے کم نہ تھیں۔ کیونکہ بہت سے نتائج انہیں کے وقت سے ملتے جاتے ہیں۔ یونان کو ان کے علم کا ایک حصہ معلوم تھا۔ جیسے تاج یورپ کے علمائے موچھوں پر تاؤ دیتے ہیں۔ غالباً بابلونیوں کے پاس دور میں بھی ہوں گی۔ کیونکہ ایسے مشاہدات ہیں اس آگے کا ہونا ضروری ہے۔ کھنڈرات میں سے بہت سے کتبے ایسے پائے گئے ہیں جنہیں نجوم کے ذریعہ سے پیشین گوئیاں کی ہوئی ہیں۔ ہندوستانی وضع کا نجوم بھی انہیں کے وقت سے ہے۔ جیسا کہ آجکل یورپ میں موسم کے بغیر اور بادش و غیرہ کی نسبت پیشین گوئیاں کرتے ہیں۔ بابلون میں یہ بھی رواج عام تھا۔ حتیٰ کہ وہ زلزلہ وغیرہ کی نسبت بھی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے۔

مگر یہ امر باعث تعجب ہے کہ ان کی پیشین گوئی ان صرف اپنے ہی ملک میں محدود تھیں۔ گرد و نواح کے ملکوں کی نسبت کبھی انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ یونانی سیدین۔ نابوریان وغیرہ اس زمانہ کے چند مشہور بحریوں کا نام بیان کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے ان کے زیادہ حالات نہیں لکھے۔ بابلون میں سال بھر کے لئے جہاز سازی فروخت ہوتی تھیں۔ جس میں موسم وغیرہ کی نسبت تاریخوار پیشین گوئی ان درج ہوتی تھیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بابلونی علم ریاضی میں بہت لائق ہون گے۔

بابلونیوں کے اوضاع و اطوار

کھنڈرات میں سے جو کتبے وغیرہ دستیاب ہوئے ہیں۔ گو اس نے بابلونیوں کے اوضاع و اطوار کا نتیجہ نکالنے میں کافی مدد نہیں ملتی۔ مگر مورخین یونان کی تحریرات اس معاملہ میں مکمل ہیں۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ وہ ٹھٹھے کا گھگھرا پہنتے تھے۔ جو پاؤں تک پہنچتا تھا۔ اور اسپر ایک اور گھگھرا جو شیم یا کسی اور قیمتی کپڑے کا ہوتا تھا پہنا جاتا تھا۔ گلے میں عام لوگ چھوٹا سا انگرکھا یا فتویٰ پہنتے تھے۔ مگر امیر لوگ ایک قسم کا لمبا چوغہ جس میں بازو ننگے رہتے تھے پہنا کرتے تھے۔ دستار بھی رائج تھی۔ گو امیر لوگ آسانی کے واسطے ایک خاص وضع کی ٹوپی کو ترجیح دیتے تھے۔ ہر صورت ان کا لباس آجکل کے عرب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ بادشاہ زیور کے بھی شوقین تھے چنانچہ عموماً کڑے پہنا کرتے تھے۔ پاپوش کی بجائے چلیان ہنٹال کی جاتی تھیں۔ ہتھیار اس زمانہ میں سب اعلیٰ درجہ کے موجود تھے۔ تیرز کمان۔ خود۔ تیغ و تبر اور زرہ نہایت صفائی اور کاریگری سے بنائے جاتے تھے۔ سپاہ پیادہ اور ہیلیوں کا انتظام بطور بان تھا۔ چوبہ گاڑی جس میں چار گھوڑے چلتے تھے۔ بابلونیوں نے ایجاد کی تھی۔ اس قوم کا استقلال

فتح یروشلم سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ جب تک اس شہر کو فتح نہ کر سکے برابر سال بسال حملہ آوری کرتے رہے۔ قواعد وغیرہ میں بابلونی لایق نہ تھے۔ اور سپاہ کو مختلف قوموں سے جمع کرتے تھے۔

حملہ آوری سے پہلے فالیں ڈالی جاتی تھیں۔ اور جس طرف جنگ شروع کرنے کی پروہت ترغیب دیتے تھے۔ اُس پر عمل کیا جاتا تھا۔ پروہت لڑائی میں بھی ہمراہ رہا کرتے تھے۔ خالیدین علم فلسفہ وغیرہ میں لایق ہونے کی وجہ سے عموماً پروہت مقرر کئے جاتے تھے۔ اور انہیں ہر طرح کا امتیاز اور عجب و تاب حاصل تھا۔ بت خانوں کی عبادت۔ فالیں ڈالنا۔ علم نجوم سے پیشین گویاں کرنی ب انہی کے سپرد تھا۔ ان کے پاس کتابیں بہت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی مخفی رہا کرتی تھیں۔ جن کا اوروں کو میسر ہونا محال تھا۔ اور چونکہ یہ کتابیں زبان خالیدین میں تھیں۔ اس لئے ان کا پڑھنا بھی غیروں کے لئے ممکن نہ تھا۔

بابلونی تجارت میں نہایت سرگرم تھے۔ اور طرح طرح کا کپڑا درآمد کے لئے تیار کرتے تھے۔ مال تجارت کی تقیم میں آسانی کے لئے انہوں نے ارد گرد کے الماک میں گدھام خانے مقرر کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ساحل عرب پر ایک مقام موسوم بہ گڑہ میں بہت سال فروخت کا ذخیرہ جمع رہا کرتا تھا۔ علاوہ دوسرے ملکوں کے ان کا مال تجارت ہند کو بھی جاتا تھا درآمد کا مال یا تو براہ راست جہاز کے ذریعہ سے اور یا خشکی کے راستہ بلوچستان سے ہو کر ہندوستان کو پہنچتا ہو گا۔ زراعت کا بھی یہ قوم کچھ کم خیال نہیں کرتے تھے۔ کھجور دن کے لئے سوسے پانی کا انتظام کرنے کے انہیں کچھ اور تکلیف نہ تھی۔ بابلونی کہتے ہیں کھجور کے درختوں میں بھی مٹھ اور نڈر کی تیز رہے۔ جب تک نڈر کھجور کا اندر دنی حصہ مٹھ کھجور کے پھولوں سے نہ چھوٹے پھل پیدا ہو نہیں سکتا۔ اگر ان دونوں درختوں کو

نزدیک نزدیک بویا جائے تو قدرت خود ان ضروریات کو پورا کر دیتی ہے۔
 کھجوروں کی ترقی کے لئے بابلونی مہنہچی ذریعے بھی کام میں لاتے تھے۔ اگر
 زمین ریتلی رہے۔ تو رہاں نمک چھڑک دیتے تھے۔ اور وہاں گھٹلی یا شاخ کو
 بوندیتے تھے۔ جب ضرورت وخت کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو
 تبدیل کر دیتے تھے۔ مگر ایسا تیسرے عموماً نصف موسم گرما میں کیا جاتا تھا ترکاریاں
 اگانے میں بھی یہ قوم بہت ہوشیار تھی۔ بابلونی پھلی کے بڑے شوقین تھے
 اور اسے جال کے ذریعے پکڑ کر نہایت عجیب طریقہ سے پکاتے تھے اُسے
 دھوپ میں سُکا کر پس ڈالتے تھے۔ اور پھرائس کی ردیاں پکائی جاتی تھیں
 باوجود اس قدر شایستہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے بابلونی خیر مذہب قوم سید کی
 طرح شراب خوار تھے۔ علم موسیقی تو ان کا روح و روان تھا۔ ستار۔ طنبورہ
 اور کچی اور ساز بجاتے تھے۔ عورتوں کا پردہ بابلونیوں میں رائج نہ تھا۔
 اسلئے چند رسومات بدجن کا پیشتر ذکر کیا گیا ہے۔ کچھ باعث تعجب نہیں۔
 آج کل گو تمام یورپ زمانہ پردہ کی مخالفت کرتا ہے۔ مگر کیا تاریخ قدیم اور
 کیا یورپ کے موجودہ حالات اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ کہ جن قوموں
 میں پردہ کا رواج نہیں۔ زنا کاری اور بدکاری بھی وہاں عام ہیں ہاں
 عورتوں کو تعلیم پانے اور مذہب ہونے سے روکنا سراسر غلطی ہے۔ ہماری
 اولاد کی تعلیم اور ریاست انہیں کی توجہ سے ترقی پذیر ہو سکتی ہے جب
 عورتوں کو بھی خدا نے داعی طاقتیں عطا فرمائی ہیں تو ان کا بھی استعمال
 کرنا چاہئے۔ تہذیب اور تعلیم اگر ظاہر داری اور غیر ضروری آراستگی کے
 خیالات سے بری کی جاوے۔ اور اس کی بنا طلب حقیقت اور خاکساری
 پر ڈالی جاوے تو قوم کے سب عیسوں کی دوا بن سکتی ہے۔ ورنہ ایسی تہذیب
 سے جو بجا آوی کھاتی ہے۔ جاہل مطلق رہنا بہتر ہے۔
 ہندوستان کی تہذیب کو شروع ہوئے گو دو ہزار سال ہو گئے ہیں۔

جہاں تک ہمیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ تعلیم نسوان کا ابتدا ہی سو خیال نہیں کیا گیا۔ اب اگر ناظرین سے پوچھا جاوے کہ اگر یہی طول و طویل عرصہ عورت سرگرم تعلیم رہیں۔ اور مردوں کو سیکھنے سے محروم کیا جاتا۔ تو ملک کی کیا حالت ہوتی۔ جس کسی نے تعلیم یافتہ عورت کے حالات پر غور کیا ہے وہ بلا تامل کہہ دے گا۔ کہ آج کم سے کم نصف ہندوستان کی عورتیں عالم اور لائق ہوتیں۔ اور ہند میں علم آجکل کی نسبت بدرجہا زیادہ اور وسیع ہوتا۔ اب مردوں نے آج تک ہندوستان میں کیا قابلیت ظاہر کی ہے۔ ابتدا میں انہوں نے چند صدیوں میں یکایک ایسی ترقی کی۔ کہ کہیں کے کہیں پہنچ گئے اور ابھی انہیں داو لیاقت اور ہوشیاری بھی نہیں ملی تھی۔ کہ ایک آدھ صدی میں پھر جاہل مطلق ہو گئے۔ الف کے نام بے بھی نہیں سمجھتے۔ نادانی اور جاہالت کی چند صدیوں کے بعد۔ حملہ آور مسلمانوں نے پھر انہیں تعلیم کی گاڑی کے آگے جوت دیا۔ واقعات بد نے اب بھی دوزخ تک پہنچنے دیا۔ اور بار دیگر ابر جاہالت ملک پر پھیل گیا۔ کاش کہ ہم ہمیشہ سے ہی بے علم و تنذیب ہوتے آج ہمیں یہ کہہ سکتے کہ تورا نہ پڑتا۔ کہ ہمارے باپ دادا عالم نجوم و منطق تھے اور ہمیں مائے کھنڈا پڑھنا بھی نہیں آتا۔ ان سب برائیوں کے اسباب ہماری عادت و رسوم میں پنہاں ہیں۔ اشرف المخلوقات کہلانے کے حرف مرد ہی سخت نہیں اس میں عورت بھی شامل ہے۔ خداوند کریم نے بعض باتوں میں مرد کو فضیلت بخشی ہے۔ اور بعض میں عورت کو۔ کامیابی تب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ فضیلتوں سے کام لیا جاوے۔ مرد میں قوت ایجاد زیادہ ہے۔ اور عورت میں قوت حافظہ۔ مرد ہزار علوم بنادیں۔ مگر جب تک وہ عورتوں کو نہ سکھائے جاوے گی ان کا پایہ نہ ہونا ناممکن ہے۔ کتابیں جل سکتی ہیں۔ کتبے برباد ہو سکتے ہیں۔ مگر جو علوم حافظہ میں ہیں۔ تا بقائے انسان زائل نہ ہوں گے۔ یہ داستانیں جو ہزار سال کی ہیں کتبوں سے ملی ہیں۔ خدا جانے کیتوں کی تحریر سے کتنے

ہزار سال پہلے کی ہیں۔ انہیں کس نے محفوظ رکھا ہے۔ عورت کے محافظ نے۔
 مرد جنگ میں تلاش معاش میں یا کسی اور شغل میں ساری باتیں بھول جاتا ہے
 یہ عورت ہی کی طفیل ہے کہ نسلاً بعد نسل اپنے معاملات کو اولاد کے سپرد کر کے
 ہزار سال تک قائم رکھتی ہے۔ جیسے کہ عورت کسی چیز کے ایجاد کرنے میں ناقابل
 ہے۔ ویسے ہی کسی ایجاد کردہ چیز کے پھیلانے میں بے بدل ہے۔ کسی عورت
 کو کوئی جھوٹی سچی حکایت کم کر تجر بہ تو کر دیکھو کہ کتنے قلیل عرصہ میں ہر ایک کے
 کانوں تک پہنچتی ہے۔ علوم کے پوشیدہ رکھنے کی علت بد ہمارے سلف
 کو اسی سبب سے تھی کہ وہ عورتوں کو نہیں سکھاتے تھے۔ اگر عورتوں کو اپنا راز
 بناتے تو آج ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک علوم
 قدیم کا ڈنگا بجتا نظر آتا۔ عورتیں صرف علم کے پھیلانے ہی میں مدد نہیں
 دیتیں بلکہ اُس کی ترقی میں بھی وہ بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ جس وقت تعلیم
 عورتوں کے معاملات کو مرد کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ تو مرد کو ان خود ترقی
 کا اشتغال پیدا ہوتا ہے اور چونکہ اُس میں قوت ایجاد موجود ہے۔ اس لئے
 وہ آگے بڑھنے میں ناکامیاب نہیں ہو سکتا۔ جھوٹ بھی ہندوستان کی
 مملکت امراض میں سے ہے جس گھرانے یا قوم میں عورتوں کو عزت و شرافت
 حاصل ہو۔ وہاں یہ عادت بد کبھی داخل ہونے نہیں پاتی۔ کیونکہ استبدادی
 عورت کا قدرتی جوہر ہے۔ اُس کا رعب مردوں کو کبھی اس گناہ کا ترکب ہونے
 نہیں دے گا۔ جھوٹ بھی انسان کی قوت ایجاد ہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے مرد
 و عورت کے علاوہ علاوہ خواص کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر اس مضمون کی
 تفصیل آئندہ کی جادے گی۔ کیونکہ اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ اگر ہم نے
 عورتوں کی تعلیم اور ترقی میں بھی ویسی ہی کوشش کی۔ جیسا کہ ہم مردوں
 کے لئے سرکھپاتے ہیں۔ تو قوم کی ہزاروں خرابیاں دور ہو جاویں گی۔
 اور ہندوستان آسمان تہذیب پر ہر درخشاں ہو کر دینا کو روشن کرے گا۔

مذہب بابلون

بابلونینوں کا مذہب وہی تھا۔ جس کے پندرہ سو سال پہلے قوم خال دین مسقند تھے۔ جسے کہ پروہتوں کا لباس تنک تھا حال وہی تھا۔ ہاں اتنے عرصہ میں یہ فرق ضرور ہو گیا تھا۔ کہ اس قوم کے عیاش اور شایق شان و شوکت ہونے کی وجہ سے مندروں کا جاہ و جلال اب بدرجہا زیادہ تھا۔ بت طلائی کام سے مرصع تھے۔ بڑی بڑی قیمتی اشیاء صدقہ کے طور پر بتوں کی نذر کی جاتی تھیں۔ گاہے گاہے اختلاف رائے سے وقتاً فوقتاً بتوں کی تعظیم و تکریم میں بھی تفرقہ پڑتے تھے۔ بادشاہ بنوچد نذر نے میروداخ کے بت کی فضیلت اور عظمت کو بدرجہا بڑا دیا۔ اور اُسے قدیمی بت بیل نامی کا ہم پایہ سمجھنے لگا۔ عوام کی پرستش میں تین بت اعلیٰ تھے۔ میروداخ۔ بیل اور تیتو۔ چونکہ بادشاہوں کے نام ہمیشہ بتوں سے منسوب ہو کر رہتے تھے۔ اس لئے ہر ایک بادشاہ کے نام سے ہم اُس کی پرستش کے خاص بتوں کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ مثلاً نابوچد ان بنوچد نذر۔ بنو پلاسر اور بنو نی درس کے ناموں سے ثابت ہے کہ یہ بادشاہ بت مینو کی پرستش اور تکریم کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بھی بعض بعض دفعہ اپنے ناموں کو بتوں سے منسوب کرتے تھے۔ مگر وہ نام انہوں نے قصداً اب بگاڑ دیئے ہیں۔ تاکہ ان کی جہلیت کا پتہ نہ لگ سکے۔ مثلاً ایک یہودی شاہزادہ جسے بابلون میں تعلیم پائی ہے۔ موسوم بہ عبدالینو تھا۔ یعنی بت مینو کا غلام۔ گو یہ نام آج تک رائج ہے۔ مگر یہودیوں نے اُسے بگاڑ کر عبدالنیگو کر دیا ہے۔ بتوں کی اُس زمانہ میں ایسی کثرت تھی کہ حاجب اچھوٹے چھوٹے مندر بتے ہوئے تھے۔ جہاں پرستش کے لئے کم سے کم ایک بت تو ضرور ہوتا تھا۔ عوام بتوں کے سامنے طرح طرح کی اشیاء و تحائف رکھ جاتے تھے جسے پروہت چٹ کر جاتے تھے۔ اور غریب لوگ بچارے خیال کرتے تھے

کہ بت ہی کھا جاتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے لوگ بتوں اور خداؤں میں تمیز کرتے تھے۔ اور بتوں کو مختلف خداؤں مثلاً چاند سورج وغیرہ کی نشانیاں وغیرہ خیال کرتے تھے۔ مگر باوجود علم و لیاقت کے وہ بھی بدعتوں سے خالی نہ تھے۔ جیسا کہ آج کل عیسائیوں میں بعض عورتیں شادی نہیں کرتیں ویسا ہی ان میں بھی بعض کنواری عورتوں کو پروہتن بنایا جاتا تھا۔ اور لوگ خیال کرتے تھے کہ خدا (ان کے معنوں میں) رات کے وقت آسمان سے اترتا ہے اور پروہتن سے ہم بستری کرتا ہے۔ اس خیال سے بت کے سامنے ایک چارپائی پڑی رہتی تھی۔ جس پر وہتن خاص خاص موقعوں پر رات بھر سوتی تھی اور پروہت اپنا منہ کالا کرنے کے لئے وہاں جا دھکتے تھے۔ عیسائیوں میں بھی بن بیابی عورتیں جو کسی عیسائی مندر میں داخل ہو جاتی ہیں مقدس شمار کی جاتی ہیں۔ یہ رسم کفار قدیم سے ہے۔ گو عیسائیوں کو ان افعال بدکار ترکیب سمجھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ بت لکڑی پتھر اور دھات وغیرہ سے بنائے جاتے تھے۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا۔ روئیں اور پیتل بھی استعمال تھا۔ بعض دفعہ بتوں پر غلاف بھی چڑھاتے تھے۔ مثلاً میل کا بت چاندی کا تھا اور اسپرینوچہ نذر نے سونے کا غلاف چڑھایا پروہتوں کو گزارہ کے واسطے مندر کے متصل کچھ زمین مل جاتی تھی۔ اور نذر نذرانوں سے بھی ان کا کیسہ پر رہتا تھا۔ سپر ڈوڈش سورخ یونان لکھتا ہے کہ سال میں ایک بڑا بھاری میلانگتا ہے۔ جس پر بڑے بڑے جلے ہوتے تھے۔ اس موقع پر لوگ بتوں کو مقدس گاہیلوں پر بٹھا کر سیر کرانے لے جاتے تھے۔

علامہ بتوں کے بالوں میں نے بعض خداؤں کے لئے الگ الگ علامات مقرر کی ہوئی تھیں۔ صلیب جس کی پرستش عیسائیوں میں عام ہے بالوں کے ایک بت کی علامت تھی۔ شمس (سورج کا خدا) کی علامت ایک دائرہ

تھا۔ اور اس کی بیوی سماتہ گولا کی نشانی ایک آٹھ کرنوں والا تارہ بتاتے تھے۔ بابلون کے بہت سے مندروں کے نام قوم خالدين کے وقت سے ہیں مثلاً بیل کے مندر کا نام بیت سگاتھ قدیم سے ہے۔

ملک بابلون کے تاریخی واقعات

گو ناظرین ملک خالدي کا حال پڑھ چکے ہیں۔ مگر صرف تاریخ کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تیرہ سو سال قبل مسیح یہ ملک تختلاتین بادشاہ اسریائے فتح کر لیا تھا۔ مگر چونکہ وہ خود ویاں کا انتظام کرنے کے ناقابل تھا۔ اسلئے اس نے اپنے ایک رشتہ دار کو ویاں کا حاکم قرار دیا اور کچھ عرصہ تک یہ ملک برائے نام خراج گزار رہا۔ رفتہ رفتہ ملک خالدي آزاد ہو گیا۔ اور باہمی جنگ و جدال ہونے لگا۔ مصر جو قدیم سے سلطنت اسریا کا حاسد تھا۔ اس ملک کی مدد کرتا رہا۔ اس لئے بادشاہ اسریائے بجائے کچھ کامیابی حاصل کرنے کے اپنے ملک کا تھوڑا سا حصہ ان لڑائیوں میں مار دیا۔ اس ناکامی سے دو سو سال کے بعد اسریائے پھر اپنی طاقت کو بڑھا کر از سر نو کوشش شروع کی۔ اور ۵۰۰ قبل مسیح اشور ازیر پال کے بیٹے نے طول و طویل جنگ کے بعد ملک خالدي کو فتح کر لیا۔ مگر ۴۰۰ قبل مسیح میں بادشاہ بنو ناصر کے وقت پھر یہ ملک آزاد ہو گیا۔ مگر اس بادشاہ نے ملک کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے اپنے تئیں ضعیف کر لیا۔ سنی اس نامی ایک مشہور و معروف عورت جس کی تعریف میں مورخین قدیم اسقدر سرگرم ہیں۔ اسی بادشاہ کی بیوی تھی۔ ۲۱۰ قبل مسیح میر تدوخ بالادان بابلون کا بادشاہ تصور کیا گیا۔ اس بادشاہ نے ایک عجیب و غریب معجزہ دیکھا اور اس کی تعبیر پوچھنے کے لئے ہنر کیلئے بینا سیر کی طرف شہر یروشلیم کو ایک سفیر روانہ کیا۔ ہنر کیلئے نے اسے بتایا کہ تم ایک نیا مملکت باجری میں مبتلا ہو گے مگر بعد میں شفا پاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ تدوخ

بالا دان کو آخر کار بادشاہ اسرائیل نے شکست دے کر جلا وطن کر دیا۔ جسے کہ
رفتہ رفتہ تخت بنو پلاسر کو اس کی بیوفائی کے عوض میں نصیب ہوا۔ جیسا کہ
ناظرین پڑھ چکے ہیں +
بادشاہان بابلون کی فہرست عرب خاندان کے تسلط سے بنو پلاسر کے
وقت تک کی ہریر ناظرین کی جاتی ہے۔

بادشاہ کا نام	سن حکومت	اسکے عہد کے مشہور واقعات
خاندان اسرین	۱۳۰۰	تعلات نین نے بابلون فتح کیا
بنو چند نراول	۱۵۰۰	
میروداخ ادین افی	۱۱۳۰	بادشاہان اسرائیل اور ایسا ن ہوتی رہیں
میروداخ شابک زیری	۱۱۱۰	
.....	۱۱۰۰	بابلون نے مصر سے معاہدہ کر کے تھوٹو اس ملک اسرائیل سے فتح کر لیا
.....	۸۸۰	اشور ازیر پال شاہ اسرائیل نے لڑائی کر کے بابلون سے اپنا ملک واپس لیا
میروداخ سم ادین	۸۵۰	شکشا سر شاہ اسرائیل نے خانگی جنگ کے وقت اس بادشاہ کی مدد کی
میروداخ بلاتز واجنی	۸۲۰	سٹش دل بادشاہ اسرائیل نے بابلون فتح کیا۔
پل	۷۷۵	
بنو ناصر	۷۴۷	ملک بابلون پھر آزاد ہو گیا
نادیس	۷۳۳	
چینیوس	۷۳۱	

بادشاہ کا نام	سن حکومت	اس کے عہد کے مشہور واقعات
اولوگویا	۷۲۶ قبل مسیح	
میردوخ بالادان	۶۷۱	پنجیسر سیریکیم کی طرف سفیر روانہ کیا۔
سارگون	۷۰۹	بادشاہ اسریانے بابلون فتح کیا
میردوخ بالادان	۷۰۳	بابلون کی بغاوت اور شاشرب کی فتح۔
سوسوب	۶۹۲	بابلون نے بغاوت کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔
ایسار حادون	۶۸۰	اسریا پھر بابلون فتح کرنا ہے
بنوپلاسر	۶۲۵	سلطنت اسریا تباہ ہوئی۔

جس وقت قوم میدغالب ہو رہی تھی۔ بابلون اور اسریا کی باہمی دوستی قائم تھی جب قوم سیر کے حملے نے سلطنت اسریا کو ضعیف اور ناتوان بنا دیا تب بھی بابلون نے اسریا کی وفاداری میں ثابت قدمی ظاہر کی۔ مگر آخر کار وہ ان ایک بغاوت ہو جانے پر شاہ اسریانے اپنے سپہ سالار بنوپلاسر کو وہاں اس نجات کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور آخر کار اسے وہیں حاکم بنا کر رہنے دیا۔ مگر اس سپہ سالار کے دل میں بنوفائی کا ارادہ پہلے ہی سے تھا۔ جو وہیں قوم مید نے طاقت ور ہو کر اسریا پر حملہ کیا۔ تو بنوپلاسر فوراً سازش میں شامل ہو گیا۔ اور سیاکسارس کو کہنے لگا۔ کہ اگر اپنی لڑکی آسوبیا کی شادی میرے بیٹے بنوجندرس سے کر دو۔ تو میں تمہاری مدد کو تیار ہوں۔ بادشاہ مید نے بنوجوشی منظور کر لیا۔ اور یوں سلطنت اسریا کو تباہی آئی۔ اور بنوپلاسر تخت بابلون پر متمکن ہوا۔ بادشاہ

سیاکارس کی بھی ملک اسرا ساتھ گئے سے تسلی ہو گئی۔ اور اس وقت سے بابلون اور میدیا میں دوستی قائم ہوئی۔ جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ بنوپاسر کے بعد ۵۹۱ قبل مسیح اس کا بیٹا بنوچدن تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ کے عہد میں جو یاکیم بادشاہ یہود نے شاہ مصر سے سازش کر کے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ بنوچدن فوراً فوج لیکر شہر یروشلم کو پہنچا۔ چونکہ مصر نے وقت پر مدد نہ دی اسلئے یہود کو اطاعت کرنی پڑی۔ مگر بنوچدن اسے سزا دیئے بغیر کب ملتا تھا۔ اس نے جو یاکیم کو قتل کر کے حقارت ظاہر کرنے کے لئے اسے گدھے کے ساتھ دفن کرایا۔ بنوچدن نے پہلے تو مقتول بادشاہ کے بیٹے جوہنین کو تخت نشین کیا۔ مگر اس سے ٹھوڑے ہی عرصہ بعد بنظن ہدوک اس کے چچا زیدکیہ کو بادشاہ قرار دیا۔ زیدکیہ آٹھ سال تک تو خاموش رہا۔ مگر آخر کلمہ اس نے نوحوان شاہ مصر سے سازش کر کے بغاوت کی۔ اس دفعہ مصر کو بھی شکست ہوئی۔ اور شہر یروشلم بھی فتح ہوا۔ بادشاہ بنوچدن تاریخ بابلون میں بہت مشہور ہے۔ کیونکہ اس نے شہر بابل کے گرد پچاس کروڑ مربع فیٹ کی فصیل بنوائی۔ اور ایک نیا محل تعمیر کیا۔ باغ معلق بھی اسی بادشاہ نے اپنی بیوی کی خاطر بنوایا تھا۔ اس بادشاہ نے بلوس کے مندر کی بھی مرمت کروائی۔ اور زراعت کے لئے دریاے فرات کا پانی جمع کرنے کے لئے اس نے ایک سو چالیس میل لمبی اور ایک سو اسی فیٹ چوڑی ایک جھیل کھدوائی۔ اور کئی بنریں تیار کرائیں۔ شہر تیریدون اور بوسپامیں مینو کا مندر اور بغداد کے قریب دریاے فرات کے ساحل کی عمارت اسی بادشاہ کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے ملک کے کسی حصہ کو تعمیرات سے خالی نہیں چھوڑا۔ بنوچدن سرکش۔ تند مزاج۔ دولت مند اور متقی بادشاہ تھا۔ کبھی تو وہ یہودیوں کے بتوں کو مانتا تھا۔ اور کبھی اپنے اسی بتوں کی پرستش کو بہتر جانتا تھا۔ بنوچدن کو اپنی بیوی اموسیا سے بڑی

محبت تھی۔ ایک رات بنوچند نذر نے ایک خواب پریشان دیکھا اور اس کی
تعبیر حضرت دانیال سے پوچھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تو یکا یک جزئی ہو جا دیکھا
اور سات سال کا روبرو سلطنت کے ناقابل رہے گا۔ ساتویں سال تمہیں صحت
ہو جاوے گی۔ جب تعبیر چند روز میں بنوچند نذر پاگل ہو گیا۔ اور برہنہ ہو کر خاک
پر بیٹھ گیا۔ اس عرصہ میں ملکہ اسویہ نے انتظام سلطنت میں خلل پڑنے نہ دیا۔
سات سال کے بعد خود بخود بادشاہ کو صحت ہو گئی۔ بنوچند نذر نے اسی سال کی
عمر میں ۶۱ قبل مسیح تضاکی۔ اور اس کا بیٹا ایول میروداخ تخت نشین ہوا۔
اس بادشاہ نے جنو با چین کو فتح کیا۔ اور مذہب یہود کی طرف رغبت
ظاہر کرنے لگا۔ مگر دو سال کے بعد اس کے برخلاف یازشین ہونے لگیں۔
اور اس کے بہنوئی نرسی گلکسر نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اور ۵۹ قبل مسیح سے
۵۶ قبل مسیح تک حکمرانی کر کے فوت ہوا۔ اور اس کے بعد اسکائیٹا لاکور و جزیرہ
تخت نشین ہوا۔ مگر چونکہ یہ بادشاہ ناپالغ تھا۔ رعایا سے اسے قتل کر دیا
اور اس طرح خانہ ان بنو پاسر فنا ہو گیا۔ اور ایک اور شخص نابالغی و دو نامی
بادشاہ بنایا گیا۔ نابالغی و دو کا باپ ایک عہدہ دار تھا۔ جسے اس زمانہ میں
رب ماگ کہتے تھے۔ یہ نام اگر لفظ ماگ سے لیا گیا ہے تو اس کے معنی مجوسی
ہیں۔ پس یہ عہدہ مذہب مجوسی کے پر وہتوں سے متعلق ہو گا۔ ۵۵ قبل
مسیح یعنی اس بادشاہ کے تخت نشین ہوتے ہی اسے پیغام آیا کہ شاہ فارس کے
حملہ سے خبردار رہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے فوراً ماگ لیدیا کے ساتھ
عہدہ وچمان کر لیا۔ اور شاہ فارس کے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کر دی۔ اور
دریائے فرات کے تین دروازہ وغیرہ بنوائے۔ تاکہ دشمن ادھر سے شہر میں
داخل نہ ہو سکے۔ نابالغی و دو خود سکندری کی طرح دو دریاؤں کے درمیان
ایک دیوار بھی بنائی۔ تاکہ اس کی آڑ میں کھڑے رہ کر دشمن کا مقابلہ کر سکے۔
بادشاہ لیدیا نے احمقانہ طور پر سارس بادشاہ فارس سے جنگ شروع

کردی۔ اور بابلون سے مدد پہنچنے کی انتظار نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سارس نے
شہر سارس میں دارالخلافہ ملک لیدیا کو فتح کر لیا۔ اور شہر اکباتانہ کی طرف سے
جنوب مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسا کہ اب بھی ایشیائی بادشاہوں کا حال
ہے کہ فنون جنگ میں قابلیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تاہو بی دوغ
شہر کے گرد و نواح کو مضبوط کر کے غافل ہو رہا۔ کہ اب شہر کا انتظام مکمل ہو چکا
ہے۔ جب سارس بابلون کا محاصرہ کرے گا تو دیکھا جادے گا۔ اگر
بابونی دوغ بجائے بابل کے مضبوط کرنے کے سرحد پر مورچہ بندی کرتا اور
سارس سے وہاں جا کر لڑتا۔ تو سارس اگر دس گنا فوج لے کر آتا تو بھی لے
ملک کا فتح کرنا محال ہوتا۔ فن حرب جو آجکل یورپ میں رائج ہے۔ بیشک
بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ جیسا کہ سال حال میں روم یونان کی لڑائی میں
ظاہر کیا گیا ہے۔ یونان نے فوجاً سرحد پر فوج کو بھیج کر وہاں جا بجا مورچہ
بندی کر دی۔ جب ترکوں نے ایک مقام فتح کر لیا۔ تو وہاں سے بھاگ
کر دوسرے مقام پر مورچہ بندی شروع کر دی۔ اس طرح سے ترکوں کو
ایک سو پچاس میل کا فاصلہ طے کرنے میں کوئی چالیس لڑائیاں لڑنی
پڑیں۔ اگر یونانی بھی ایشیائی طریق جنگ پر عمل کرتے اور ترکوں کا شہر تھیفنر
میں انتظار کرتے۔ تو ترکوں کو یونان فتح کرنے میں ایک دن سے زیادہ
وقت خرچ دکرنا پڑتا۔

ہیرودوٹس لکھتا ہے کہ جوں ہی بادشاہ سارس اکباتانہ سے روانہ ہوا کہ
آگے بڑھنے لگا۔ ایک دھک کا سفید گھوڑا اندی میں ڈوب گیا۔ یہ گھاٹی
ابو امزد کے نام سے تیار کی گئی تھی۔ سارس اس واقعہ سے ایسا ناراض
ہوا کہ اس نے فوج کو حکم دے دیا۔ کہ اس دریا کو کاٹ کر تین سو ساٹھ حصوں
میں تقسیم کر دو۔ بجائے جنگ پر بڑھنے کے سارس پکار اندی کو سزا دینے
میں مصروف ہوا۔ اس کارروائی کے عملدہ میں نو مہینے کے قریب وقت

صرف ہوا۔ جو اسی بابل میں اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ سارس کی حماقت پر ہر ایک کے ہنسی آئی۔ موسم بہار کے آغاز میں سارس آگے بڑھا۔ تابونی دروغ بھی فوج لے کر مقابلہ کو آیا۔ اور شہر بابلون کے باہر ایک جنگ عظیم سپاہیوں سارس کو فتح ہوئی۔ تابونی دروغ اس خیال سے کہ اگر اُس نے شہر میں واپس جانے کی کوشش کی تو شاید دشمن بھی اُس کا تعاقب کرنے کرتے اندر داخل ہو جائے سپیدھاؤں سے شہر بڑھ چکا تھا۔ تابونی دروغ کا میٹا شہر بابل میں دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ یہ تو ہر ایک کو یقین تھا کہ شہر کی مضبوطی دشمن کو اندر نہیں آنے دے گی۔ ہر چند سارس نے کوشش کی مگر اس زبردست شہر کا فتح کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اب اُس نے آخری تدبیر پر عمل کر نیکا ارادہ کیا۔ اور فوج کو حکم دے دیا کہ دریا کو کاٹ کر خشک کر دیں۔ اس کام میں وہ مشق تو کر ہی چکے تھے۔ انہوں نے بسعت تمام دریا کو خشک کرنا شروع کر دیا۔ اور سارس کی فوج اُس کے حکم کی تعمیل میں سرگرم تھی۔ اور ادھر شہر کے اندر ایک نہایت عظیم الشان میلا لگا ہوا تھا۔ تمام باشندگان شہر شراب پی پی کر رہے خود ہو گئے تھے۔ سارس کی ابتدائی ناکامیوں نے نہ طرح کا خطر اُن کے دل سے دور کر دیا تھا۔ غلام نشہ میں غل مچاتے اور گاتے بجاتے رہے۔ سارس نے بھی اوپر اپنے کام کی تکمیل کی۔ اور دریا کے دروازوں کے راستے یکے بعد دیگرے سپاہیوں کو شہر میں داخل کرنا شروع کر دیا تھا۔ بے خبر اور غافل شہریوں پر یکایک برق شہر بار کی طرح جا گرا۔ اور قتل عام کرتے ہوئے محل شاہی میں پہنچا۔ جہاں شہزادہ کو بدکاری میں مشغول پایا۔ اور قتل کر دیا۔ سارس شہر بابل کو فتح کر کے بڑھ چکا کی طرف بڑھا۔ مگر تابونی دروغ نے بغیر جنگ کے اپنے تین شاہ فارس کے حوالہ کر دیا۔ سارس نے رحم کھا کر اس کی جان بخشی کی۔ اور اُسے صوبہ کارانیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

ملک بابلون کا زوال بادشاہ کی کم لیاقتی اور فزون حرب سے ناواقف

ہونے کی وجہ سے واقع ہوا۔ اگر ہنر مند زندہ ہوتا۔ تو فارسیوں کو کامیابی ہونی محال تھی۔ بابلون کی مضبوط اور بلند دیواریں اور عمیق دریا کے فرائز ہنر مند سے زبردست حملہ آوروں کو روک سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ سارس نے ایک پیچ کھیلنا محققا۔ مگر شاہ بابلون نے بھی اس امر پر غور نہ کیا۔ کہ ایک ذمی شعور اور لائق بادشاہ کا مفت میں دیا کو نہ دینے میں نوسینہ گزار دینا حکمت سے خالی نہیں۔ مگر مصرعہ

چون قضا آید طیب البشور

جو قوم یا ملک موجودہ تہذیب کا ملاح بننا چاہے اُسے خالین کو استاد ماننا لازمی ہے۔ وہ علوم جن کے لئے ہم یورپ کی اس قدر تعریف کرتے ہیں۔ ان کے ایجاد کرنے میں ایک لائق اور محنتی قوم ہنر مند کے وقت مے کر شہر بابل کی تباہی تک مشغول رہی ہے۔

تختیر۔ تعمیر۔ مذہب کا خیال۔ قانون۔ علم ریاضی۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ آلات ہر حساب و وقت۔ گرامر۔ نقاشی۔ کپڑے بننا۔ بستاروں اور جہاز وغیرہ کی گردش کا قانون۔ دھاتوں وغیرہ کا صاف کر کے کام میں لانا۔ الغرض جو جو اعلیٰ علوم آج کل ہندوستان اور یورپ میں پائے جاتے ہیں۔ اسی سرزمین کے ایجاد ہو کر ملک ملک میں پھیلے ہیں۔

بابلون لوگوں کو نام نہاں عبرانی یا عربی سے مشابہتیں

نام	تشریح	معنی
بیل اپنی	بیل = خدا	بیل = بنانا
ابو ناصر	بنو = خدا	بنو = حفاظت کرنا
بنو نامہ	بنو = ایک خدا	بنو = برکت دینا ہے

پانچم سلطنت فارس

بادشاہ سارس نے ملک بابلون کے ختم کرنے کے بعد ایسی وسیع اور طاقتور سلطنت کی بنا ڈالی۔ جس کی تاریخ قدیم میں کوئی فطرت نہیں ملتی۔ یوں تو سلطنت فارس دریائے تیج سے لے کر ملک مصر تک پھیلتی تھی۔ مگر ارد گرد کے ملکوں کے ازدیاد سے اس کا رقبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ سلطنت فارس کے محکوم ملکوں کے نام بیان کئے جاویں۔ آسانی کے لئے ہم اسے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

حصہ مشرق میں (ہرکائیہ - پارٹھیا - لینے چٹھانوں کا ملک) آریا - خواسمیا - سیدیانا - بخارا - سیستان - گنداریا - سائاگدیا - ہندوستان - پریکاشا - اچھوپیا - اورماٹیا -

(وسط میں) فارس - سوسان - بابلون - اسریا - میدیا - ساحل بحیرہ کسپین - سگارتا -

(مغربی حصے میں) پیونیا - ٹھریس - ایشیا کے کوچک - آرمینیا - ایریا - سریا - فونیشیا - فلسطین - مصر اور سیرینیکا -

تاہن کی آسانی کے لئے اگر یوں کہا جائے۔ کہ اس زمانہ میں فارسیوں کے قبضہ میں ہندوستان - افغانستان - ایران - ترکستان - روم - یونان اور مصر کے املاک تھے۔ تو آپ اس سلطنت عظیم کی وسعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

چونکہ ایرانی شہر بنانے کی شوقین نہیں تھے۔ اسلئے اُس زمانہ کے مشہور شہر جن کا سورجین قدیم ذکر کرتے تھے۔ صرف تھے یاگاون تھے۔ پرسی پولس۔ پاسار گادی۔ کارمان یعنی کرمان اور گابی اُس زمانہ کے مشہور شہروں میں سے ہیں البتہ فارس کے مقبوضات یعنی بابلون۔ اسریا وغیرہ میں بہت بڑے بڑے شہر جن کا حال ناظرین پڑھ چکے ہیں ضرور موجود تھے۔ تلخ کو اُس زمانہ میں بکترا سمرقند کو مارکندا۔ ہرات کو آریہ۔ اٹک کو مھسال۔ دیاربکر کو ادا۔ اور تریہ زوند۔ کو ترنبرس کہتے تھے۔ گو تمام ہندوستان اُس وقت فارس کے قبضہ میں نہ تھا۔ تاہم پنجاب وغیرہ کے راجگان ضرور خراجگدار تھے اور یوں تو آریہ لوگ اُس وقت تمام ہندوستان کے تو مالک ہی نہ تھے۔

قوم فارس اور مید و دونوں قریبی رشتہ دار تھے۔ اور دونوں آریہ نسل و منسوب تھے۔ چنانچہ داراشاہ فارس آریہ ہونے کا فخر کرتا ہے۔ مگر حقیقت آریاؤں کی وہ شاخ جو فارس میں مسکن پذیر ہوئی ہے۔ دوسرے آریاؤں سے افضل تھی۔ اور اٹھویں صدی قبل مسیح بھی اُسے بہت سی آریہ قوموں پر حکمرانی حاصل تھی۔ گو کتاب ثنذ میں نہ تو مید اور نہ فارسیوں کا ذکر ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ دونوں قومیں آریاؤں میں بالاترین تھیں۔ جیسا کہ اُن کے رسوم اور مذہب سے ثابت ہوتا ہے۔ مزید برآں آریا و ایو یعنی قدیمی مسکن قوم آریہ جس کا کتاب ثنذ میں ذکر ہے۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ معتقدان ثنذ اوست زیادہ آریا کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور اُن کے قصے اور کہانیاں قدیمی مسکن کی نسبت اشارہ جو کرتی ہیں۔ وہ ضرور اُس قدیمی ملک سے جہاں کہ آریا ابتدا میں رہتے تھے منسوب ہوں گے۔

قوم فارسی چالاک۔ طرار اور مذاق پسند تھی۔ اور اُن کے خیالات کی بلند پروازی فارسی نظم اور صنعت سے شک رہی ہے۔ علم ملکی میں بھی وہ مدبر اور دور بین تھے۔ باوجود اُن کے اشعار کے دل چسپ ہونے کے اُن میں ایک قصور

ضرور پایا جاتا ہے۔ اور جس سے انوس ہے کہ ہندوستانی شعرا کے حال بھی خالی نہیں۔ یعنی طفلانہ دلولوں کی طرح اُن کے شاعرانہ خیالات مضمون کو حقیقت سے دور بے جالتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ شاعری قوت خیال کی دست کا نتیجہ ہے۔ اور خیالات کی بلن پر وازی ایک زرہ کو بھی صفات و حضات کی ان دیاد سے مراد زربادینا چاہتی ہے۔ مگر میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہتے کہ حد اعتدال سے قدم باہر نہ پڑ جاوے۔ خاک ناچیز کو ہم کتنا ہی رتبہ اعلیٰ دیں۔ ساتویں آسمان پر ہی کیوں نہ پہنچا دیں۔ مگر اُس کا رشتہ کرہ زمین سے توڑ دینا مناسب نہیں۔ اور وہ لوگ جو آجکل انگریزی شاعری کی نقل کرتے ہیں۔ اُن کی حالت پر مجھے سب سے زیادہ انوس ہے کیونکہ انگریزی شاعری محض تاریخ نویسی ہے۔ اور ایک تاریخ نویس کو شاعری سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک شیشہ شک تہ کو کان جو اہر سے ہو سکتی ہے بنے جو اٹا وال کا خوب حساب رکھ سکتے ہیں۔ اور واقعات کے یاد رکھنے میں بھی اُن کا قوت حافظہ بہت ہے۔ غالباً انگریزی شاعری میں اوڑن سے زیادہ نمبر ماویں گے۔ ظاہری واقعات تو ایک جالوز یا ایک شاعر کی نظر میں کیاں ہیں۔

چشمان تو زیر ابروان اند
دندان تو جملہ در دمان اند

مگر ایک سچے شاعر کی نظر واقعات کی سطح پر ہی محدود نہیں رہتی۔ آنکھ سے بنیائی۔ اور بیتابی سے خیال کا اندازہ لگاتا ہے۔ غم و غصہ فحش و شادمانی وغیرہ تب تغیرات مزاج کو معلوم کرنے کے لئے آنکھوں ہی کا مطالعہ کرتا ہے۔ اسباب سے نتائج اور نتائج سے اسباب تلاش کرتا ہے۔

من انکل باغ میچیم تو گل از باغ می جوی | سرگشت از دغان میم تو از آتش دغان بینی

باد سحری اُس کے لئے نئی نئی تصاویر کھینچ کر لاتی ہے۔ اور رات کی تیرگی اُسے
نئے مضمون سکھاتی ہے۔

تعریف ترے آنے کی نریب رقم کروں

پر اتنی روشنائی کہاں سے جہم کروں

افترض شاعر غواص بحر واقعات ہے۔ جو اس ناپید اکنار سمندر کی تہ کو چہنچہ کر
ایسے ایسے حکمت کے موتی نکال لاتا ہے۔ جو اور کئی کو میسر نہیں۔ فلسفہ اُسکی
رگوں اور منطق اُس کے دماغ میں کوٹ کوٹ کر بھا ہے۔ با اینہم اگر ہم اُسے
فلا سفر بھی کہیں تو بے انصافی ہے۔ کیونکہ فلا سفر کو قدرت واقعات کا جو مصداق
ہم پہنچاتی ہے اُس کے وہ ہمارے سامنے انبار کے انبار لگا دیتا ہے۔ اور ذرہ
ذره کی تشریح و تفصیل سے ہمیں وہ واقف کرتا ہے۔ مگر شاعر انہیں واقعات
کے مصداق کو جمع کر کے ایک عمارت بناتا ہے۔ اور اپنی تمام طاقت اسی بات
پر خرچ کرتا ہے کہ تراش تراش سے عمارت کی خوب صورتی کو دوبالا کر دے
شاعر نہ تو مورخ ہے اور نہ فلا سفر۔ کیونکہ نہ تو وہ مورخ کی طرح نابینا ہے اور
نہ فلا سفر کی طرح تلخ زبان۔ مگر شاعر ان دونوں کے معلومات پر اپنی نازک خیالی
اور شیریں زبانی سے نہایت خوبصورت اور عالی شان محل کی بنا ڈالتا ہے
مگر افسوس ہے کہ ابکل ایسے اعلیٰ شاعر بہت کم ہیں۔ اور کم و بیش ہر قوم کے
شاعر غلط راستہ پر چل رہے ہیں۔ انگریزی شاعر تو مورخ کہلانے چاہتے ہیں
اور ہندوستانی شاعر فلا سفر۔ گو ہندوستانی شاعروں کو نسبتاً بہتر اعلیٰ
حاصل ہے۔ مگر شاعری اور فلسفہ مخلوط ہو نہیں سکے۔ اگر شاعری زور کر گئی
تو واقعات کے مخالف ہو جاوے گی۔ اور اشعار کو مجموعہ نذیان بنا دیگی۔
اور اگر فلسفہ نے زور کر دیا۔ تو خوبصورتی نداد۔ پس لازم ہے کہ شاعر
تو تاریخ اور فلسفہ کے اصول سمجھ کر اپنے طبقہ پر واز کو اُن سے اوپر مقرر کریں۔
فلا سفر کی سی نظر و در بین رکھے۔ مضامین خوبصورت۔ خوبصورت واقعات

خوبصورت الفاظ غرضکہ کون و مکان میں جو خوبصورتی اُسے مل سکتی ہے اُسے جمع کر کے حب ضرورت مترتب کرے اور بصورتے بدل کی طرح اپنے خیالات کے الفاظ سے ایسی تصویر کھینچے کہ نکتہ فہم لوگ اُس کی خوبصورتی پر عیش عرش کر جاویں۔ مگر چھپیگی پر نہیں۔

فارسی میدان جنگ میں نہایت بہادر اور قوی حوصلہ تھے۔ جرنیلانے میں انہوں نے فتوحات کا خیال کیا ہی۔ تو کوئی مشرقی یا مغربی قوم تاب مقاومت لائیں سکی۔ اور اخیر میں یونانیوں سے مغلوب ہونا۔ صرف انکی سہولت پسندی اور فنون جنگ کے ترک کر دینے کا نتیجہ ہے۔ اگر اسکندر اعظم کی فوج قواعد دانی میں یگانہ نہ ہوتی۔ تو ایشیا میں اس وقت قدم رکھنا محال تھا۔ زمانہ قدیم کے تمام شاہان فارس جنگ کے شوقین تھے اور ملک گیری اور سپاہ گیری سے انہیں کبھی چین نہیں تھا۔ یونانی مورخین اس باعث پر بہت زور دیتے ہیں کہ فارسی نہایت راست باز اور صاف دل لوگ تھے۔ باقی مورخ بھی یہی کہتے ہیں کہ شہسواری۔ تیر اندازی اور صدا میں یہ قوم بے نظیر تھی۔ قرضنداری۔ خرید و فروخت انحض ہر ایک بات جس میں جھوٹ کو دخل ہو سکے انہیں ناپسند تھا۔ اور ہندوستان میں انکی طرح نل آریہ کے لئے باعث شرم نہ تھے۔ اپنے دل کی حالت کو بھی مخفی رکھنا وہ خطا سمجھتے تھے۔ اور نہایت سادگی سے عزم و شادی کا اظہار کر دیتے تھے۔ بادشاہ کی تعظیم و تکریم ہر ایک کے دل میں نقش تھی۔ اگر بادشاہ قتل کا حکم بھی دے دیتے تھے۔ تو بخوشی سر تسلیم جھکا دیتے تھے۔

سپاہی گرتہ اور پا جامہ چمڑے کا پہنا کرتے تھے۔ اوسان میں مدور ٹوپوں کا رواج تھا۔ میدان جنگ میں تیز و کمان خنجر اور گھلاڑی کا کام لیتے تھے۔ زہ کا بھی استعمال تھا۔ ابتدائی زمانہ میں رسالہ کی بھی

وردی پیادہ فوج کی طرح تھی۔ مگر سارس کے زمانہ میں اُن کی حفاظت کے لئے خود اور رزہ بنائے گئے۔ حتیٰ کہ گھوڑوں پر بھی رزہ ڈالنے لگے ورنہ جسمانی فاریسوں میں بہت عام تھی۔ شہسوار سی اعلیٰ درجہ کا ہنر سمجھا جاتا تھا ایرانیوں کی رتھیں قوم اسیرین کی نسبت زیادہ بلند تھیں جن میں سپاہیوں کا قریباً آدھا جسم پوشیدہ رہتا تھا۔ ایسی رتھوں میں رزہ بکتر پہنے چار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ میدان جنگ میں صف آرائی یوں ہوتی تھی۔ کہ ہیلیاں سب سے پہلے اور بہادر سے بہادر سپاہی اطراف پر کھڑے کئے جاتے تھے۔ ان بہادر سپاہیوں کا ایک دستہ جنگ شروع کرنے کے لئے آگے بڑھتا تھا۔ دھالیں لگا کر زمین پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور تیر بھینکنے شروع کر دیتے تھے۔ اگر دشمن آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا تو رسالہ کو اس کے روکنے کے لئے روانہ کر دیتے تھے۔ لیکن عموماً جب فوج کا پہلا حصہ جرحہ ہار دیتا تھا۔ تو سارے لشکر کا دل ٹوٹ جاتا تھا۔

فاریسوں کی اکثر فتوحات اُن کی سپاہ کی تعداد کی وجہ سے تھیں۔ گو انکا رسالہ اس زمانہ میں ایسا ہی مشہور تھا۔ جیسے آجکل سپاہ روم کے باشی بڑک تمام یورپ میں لاثانی ہیں۔ مگر فنون جنگ میں اُنہوں نے کچھ ترقیاں نہیں کی تھیں۔ تمام فوج میں صرف ایک ہی سپہ سالار ہوتا تھا۔ جس کے تحت ہزاروں چھوٹے افسر ہوتے تھے۔ مگر اُن کا اختیار صرف دس سپاہیوں ہی تک محدود تھا۔ رفتہ رفتہ اُن میں افسروں کا اختیار دس ہزار تک پھیلنے لگا۔ کیونکہ کبھی اس فوج کی تعداد دس لاکھ تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ سپہ سالار ہمیشہ فوج کے وسط میں رہا کرتا تھا۔ ہر ایک ایک اور فرقہ کے سپاہی اپنا اپنا قومی لباس پہنتے تھے۔ فارسی اور مید چمکتا ہوا رزہ پہنتے تھے۔ عرب پٹھنے کے کرتے۔ بربر چمڑے کے کپڑے۔ اور ہندوستانی روئی کے کپڑے پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ فاریسوں کے اسلام جنگ

دیگر ملک یونان اور فونیشیا کے کارخانوں میں تیار ہوا کرتے تھے۔
 جنگ ہمیشہ موسمِ بہار میں شروع ہوا کرتی تھی۔ ایک ہزار سپاہی آگے چلتے
 تھے۔ انہیں بادشاہ اور مذہب کے محافظ کہا جاتا تھا۔ اور آتش کدہ جو فوج
 کے ہمراہ جاتا تھا۔ انہی کے قبضہ میں رہتا تھا۔ اُس کے بعد بادشاہ غفلت
 پینے نہایت خوبصورت گاڑی پر سوار نظر آتا تھا۔ اور ایک ہزار سوار غفلت
 کے لئے اُس کے ارد گرد ہوتے تھے۔ غلہ وغیرہ کی بہت سی تعداد ہمراہ
 لے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ حکومت میں فارسیوں نے رسد
 کے انتظام میں صرف ایک ہی دفعہ غفلت کی ہے۔ یعنی جب بادشاہ
 کبابی تسم نے ملک فونیشیا پر حملہ کیا تھا۔ فارسی مغلوبوں پر رحم کھاتے
 تھے اور مفتوح بادشاہوں کو حکمران رہنے دیتے تھے۔ اور انہیں اپنے
 ہم نشینوں میں شمار کرتے تھے۔ باغیوں پر اکثر سختی روا رکھتے تھے۔ جرم
 کے ثابت ہونے تک مجرم بادشاہ کے دروازے پر باز نہ رہتا تھا اور
 خطا ثابت ہونے پر مصلوب کیا جاتا تھا۔ فارسی جہاز رانی کے شوقین تھے
 اُن کے زمانہ کے اعلیٰ ترین جہاز سازندگان کو زنجیر کے ایجاد سے تھے۔
 ان میں دوسو ملحق اور تیس سپاہی رہتے تھے۔ علاوہ اس قسم کے اور طرح
 کے بھی جہاز موجود تھے۔ مگر ان کی بحری لڑائیاں بڑی سادہ طرح کی تھیں
 کیونکہ ان میں کامیابی ہمیشہ شمار و تعداد پر منحصر ہوتی تھی۔ اکثر ملاحوں کو
 تیزا ہی نہیں آتا تھا۔ شاہانِ فارس میدیا کے بادشاہوں کی طرح ریشمی
 اور طلائی کام کے پوشاک پہنتے تھے۔ اور ان کی خوبصورتی پر زبے شمار
 خرچ کرتے تھے۔ سونے کا عصا بادشاہ کے ہاتھ میں اکثر ہوا کرتا تھا اور گھٹان
 ہند کی طرح چھتر کا بھی استعمال تھا۔ تخت شاہی خاص سونے سے بنائے
 جاتے تھے۔ بادشاہ کے اعلیٰ ملازم حسبِ ذیل ہوتے تھے۔
 افسرِ اوردچی خانہ۔ افسرِ اصطلیل۔ خواجہ سرا۔ خوراک کو چکھنے والا حکیم۔

پنجا مہر جو خیروں کو اُس کے دربار میں حاضر کرتے تھے۔ منشی جو بادشاہ کے احکام اور حساب و کتاب کا دندہ وار ہوتا تھا۔ ساقی۔ رقاص اور گوسے اور ایک خواص جو خواب گاہ میں اُس کے ہمراہ جاتا تھا۔ ہر روز بادشاہ کے محل میں پندرہ ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ علاوہ بہت سے شکار کردہ جانوروں کے ایک ہزار بیل فرج کے جاتے تھے۔ بادشاہ عموماً اکیلا کھانا کھاتا تھا۔ مگر گاہ گاہ زمانہ قدیم میں ملکہ اور شہزادے بھی شامل کئے جاتے تھے۔ بادشاہ سنہری چارپائی پر بیٹھتا تھا۔ اور باقی لوگ فرش پر۔ زمانہ قدیم میں شائان فارس دو تین بیویوں اور چند کنیزوں پر اکتفا کرتے تھے۔ بیویوں میں سے صرف ایک ملکہ کہلاتی تھی۔ اور تاج بھی پہنتی تھی۔ کنیزوں پر واجب ہوتا تھا کہ ملکہ کے سامنے سجدہ کریں۔ ملکہ کو بہت سی آزادی حاصل تھی بیویوں کے لئے علیحدہ علیحدہ محل اور بہت سے نوکر رکھے جاتے تھے۔ مگر کنیزوں کو پارسی ابری بادشاہ کے خواب گاہ کو جانا پڑتا تھا۔ جب بادشاہ اور ملکہ کھانے بیٹھتے تھے۔ تو کنیزیں گلاسجا کر انہیں خوش کرتی تھیں۔ ملک کے تمام حصوں سے خوبصورت عورتیں منتخب کر کے حرم سرا میں داخل کی جاتی تھیں۔ کیونکہ عموماً بلا خاص توجہ کے کوئی عورت بادشاہ سے ایک دفعہ سے زیادہ ہم بستری کر نہیں سکتی تھی۔ محل سوزا کے حرم سرا میں تین حصہ تھے۔ ایک حصہ میں کنواری لڑکیاں۔ دوسرے میں کنیزیں اور تیسرے میں خاص نئی بیان رہتی تھیں۔ رفتہ رفتہ حرم سرا کی تعداد بڑھتی گئی۔ اور جیسا کہ یہ اصل ہر ایک قوم میں جگہ کی باعث ہوا ہے۔ سلطنت فارس کے زوال کا باعث ہوا۔ بادشاہ ہر طرح سے اپنی والدہ کی عزت کرتا تھا۔ اور اُسے بہت سے اختیارات حاصل تھے۔ حرم سرا میں سوائے خواجہ سرا کے اور کوئی جا نہیں سکتا تھا۔

رفتہ رفتہ خواجہ سراؤں کی تعداد بڑھتی گئی۔ کیونکہ بادشاہوں نے انہیں

سید سالاری - مشار ت - اتالیقی شاہزادگان کے عہدے بھی مینے شروع کر دیئے۔ اور اپنی بری رسومات نے فارس کے چراغ حکومت کو پیش از وقت گل کر دیا۔ دارا کے وقت آجندے قوم کے سات شاہزادوں کو بہت بڑا اختیار حاصل تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ بادشاہ انہی سات شاہزادوں کے خاندان سے بیویاں پسند کیا کرتا تھا۔

حاضرین دربار کے لئے لازمی تھا کہ اُن کے ہاتھ استینوں میں چھپے ہیں محل شاہی میں داخل ہوتے ہوئے کوئی قالین پر چل پھر نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ صرف بادشاہ کے لئے مخصوص تھا۔ بلا اجازت دربار شاہی میں داخل ہونے کی سزا قتل تھی۔ اگر بادشاہ چاہے تو صوف بھی کر سکتا تھا۔ اور اُس کی نشانی یہ تھی۔ کہ بادشاہ اپنے زین عصا کو اٹھا کر خواص کی جانب اشارہ کر دیتا تھا۔ سخت شاہی پر مٹھنا یا شاہی لباس کو پہننا بھی ویسا ہی خیال کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کو بھی ویسے ہی سخت قوانین پر پابندی کرنی پڑتی تھی۔ اُسے خلوت میں رہنا۔ اور اکثر اوقات تنہا کھانا لازمی تھا محل کی دیواروں سے باہر نہ جاوے۔ جو حکم ایک دفعہ دے دے وہ خواہ کیسا ہی برا ہو اُسے تبدیل نہ کرے۔ اقرار کر کے اُسے ہمیشہ پورا کرے خواہ اُس میں کتنا ہی نقصان ہو۔ گوشاؤں فارس ہمیشہ شکار کھیلا کرتے تھے مگر جو پڑ کا بھی انہیں اُردھ شوق تھا۔ جس میں صرف نہایت قریبی رشتہ دار ہی بادشاہ کے ساتھ شامل ہو سکتے تھے۔ کبھی کبھی ایک ایک باڑی پڑوہیر لاکھ کی شرط لگائی جاتی تھی۔

کتابی تعلیم کا بادشاہوں کو بالکل خیال نہ تھا۔ تاریخ قدیم کو پڑھو اگر سنتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا کام مشینوں کے سپرد تھا۔ حتیٰ کہ بادشاہ دستخط تک نہیں کرتا تھا۔ صرف اُس کی نہر کافی تھی۔ دربار منعقد کرنا۔ لشکروں کا ملاحظہ۔ شہنشاہ استغاثہ۔ تقیم الزامات۔ اور اعیان سلطنت پر حکم صادر کرنا

بادشاہ کے فرائض منہی تھے۔

زمانہ قدیم کے فارسی دس فرقوں پر منقسم تھے۔ جن میں سے چار تو گڈ بیٹے (مویشی چرنے والے) تھے۔ مثلاً داسے۔ مرو سے۔ وردیسی اور سنگارتی تین زراعت پر مشیر تھے۔ یعنی پتھیا کی۔ دروسی۔ اور کرمانی۔ باقی تین فرقے زمیندار اور حاکم کہلاتے تھے۔ ہر پیشہ کے غریب لوگوں کا لباس چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس کا ذکر سپامیوں کے بیان میں ہو چکا ہے جو تیان نہایت خوب صورت بنائی جاتی تھیں۔ اور دستانوں اور جرابوں کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ فارسی زیور کے بھی بڑے شوقین تھے۔ امیر لوگ سونے کے مار کرے اور بالیاں بھی پہنتے تھے۔ اور ان کے گھروں کا سامان تکلف تو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ سونے چاندی کی میزیں اور برتن گھروں کو رشک جنت بنا دیتے تھے۔ گر کھانے پینے میں بڑی سادگی تھی۔ بکریاں گھوڑے۔ گدھے۔ اور اونٹ یکساں پکائے اور کھائے جاتے تھے۔ حلاق کا سیکھنا امیر سے لے کر غریب تک کو لازم تھا۔ غریب لوگ امیروں کے سامنے سلام کے بجائے سجدہ کرتے تھے۔ برابری کے لوگ ایک دوسرے کا بوسہ لیتے تھے۔ اور اگر درجہ میں کم و بیش فرق ہوتا تھا۔ تو صرف کانوں پر ہی بوسہ دے دیتے تھے۔ مستورات حرم سرا میں بند رہتی تھیں۔ اور سوائے خاوند۔ بیٹوں یا خواجہ سرا کے اور کسی کا منہ دیکھنا انہیں ممکن نہ تھا۔ کینزوں کو زیادہ آزادی ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ مالک کے غمناکوں کے سامنے ناچتی اور گاتی بھی تھیں۔ فارسی اپنے بچوں کی تعداد کی زیادتی پر فخر کرتے تھے۔ مگر انگلستان بھی اس عورت کو جو ایک ہی دفعہ تین بچے جنبتی ہے۔ پانچ پونڈ انعام دیتی ہے۔ الغرض انگلستان میں بھی کثرت اولاد میں سخت ترقیاں ہو رہی ہیں۔ یورک شائر کے ضلع میں ایک انگریز عورت نے بتالیس بچے جنے

تھے۔ مسکے عقل حیران ہوتی ہے۔ مگر یہ بات انگلستان میں غیر معمولی نہیں
ہزاروں عورتیں متوازن تین تین بچے جنمی ہیں۔ اور جوڑا تو وہ ان ایسا عام
ہے جیسے کہ ایک بچے کا جنم فرانس میں۔ بظاہر انگریز اس بات کا فخر کرتے ہیں
کہ انہوں نے کثرت اولاد میں ان لوگوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ جو ایک
سے زیادہ عورت سے شادی کرتے ہیں۔ مگر حکماءے یورپ اس بات کو
بہت برا خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ترقی منسل کو خراب کر دیتی ہے۔ اگر
جسمانی نہیں تو کم سے کم اولاد کی دماغی طاقتیں ہرگز عمدہ نہیں
ہوتیں۔

زمان بار دار اسے مرد ہشیار اگر وقت ولادت مارزنند
ازل خوشتر بود نزد خردمند کہ فرزند ان نامہوار زائند ..
اس میں اور خرابی یہ ہے کہ والدین بچوں کی تعلیم کے اخراج برداشت کر نہیں
سکتے۔ میں نے ہزاروں ذمی عزت انگریزوں کے بیٹوں کو دکانوں میں
فوکری کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک وکیل کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں جنکی
عمر پندرہ سال سے لے کر پچیس سال تک ہوگی۔ سب دکانوں میں نوکر
تھے۔ ان میں سے کسی کو انگریزی الفاظ کے سچے تک کرنے نہیں آتے تھے
ان کے باپ کی آمد فی سوریہ ہفتہ وار سے کسی صورت میں کم نہ ہوگی۔ اس
میں کچھ شک نہیں کہ انگریزوں کے مقبوضات بے شمار ہیں۔ گنجائش بھی
بے حد ہے۔ پس وہ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے کہ وہ ان انگریزوں کو
آباد کریں۔ نہایت شجرت اور تیزی سے اولاد کو بڑھا رہے ہیں۔ اور
ان کے خرمز اور بے عقل ہونے سے نقصان ہی کیا ہے۔ انگریز تو
ہوں گے۔

فارسی کشیدہ تعداد بچوں کے باپ کو انعام دیتے تھے۔ سچہ پانچ سال
تک عورتوں کی حفاظت میں رہتا تھا۔ اس عرصہ کے بعد اس کی تعلیم

نہایت احتیاط سے شروع ہوتی تھی۔ تیر اندازی کرنا اور دوڑتے ہوئے گویا پھینکنا (یعنی کلوخ اندازی کرنا) اُسے روزانہ علی الصبح یکھنا پڑتا تھا سات سال کی عمر میں اُسے سواری اور شکار کھیلنا سکھایا جاتا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں اُسے جو ان تصور کر کے فوج میں داخل کر لیتے تھے۔ اور ہر ابر پچاس سال کی عزت تک اُسے پایہ رہنا پڑتا تھا۔ اعلیٰ درجہ کے لوگ بادشاہ کے محافظوں میں شامل کر لئے جاتے تھے۔ چونکہ زراعت مذہب زردشت کو موجب ایک مقدس پیشہ تھا۔ اس لئے آبادی کا کچھ حصہ اُس میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اور باقی سپاہی ہو کر جابجا بقدرات میں سرکاری خدمت کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔

۔ فارسی جوں جوں عیش و عشرت کے شوقین ہوتے گئے۔ رسومات باؤن میں پھیلنے لگیں۔ بالوں کو گنڈی دار بنانا۔ مصنوعی بال پہننا اور اس قسم کی ہزاروں اور وہیات رسمیں لوگوں نے اختیار کر لیں۔ بعض ننگ عورتیں ہندوستانیوں کی طرح سے قوت باہ کے نسخوں کی از حد قدر کرنے لگے خدا نے تو انہیں اشراف المخلوقات پیدا کیا تھا۔ مگر حیف صد حیف کہ وہ جوانی طاقتیں حاصل کرنے کے لئے کوشش اور توجہ کو صرف کرنے لگے۔

بریں عقل و عمت بیا بد گریست

عورتوں کے لئے کوئی کام وغیرہ کرنا باعث شرم تھا۔ اور نکلے بیکر شہوانی خیالات کے سوا اور کسی بات کی اُن کو سوچھتی نہوگی۔ بناوٹ اور آرایش کے لئے علیحدہ علیحدہ نوکر تھے۔ عیش و عشرت کے بڑھانے کے لئے بہت نئی نئی ایجادیں ہوتی تھیں۔ سڈانے کے لئے الگ اور جگانے کے لئے الگ نوکر تھے۔ چال چلن کا حال روز بروز بگڑنے لگا۔ نواطت انہوں نے یونانیوں سے سیکھی۔ اور بلیتس کے مندر میں مصیبت کرنا جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے انہوں نے قوم اسپرین سے سیکھا۔ تکبر قوم کو عاصی بناتا ہے۔ اور

عصیان قوم کی تباہی لاتا ہے۔ ایک زمانہ میں فارسی دنیا کی تمام قوموں سے
اچھے۔ ایشیا کا بہت سا حصہ اُن کے قبضہ میں تھا۔ اور یورپ اور افریقہ
کے عمدہ ترین اُملاک اُن کے باجگذار تھے۔ اس بے مثال کامیابی نے اُن کے
دل میں تکبر پیدا کیا اور تکبر کی طفیل بجائے ترقی کے رو بہ تنزل ہو گئے۔ اور طرح
طرح کی بدکاریاں تو زوال کے وقت قومیں سیکھ ہی لیتی ہیں۔ بادشاہوں کا
ظلم اور قہر بڑھنے لگا۔ اُن کے ہم پالہ شہوت پرستی کے اوستاد تھے۔ جسے اپنے
کام میں محل پاتے۔ بادشاہ کو کمر آتش کا ستر ظلم کروا دیتے۔ ایمر غریب غرض
ہر شخص اس بات سے ترسان تھا کہ کہیں بادشاہ کے نادر کہ قہر کا نشانہ ہوا۔ تو
اس عیش و عشرت کو چھوڑ جانا پڑے گا۔ پس بدکاری کا جو کچھ موقع ملتا تھا
خالی جلنے نہیں دیتے تھے۔ الغرض تمام رعایا اور بادشاہ مصیبت میں
مصروف تھے۔ بادشاہ کی والدہ اور اُس کی بیٹی بیاں دن رات جوڑوڑ
میں مشغول تھیں۔ اپنے دشمنوں کو قتل کر دینے کے لئے ہزاروں کروڑوں
کر تکی تھیں۔ جس کسی کا حسد اُن کے دل میں گھر کر جاتا تھا۔ اُسے طرح طرح
کے عذاب دیتی تھیں۔ زمین میں آدھا جسم گاڑ کر پتھروں سے مرانا۔ راکھ
میں زندہ مدفون کر دینا۔ زبان کو پکڑ کر حلق سے کھینچ کر نکال دینا۔ چڑھی
آگ میں مظلوم کو دار پر چڑھانا۔ اور بے زیادہ شریکین طریقہ یہ تھا۔ کہ
انسان کو دو کشتیوں کے درمیان یوں باندھتے تھے۔ کہ سر اُٹکا اوپر رہتا
تھا۔ اور کشتیوں کو دیا میں چھوڑ دیتے تھے۔ اس منہ سے مظلوموں کو جو
عذاب ہوتا تھا۔ جیٹہ تجریر سے بیرون ہے۔ کبھی کبھی مردہ پچاس سترہ روز
تک زندہ رہتے تھے۔ اللہ کے تغیر۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ فارسی جنگ کے
وقت دشمن پر رحم کھا کر اُسے رہا کر دیتے۔ قیدیوں کی جان بخشی کر دیتے تھے
اور کسی قسم کا عذاب دینا انہیں گوارا نہیں تھا۔ اور پھر زوال کے وقت
وہ ایسے سنگدل ہو گئے کہ فارسی خطا پر منہ سے قتل حکم عام ہو گیا اور عذاب مظلوموں

کے لئے ایسے ایسے طریقے اختیار کئے کہ لاجول ولا ع
 یہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

قوم فارسی کی زبان کما تھی

زمانہ قدیم کی فارسی ژند اور سنسکرت سے رشتہ تعلق رکھتی تھی۔ اور
 اس کی مشابہت یورپ کی قدیم زبانوں سے زیادہ ہے۔ مثلاً باب کو
 قدیمی فارسی میں پتا کہتے تھے۔ ژند میں پتیر۔ لاطینی میں پتیر۔ زبان گو تھ
 میں فادر اور جرمن میں فادر کہتے ہیں۔ لفظ نام ژند اور سنسکرت کی طرح
 قدیم فارسی میں تمام تھا۔ اسے لاطین میں ٹومن اور جرمن میں ٹائے کہتے
 ہیں۔ قدیم فارسی میں آدمی کو آرتیا کہتے تھے۔ یہی لفظ زبان لاطین میں
 مورٹالس اور انگریزی میں مورتل ہے۔ گھوڑے کو قدیمی فارسی میں ژند
 کی طرح اسپہ کہتے تھے۔ یہی لفظ سنسکرت میں اسوا اور ویلز کی زبان
 میں اسوا اور زبان لاطین میں اسوا ہے۔

مندرجہ ذیل فہرست میں قدیمی فارسی کے چند الفاظ کا دیگر مشہور زبانوں
 سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ الفاظ کا
 ماخذ معلوم ہونا علم زبان دانی میں بہت مدد دیتا ہے۔

فارسی قدیم	فارسی موجودہ	اردو میں ترجمہ	سنکرت	ژند	لاطین	جرمن	انگریزی
آج	آب	چلانا - آنا	آج	آز	.	.	ایکٹ
آپی	آب	پانی	آپ	آپ	آگوا	آو	آورد قلمی (انگریزی)
آمیہ	آم	میں مہی	آسمی	آسمی	سم	ان	ایم
بہ	بندیدن	بندنا بندھنا	باندھ	باند	.	بندن	باشند
بہ	برون	اٹھانا بار	بھری	بیرے	میزے	فیوہرن	بیر
بری	بوم	ملک زمین	جھومی	بومی	ہیومی	.	.
برائے	برادر	بھائی	بھرتے	برائے	فراٹر	برودر	برادر
ستا	تادلن	کھڑے ہونا	ستھا	ستا	ستو	شستے ہن	سیتھ
وا	دادن	دینا	دھا	دا	وارے	.	.
دارش	.	جرات کرنا	.	دارس	ادویر	دووفن	ڈیر
دودارا	در	دردانہ	دودارا	دودارا	.	دوچھور	ڈور
دودتیا	دو	دو	دوتیا	دوتیا	دو	دوسرے	ڈو
فرامتا	پیشترین	پہلا	پراختھا	فراختھا	پیریم	فرمس	فرسٹ
گرم	گرم	گرم	.	گھرمیو	.	وارم	وارم
گرب	گرفتن	پکڑنا - گرفت	گرچھ	گرلو	راپن	گراپن	گرب
گوش	گوش	کان	.	گوشا	.	.	کیل
گب	گفتن	کہنا بپ	گپ	.	.	.	.
جہا	جہہ	تمام	.	ہا	.	.	.
جن	زن	لانا	ہن	زن	.	.	.
جیو	زیستن	جینا	جیو	جیو	دیو	.	.

فارسی قدیم	موجودہ فارسی	اردو میں ترجمہ	سنگت	ثرند	لاطین	جوین	انگریزی
کا	کہ	کون	کا	کا	کی	.	.
مام	من	میں	مام	معم	مے	میش	می
مان	ماندن	انتظار کرنا	مان	مان	مانس	.	.
مر	مردن	مرنا	مری	یری	بورید	.	.
متر	اور	ماں	ماتر	ماتر	ماتر	متر	مندر
ماہ	ماہ	مہینہ	ماس	اؤگھا	منے	مونات	ننتہ
ماہ	مہینی	ماس ٹیک	ماسا	اؤگھا	ماس	ماہے	نوز
پشت	نادا	بھتیجا	پثات	ناپو	پنوس	نخے	نظیر
نور	نعم	نواں	نوا	اؤما	نوزوم	مانتے	نانتہ
ناوی	ناؤ	کشتی - ناؤ	ناؤس	ناویا	ناویس	ناو	یہوی
نیا	نا - نہ	زنجیں	نا - نہ	بندھا	نے	نشت	نے
پاو	پاہ	پاؤں	پاوا	پادھا	پیدم	.	.
پاسا	پس	پس پھر	.	پکت	پوست	.	.
پاٹھی	راستہ	راستہ	پنھن	پاٹھا	پونش	پھاو	پھاٹھ
رہستہ	رہت	دایان	رلج	راز	ایکٹوس	شک	رائٹ
عظم	.	اوسے	ہم	ہم	.	این	رہم
ترس	ترس	ڈرنا	ترس	تریس	تریو	.	تریبل
تنگرا	تیر	تیر	تنگرا	تنگھرا	.	.	ڈوگر
توما	تخم	تخم - نسل	تکما	توخا	ستما	ستام	رشم
تھقا	سخن	بات کہنا	ساس	ساگھ	.	ساگن	سے
تریٹا	.	تیسرا	تریٹا	تھریتا	تریٹس	ریٹے	تھرٹ

قدیم فارسی	موجودہ فارسی	اردو میں ترجمہ	سکرت	ترند	لاطین	جرمن	انگریزی
قُوم	تر	تم	توام	تم	تو	تُو	واؤ
اوتما	د	امد	اوتما	اوتما	ایت	اُند	اینڈ

قدیمی فارسیوں کی طرزِ تحریر قومِ مید کی طرح تھی۔ ہر ایک کے بعد وہ (۲) ایک قسم کی علامت بنا دیتے تھے۔ تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جاوے کہ لفظ ختم ہو گیا ہے۔ اس قوم کے کتبے چھ سو برس کے زمانہ سے لیکر کوئی دو سو سال بعد تک ملتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر زمانہ میں بھی تحریر و تقریر میں بہت تغیرات واقع ہو گئے تھے۔ سیتھاس ایک یونانی مورخ لکھتا ہے کہ اُس زمانہ میں پتھر کے علاوہ چمڑا اور کپڑا بھی لکھنے کے لئے مستعمل تھا۔ لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ پہلوی طرزِ تحریر سے قدیمی فارسی تحریر کا کچھ کھوج ملتا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ پہلوی طرزِ تحریر قومِ سیت کی ایجاد ہے۔ قدیمی طرزِ تحریر امرح شیر بابکان کے وقت سے پہلے ہی منزوک ہو چکی تھی۔

فارس کی قدیم عمارت

یونانی مورخین نے جہاں کمیس فارسیوں کی تغیرات کا ذکر کیا ہے اُن کے بیانات حد سے خالی نہیں۔ ہیروڈوٹس نے اُس زمانہ میں تو دو سو سال خرچ کر دیئے مگر اُس نے شہرِ سسی پولس کے کھنڈرات کو دیکھنے کا خیال کیا۔ انراض معلوم ہوتا ہے کہ کسی مورخ نے بھی مفسد مزاجی سے فارسی عمارت کا ذکر نہیں کیا۔ ستارہویں صدی میں جبکہ یورپ کے سیاح فارس کے قبیعی دار الخلافہ

ایک آنے جانے لگے تو اس قدیمی شہر کے کھنڈرات کو دیکھ کر ان کی عقل گم ہو گئی
فارسی علم تعمیر میں قوم اسرین کے شاگرد تھے۔ پس کیا ایسے لایق و فائق استاد
کا ایک ہونہار شاگرد انتہائی ناقابل ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے ہمسایہ ملکوں کی
عمارات کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہی سن کسی لمے کی سرگرم کوششوں نے سب
سے اول فارس کی قدیم عمارتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس عالی دماغ
شخص نے بال کی کھال بکا لکر کھنڈرات کے ذریعہ سے پرانی عمارت کا
کھوج نکالا۔ اگر اسکندراعظمہ جا ملانہ طور پر شہر پر سی پولس کے
محل کو نہ جلا دیتا۔ تو آج سیاحوں کی دید کے لئے ایک نہایت دلچسپ مقام
موجود ہوتا۔ شہرچی پولس میں تین عمارتیں قابل دید ہیں۔ بادشاہ دارا اور
کرسس کے محل اور ایک عظیم الشان آتش کدہ۔ اور شائمان قدیم کو مقبرے
سائمن کا مزار نہایت خوبصورت اور قدیمی ہے۔ یہ سنگ مرمر سے بنایا گیا
ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ سارس ایک سہری صندوق میں ڈال کر دفن
کیا گیا تھا۔

فارسیوں کی عمارات میں یہ بڑی خوبی ہے کہ یکسانیت اور اعتدال
جا بجا بہت ہے۔ دروازہ کو دیوار اور دیوار کو مکان اور کمرہ کو مناسبت
ہے۔ بعض بعض جگہ ایک مکان کے دو حصہ ایسے مشابہ بنائے ہیں کہ
ان میں ایچ بھر کا بھی فرق نہیں۔ اینٹوں کی بجائے بڑے قوی پیکل پتھر
استعمال کئے جاتے تھے۔ تعجب آتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ وزنی پتھر
کیونکہ ان بلند عمارتوں پر پہنچائے گئے ہوں گے۔ عمارتوں کی بلندی
میں نقص ضرور ہے۔ مصر اور یونان کی طرح چھت کی بلندی کم ہے جب
تک لوگوں کو محراب و عمارت کا بنانا معلوم نہ تھا۔ چھتوں کا بلند کھونا
ناممکن تھا۔ بعض جگہ دو منزلہ مکان نظر آتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ علم تعمیر میں
کامل نہ تھے۔ اسلئے قاطر خواہ مکانوں کو بنانا نہیں سکے۔

یونانی جنہوں نے یورپ میں علم تعمیر کی بدولت استفادہ ناموری حاصل کی ہے۔ فارسیوں کے نقال ہیں۔ جو فارسی اور یونانی عمارتوں کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ یونانیوں نے نوآرٹھ میں فارسیوں کے علم تعمیر کی تعریف نہ کرنے اور اپنی عمارات کو کسی قدر متغیر کرنے سے ہر چند نقال کہانے کے جرم سے بری ہونے کی کوشش کی ہے۔ مگر چشم دور بین سے یہ باتیں مخفی نہیں رہ سکتیں۔ فارسیوں کی تعمیرات کی ابتدا قوم مید کے وقت سے ہوئی ہے۔ جنہوں نے پتھر کے شہنشاہوں پر مکانات کا بنانا شروع کیا تھا۔ اور رفتہ رفتہ انہوں نے قوم بابونی اور اسرین سے مختلف وسائل تعمیر کو سیکھ کر بجائے ہو ہو ویسے مکانات بنانے کے انہوں نے اپنے قدیمی طریقہ میں اصلاحیں کیں۔ عمارتیں سادہ ہیں۔ نقش و نگار صرف بیرونی حصوں پر ہی نظر آتا ہے۔ مگر مناسبت اور یکسانیت کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ چونکہ ملک مید با طرح طرح کے پتھروں سے پر ہے۔ اسلئے قدرتا قوم مید نے سنگ تراشی میں بھی خاصی ترقی کی۔ اور جب فارسی غلبہ میں آئے تو انہوں نے اپنے ہم قوم مید سے اس فن کو سیکھ کر اور بھی ترقی کی۔ قدیم زمانہ کی بعض عمارتیں جو ایران کے پہاڑوں میں پائی جاتی ہیں۔ تا حال صحیح و سالم ہیں۔ یونانیوں نے سنگ تراشی بھی فارسیوں سے سیکھی ہے۔

قوم فارسی کی مذہب کیا تھا

ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ مجوسیوں کے ساتھ اختلاف کرنے سے قوم مید کے خیالات میں کیسا تغیر ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے آتش پرستی بھی شروع کر دی تھی۔ اس زمانہ میں فارسی قوم مید کے تحت تھے۔ مگر

وہ مذہب زردشت میں ایسے ثابت قدم تھے۔ کہ بجائے اپنے ہم قوموں کی پیروی کرنے کے انہوں نے انہیں مارا ستیہ خیال کرنا شروع کیا۔ اور انہیں قدیمی مذہب پر لانے کے لئے کوشش کرنے لگے۔ جیسا کہ سارس کے ارادوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ فارسی بھی قوم مید کی طرح تثنیہ کے معتقد تھے۔ مگر پرستش ابتدا میں ابہورامزدا کی ہوتی تھی۔ گو وہ اور کئی خداؤں کو بھی پانتے تھے۔ مگر وہ سب ابہورامزدا کے متابع گنے جاتے تھے۔ ابہورامزدا کے متابع سب سے بڑا خدا مانتا تھا (سب خداؤں سے بڑا) تھا۔ مگر کتاب شریعت کی پرستش اوتا کسرکس میوں کے عہد میں شروع ہوئی۔ مگر کتاب ژند اوست کے بموجب ابہورامزدا دنیا کا پیدا کرنے والا اور سب نیکی کا مالک خیال کیا جاتا تھا۔ اور باقی چھوٹے خدا صرف اس کی صفات خیال کرنے چاہئیں کھتا کرنا اور بھجن گانا ان کی عبادت تھی۔ قربانی کرنا اور سوا کا طریق بجالانا مستحق ثواب تصور کیا جاتا تھا۔ گھوڑوں کی قربانی زیادہ قابل قدر شمار کی جاتی تھی۔ ہیر وڈوش لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں فارسیوں نے دو دفعہ انسانی قربانی کی تھی۔ قربانی کا گوشت آگ کو دکھا کر پرست آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ مگر تیر وڈوش کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور چونکہ اور کسی ذریعہ سے یہ امر پایہ تحقیق کو نہیں پہنچا۔ ممکن ہے کہ تیر وڈوش کو غلط اطلاع ملی ہو۔

گو مذہب ژند اوست بت پرستی کے نہایت برخلاف ہے۔ مگر چونکہ فارسی بخوشی غیر اقوام کی راہ ملت اختیار کر لیتے تھے۔ اسلئے انہوں نے قوم امرین کے بت آشور کی علامت کو ابہورامزدا کی نشانی قرار دے دیا تھا۔ اور اسے اپنی مذہبی رسوم میں داخل کر لیا تھا۔ اور دیو و جنات کی بھی فرضی تصاویر بناتے تھے۔ جب فارسیوں نے یونان فتح کیا۔ یا مصر چلا اور ہونے انہوں نے وہاں کے سب بتوں کو توڑ دیا۔ مگر جب انہیں حد سے

زیادہ کامیابیاں ہوئیں۔ ان کے مذہبی جوش و خروش میں فرق آنے لگا
بادشاہ کبائمی سس جب مصر کی بغاوت کو دور کرنے گیا۔ تو سلطنت کا حقیقہ
ایک مجوسیوں کے پردہ پر ڈال دیا گیا۔ اس مجوسی نے بادشاہ کی غیر حاضری میں
مذہب فارسی میں استغناء تیز کر کے کہ بادشاہ کے واپس آنے پر تمام قوم نے
متفق ہو کر مجوسیوں کو اپنا پردہ قرار دے دیا۔ اور اسی وقت سے آتش
پرستی فارسیوں میں عام ہونے لگی۔ آتش پاک مندروں میں شب و روز متل
رہتی تھی۔ اور عوام خیال کرتے تھے۔ کہ یہ آگ آسمان سے جلائی جاتی ہے۔
اگر انسانی قربانی فارسیوں نے کبھی کی بھی ہو۔ تو وہ مجوسیوں کے طفیل سے
ہوگی۔ کیونکہ تیسرے وڈوش یہ بھی کہتا ہے کہ جب فارسی یونان پر حملہ آور ہوئے
تو انہوں نے نوجوان مردوں اور نوکنواری لڑکیوں کو میز کر قربان کیا تھا۔
اسند میں فارسی بت پرستی کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مگر ذالغ
کے قریب بادشاہ آرتاکسارس مینون یکایک ایک دیوی سماتا تا نا پر ایسے فدا
ہو گئے کہ اس کے شکریہ میں سلطنت کے شہر و شہروں میں بت کھڑے کر دیے
شہرے سوزا۔ پوسی پولس۔ بابلون۔ اکباتا۔ دہشق۔
ساردس اور بلخ میں دینک تا نا کے بت کھڑے رہے۔ جو نئی قوم کی
توجہ بت پرستی کی طرف مبذول ہوئی۔ بتوں کی تعداد آنا تا نا بڑھتی گئی۔ پتھر
کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔ اس کا بت یوں بنایا جاتا تھا۔ کہ ایک آدمی
بیل کو زنجیر کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ زوال کے وقت وہ اور بت بھی ایزد کے
گئے۔ جن میں سے ایک جہنم اور دوسرا اموات کا یہ تھا۔ یہ دونوں آزمودہ
کے مشیر بن گئے جانتے تھے۔ گو مذہب فارسی میں بہت سے تغیرات واقعہ
ہوئے۔ مگر امر مزاد اور اھرمن یعنی اھور مزدا اور انگریو مینوس
کا عقیدہ ہمیشہ بحال رہا۔

شاہان فارس کے حالات

بادشاہ دارا ہشتاسپ کے کبوتر میں اس ملک کا نام پارسا لکھا ہے۔
 رومن اسے پرسس یا پرسس یا کہتے تھے۔ لفظ فارس بھی پارسا ہی کا بگاڑ
 ہے۔ فارس کے شاہی خاندان کا بانی تہیانش تھا اور سوسے دارا قدیان
 کے سب قدیمی شاہان فارس تہیانش کی اولاد میں سے ہونے کا فخر کرتے
 تھے۔ سارس جو سلطنت فارس کے عروج کا باعث ہوا۔ اس ملک کا دوسرا
 بادشاہ ہے جسکے نام سے ہمیں واقفیت ہے۔ کیونکہ سارس کے وقت سے
 پہلے فارس قریباً گمناہم تھا۔ مگر اس گمناہم کی حالت میں بھی ایک اقدہ ہمیں
 معلوم ہوا ہے۔ جو اس ملک کی عزت پر کسی قدر دلالت کرتا ہے۔ یعنی
 فارس کی ایک شاہزادی اتوسہ کی شادی کا پادوشیا کے بادشاہ سے
 ہوئی تھی۔

جب قوم مید نے بڑھ بڑھ کر قدم مارنا شروع کیا۔ تو فارسیوں کے
 دل میں بھی آتش رشک مشتعل ہوئی۔ اور انہوں نے بھی ترقی کرنی شروع
 کی۔ مگر ۶۳۰ قبل مسیح شاہ مید یا نے فارس کو فتح کر کے باجگذار بنایا۔ مگر
 اس وقت سے ملک مید یا تو ضعیف ہونا گیا۔ اور فارسی طاقت میں بڑھتی
 گئی۔ اور جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ سارس نے مخفی طور پر اپنے والد سے
 خط و کتابت کرنی شروع کر دی۔ اور عین وقت پر ہستیاسپ والدنی مید یا کو
 شکست دے کر دونوں ملکوں کا بادشاہ بن گیا۔ اس عظیم الشان سلطنت
 کے ماتھے لگے ہی سارس نے فتوحات کو جاری رکھتے پر کمربند بھی۔ مید یا جو
 ملک مید یا کا ہمسایہ تھا۔ سارس کی ترقی کو دیکھ کر آتش حسد میں جل اٹھا
 انہوں نے فوراً مصر سے عہد کر کے سارس کو چھڑنا شروع کر دیا۔ سارس
 بھی ایک فوج گران تیار کر کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ مقام سارس پر دونوں

فوجیں آمنو سامنو ہوئیں۔ سارس جو فنون جنگ سے بہت ہت پار تھا اس نے فوراً معلوم کر لیا۔ کہ غنیمت کار سالہ زبردست ہے۔ اس لئے اس نے یہ چال کھیلی۔ کہ اونٹوں کی قطاروں کو رسالہ کے مقابلہ میں بڑھا کر شروع کر دیا جس سے لیدیا کار سالہ بے قاعدہ ہو گیا۔ کیونکہ گھوڑے اونٹوں کو دیکھ کر ڈر کر بھاگنے لگے۔ الغرض سارس کو فتح حاصل ہو گئی۔ جب تک ملک تیویا کے برخلاف لڑ رہے تھے۔ اور بہت سے یورپین املاک سردیا کی حمایت کے لئے ان کے مقابل تھے۔ انہوں نے بھی تیج کھیلا تھا۔ بادشاہ لیدیا نے شکست کھا کر شہر ساموس کے اندر پناہ لی۔ اور اپنے حمایتیوں کو پیغام روانہ کئے۔ مگر شیتیر اس کے کہیرو بجات سے مدد پہنچے۔ سارس نے ۵۵۴ قبل مسیح شہر کو فتح کر لیا۔ گورہ ابتدا میں بادشاہ لیدیا کے ساتھ درستی سے پیش آیا۔ مگر آخر کار اس نے رحم کھا کر تھوڑا سا ملک وے دیا۔ اور اپنی خواہوں میں داخل کر لیا۔

تیسرے ڈوڈش لکھا ہے کہ بادشاہ لیدیا کی کینزوں میں سے ایک کے گھر شیر پیدا ہوا۔ بخیروں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ اس شیر کو جا بجا فضیل شہر کے تمام حصوں میں پھرائیں گے۔ تو کوئی دشمن شہر کے اندر گھس نہیں سکے گا۔ بادشاہ کے حکم کے بموجب نوکر شیر کو جا بجا پھیرا لائے۔ مگر ایک جگہ جو بہت اونچی تھی اور وہاں سے دشمن کا گزرنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے فروگزاشت کر دی۔ آخر کار سارس اسی مقام سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ سارس لگاتار لڑائیوں میں مصروف رہا۔ اور اس نے یکے بعد دیگرے کاریا۔ دوریا۔ مندیا۔ ہلی کارنس اور بعض اور چھوٹی ریاستوں کو فتح کر لیا۔ انوار کاؤن اور لائیسی کا قرضہ نہایت عجیب ہے۔ کیونکہ انہوں نے آخری دم تک سارس کا مقابلہ کیا۔ جب انہوں نے ناکامیابی کو نامکن سمجھا۔ تو فوراً شہر کی طرف ہٹے۔ اور اپنے مال و اسباب اور عیال و اطفال کو آگ لگا کر پھر میندان

جنگ میں کھڑے ہوئے۔ اور یکے بعد دیگرے سب کٹ کر مر گئے۔ مورخین
چیران ہیں کہ عجیب و غریب قوم کس نسل سے ہوگی۔ کیونکہ ان کی زبان کاکسی
اور زبان سے تعلق نظر نہیں آتا۔

جب سارس ساٹھ سال کا ہوا۔ تو اس نے تمام ایشیا کو سپاہ فارس کے
سامنے عاجز پایا۔ ملک بابلون جو تہذیب اور طاقت میں ایک وقت تمام
دنیا میں بے نظیر تھا۔ برباد ہو گیا۔ شہر بابل جو چند سال پہلے صنعت اور
آرایش کا مخزن تھا۔ شہر خوشان کی طرح یاس و بیکی کا گھر بن گیا۔
دیباے سندھ سے لے کر مصر تک فارس کا پھر رہا کرتا ہوا نظر آتا تھا۔
قوم سمیت کا نام جس نے تہذیب میں اس قدر ترقیاں کی تھیں۔ اس پاس
کی قوموں کو فروغ دینا شروع ہوئے لگا۔ اور آریا نسل کے لوگ جا بجا پھیلنے لگے۔
بت پرستی جسے اقوام نے قانوناً جاری رکھا ہو تھا۔ مٹنے لگی۔ بت پرستی
اور تیسروں دن جن کے سامنے والیاں ملک تک سجدہ کرتے تھے انقلاب
روزگار سے ایسے ذلیل ہوئے کہ سرخا بلت زمین سے اٹھا نہیں سکتے تھے
مذہب زرتشت لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے لگا۔ مذہب یہود بھی ہمارے
کی توجہ کو مبذول کئے بغیر نہ رہا۔ اور اس نے بادشاہ پر انشا اڑ کیا کہ اس نے
یہودیوں کو کئی اختیارات دے دیئے۔ جس سے آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں
میں تغیرات واقعہ ہونے لگے۔

تیسروں وٹس بکھتا ہے کہ بادشاہ سارس نہایت چالاک اور العزم اور
بہادور تھا۔ فنون جنگ سے بھی دم بخوبی واقف تھا۔ رعایا کے ساتھ
غرض خلق اور فرمان تھا۔ مگر حد اعتدال سے کبھی تجاوز نہیں کرتا تھا جب
قوم آتونی (لفظ یونان اسی سے لیا گیا ہے) نے ساروس کے مفتوح ہو جانے
کا حال سن کر سارس کی اطاعت قبول کرنے کے لئے ایک پتیا بر روانہ کیا
تو سارس نے یوں جواب دیا۔ ایک ماہی گیر مچھلیوں کا ناخ دیکھنا چاہتا تھا

اُس نے ہزار پشیری بجاہی۔ مگر پھلیاں خاموش رہیں۔ آخر کار اُس نے جمال ال
کرآن کو پانی سے باہر نکالا۔ تب تو ساری کی ساری ناچنے لگیں۔ مگر باہی گیر
نے کہا کہ اب میں تمہارا ناچ دیکھنے سے باز آیا۔ جب میں چاہتا تھا تب تو
تم ناچتی ہی نہیں تھیں۔

سارس ایسا رحمدل بادشاہ تھا کہ کبھی کبھی وہ بغاوت کے جرم کو کھلی عافیت
کر دیتا تھا۔ اُس کا نام فارس کے آخری بادشاہوں کی زبان پر رہتا تھا
سارس فتح کرنے میں تو بڑا لایق و فائق تھا۔ مگر انتظام سلطنت میں وہ ہتیار
نہ تھا۔ گو اُس نے کوشناتان میں پرورش پائی تھی۔ مگر ہنر اور صنعت کی وہ
ہمیشہ بڑی قدر کرتا تھا۔ چنانچہ شہر جیسی پولس کے کھنڈرات اس امر کی کافی
شہادت دے سکتے ہیں۔ سارس نے صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کی جس
سے دولٹ کے اور دولٹکیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹوں کے نام کبامی سس اور
سمردی تھے۔ اور لٹکیاں اتوتہ اور آرتامی ستونے کو ملاتی تھیں۔
سارس نے مرنے سے پہلے کبامی سس کو اپنا ولی عہد قرار دے دیا تھا اور
چند عہدہ اور زرخیز صوبے چھوٹے بیٹے کے حوالے کر دیئے تھے۔ مگر یہ
تقسیم بڑی خرابی کا باعث ہوئی۔ کیونکہ کبامی سس اپنے چھوٹے بھائی پر
حسد کھائے لگا۔ حتیٰ کہ اُس نے سمردی کو قتل کر کے اُس کے بجائے ایک
اور شخص جو اُس سے مشابہ تھا۔ اُس کا لباس پہنا کر جاگم کر دیا۔ اس بد انجام
کام کو پورا کرنے کے بعد کبامی سس نے اپنے باپ کے ارادے کی پیروی
کرنے کے لئے جنگ مصر کے لئے تیاریاں کرنی شروع کر دیں۔ اولاً اُس نے
بادشاہ مصر کو پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکی کو یہاں روانہ کر دتا کہ اُسے میں اپنی بیویوں
میں شامل کر لوں۔ بادشاہ مصر نے ڈر کے مارے ایک عورت تو روانہ کر دی
مگر اُس کے پہنچنے پر راز افشا ہو گیا کہ یہ بادشاہ مصر کی بیٹی نہ تھی۔ کبامی سس
کو اب جنگ کے لئے ایک بہانہ مل گیا۔ مصر کے راہ میں پانی کا حائل ہونا

حملہ آور کے لئے باعث تکلیف تھا۔ اس لئے اس نے یہ تجویز کی کہ جہازوں سے زیادہ کام لیا جاوے۔ چونکہ ملک فونیٹیا اس زمانہ میں ایک بے نظیر بحری طاقت کا مالک تھا۔ اس لئے کبائی سس نے اس ملک کو ترغیب دے کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اب فونیٹیا۔ یونان۔ اٹوکیس اور سائپرس کے جہاز اکٹھے ہونے سے مصر کی نسبت بدرجہا طاقت ور تھے۔ بحری طاقت کو محکم کر کے کبائی سس نے یہ ارادہ کیا کہ ہذیرہ اونٹوں کے عرب میں سے ہو کر جاوے۔ لوگوں کو اکثر خیال رہا ہے کہ صحراے عرب میں سے گزرتا نامکن ہے مگر تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ جب ابراہیم پاشا جنگ عرب میں صحراے میں سے گزرے ہیں۔ تو انہیں کوئی بڑی تکلیف پیش نہیں آئی۔ الغرض کبائی سس سرداران عرب کی اجازت حاصل کر کے ان کے ملکوں کے راستہ مصر کو روانہ ہوا۔ اور ۲۵ قبل مسیح اس نے جنگ شریعہ کر دی۔ اس وقت مصر کا بادشاہ سامنت تھا۔ جسے یونان اور قریان کی فوجوں کو پیسے کے لالچ سے جمع کر کے بڑی کامیابی سے حملہ آور کا مقابلہ کیا۔ اخیر میں اداوی فوج نے بیوفائی کی۔ اور بادشاہ کے بال بچوں کو صف لشکر میں لا کر اس کے سامنے قتل کیا۔ اور ان کے خون کو پانی کے گلاس میں ڈال کر پینے لگے۔ ستیس لکھتا ہے کہ مصریوں کے ۵۰ ہزار اور فارسیوں کے صرف سات ہزار سپاہی کام آئے۔ سامنت بادشاہ مصر کھڑا گیا۔ مگر کبائی سس نے اس کے ساتھ مصریوں سے بڑا ٹوکیا۔ اور ارگردگی دوسری اقوام کو فتح کرنے لگا۔ کبائی سس نے ۵۰ ہزار سپاہ کو اتون کی طرف روانہ کیا۔ گردہ سب کے سب صحراے بیتان میں مر گئے۔ اس پر بھی کبائی سس باز نہ آیا۔ اور فوج لے کر تو بیابان پر حملہ آور ہوا۔ مگر نقصان شہاکر واپس پھرا۔ دارالخلافہ میں پہونچنے پر کبائی سس کو معلوم ہوا کہ مصر میں پھر چل چل رہی ہے۔ پردہمتوں نے مشہور کر دیا تھا کہ آفس کا اناؤنڈا ہوا ہے

اور اس جھوٹی خبر کی خوشی میں میلے لگنے شروع ہو گئے تھے۔ اور بنادت ہو جانے کا ڈر تھا۔ کبائے سس نے پہلے تو مقید شاہ مصر کو قتل کرا دیا۔ اور پھر خود فوج لے کر مصر کو سزا دینے کے لئے بڑھا۔ اس بادشاہ کو اپنی ابتدائی کارروائیوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ ظلم اور جفا کاری سے اُس نے بہت سے دشمن بنائے ہیں۔ پس بجائے اُس میں کچھ کمی کرنے کے اُس نے اندھا دھند ظلم کرنا شروع کر دیا۔ مصریوں کو بجز مذہب تبدیل کرنا پڑا۔ وہ کائے جسے مصری آتش کا اوتار سمجھتے تھے۔ فوج کرا دی۔ اور پر دہتوں کو بید لگوائے ایسی کارروائیوں نے مصریوں کے دل میں آتش غیظ کو بڑھکا دیا۔ مگر چونکہ وہ کمزور ہو چکے تھے۔ سردست کچھ نہ کر سکے۔ اور اپنے تئیں انہوں نے خاریسیوں کا غلام تصور کر لیا۔ مصر کو بالکل ضعیف کر کے کبائے سس اس پر ایسے سے ہو کر دارا الخلافہ کو آ رہا تھا۔ یکا یک ایک روز عین غفلت کے وقت فوج فارس میں غل جھکیا۔ کہ کبائے سس بادشاہ فارس کا عہد ختم ہو چکا ہے۔ اور اُس کے بھائی سمر دی کا زمانہ آ گیا ہے۔ ناظرین کو تعجب ہو گا کہ یہ انقلاب کیونکر واقعہ ہو سکتا ہے مگر

ہر آن کہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دراغ بیدہ بخت و خیال باطل بست

کبائے سس نے اپنے حقیقی بھائی کو تو سازش کر کے مروا ڈالا تھا۔ ایک مجوسی کو جو اُس سے بہت مشابہ تھا مصاحت وقت سمجھ کر تخت پر بٹھا دیا تھا۔ تاکہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ سمر دی خلف سارس قتل ہو چکا ہے۔ اب اس مجوسی نے جو کبائے سس کے اس ملک میں سے گزرنے کی اطلاع پائی۔ اُسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ کبائے سس کے ظلم سے تمام رعیت رنجیدہ ہے۔ یکا یک فوج لیکر وہ موقع پر پہنچ گیا۔ جوں ہی کبائے سس کی فوج کو خبر ملی۔ کہ بادشاہ کا چھوٹا بھائی لڑنے کو آ رہا ہے۔ وہ خوشی اُس سے شامل ہو گئے جو ہنی کبائے سس کو

اس حال سے خبر لی۔ اس نے فوراً خودکشی کر لی۔
ہزار حیف دکھا اب کہ سب یہ دھوکا کھتا
یہ زندگی تھی مری مثل موجہائے سرب

۵۷۲ قبل مسیح کبانی سس کے مرنے پر مجوسی جو لوگوں کے خیال کے بموجب
بادشاہ متونی کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس سلطنت عظیم کا مالک بنا۔ یہ جبار
بادشاہ دن رات ایسی تجارین میں مشغول رہتا تھا۔ کہ لوگوں پر اسکا راز کھل نہ
جاءے مجوسی پڑھتوں کو تو اس کے حب و نسب سے خبر ہی تھی۔ اب سب
نے لکر خیال کیا۔ کہ اگر ہم نے یکایک یہ قانون بنایا کہ فارس کی تمام رعایا
نہ سب مجوسی اختیار کرے۔ تو لوگوں کو شک پڑ جاوے گا۔ اسلئے مناسب
ہے کہ ہم آہستہ آہستہ فارسیوں کو مجوسی بنادیں۔ شامان فارس میں رسم تھی۔ کہ
نیا بادشاہ اپنے سے پہلے بادشاہ کی بیوہ عورتوں سے شادی کر لیا کرتا تھا
اس لئے اپنی صداقت کا لوگوں کو یقین دلانے کے لئے بادشاہ سمردی
(مصنوعی) نے بادشاہ مقتول کی تمام بیویوں سے شادی کر لی۔ اب مشکل
یہ پڑ گئی کہ ملکہ اتوسہ شہزادہ سمردی اصل کی سے واقف تھی۔ اسلئے اس جبار
مجوسی کو دیکھتے ہی وہ فریب سے واقف ہو جاوے گی۔ ہیر و ڈوش لکھتا
ہے۔ کہ اس شہزادہ سے بچنے کے لئے مجوسی نے اپنی تمام بیویوں کے لئے
علحدہ علیحدہ محل بنائے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کو نہ مل سکیں۔ اور اس بات
کا بھی پورا بندوبست کر دیا۔ کہ کسی رشتہ دار وغیرہ سے ان کا رابطہ و اتحاد
باقی نہ رہے۔ کچھ مدت جو آرام گذر گئی۔ تو مجوسی افشائے راز سے بے فکر
ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس نے زندقہ متدروں کا قویٰ تاثر و عکریا۔ اور آتش
کدے اور ترقی ہونے لگے۔ فارسی رعیت جو پہلے ہی مذہب مجوسی پر پائل تھی
ان تین بات سے تھوڑی ہی بچیدہ ہوئی۔ مگر یہودیوں سے بہت سا بگاڑ ہو گیا
سایس کی اجازت کے بموجب یہودی چودہ سال سے ایک مذہب تیار کر رہے

تھے۔ اس بادشاہ نے مذہب مسکارت کے پیروں کو جو یہودیوں کے جانی دشمن تھے۔ حکم بھیجا کہ یہودیوں کی عمارت بجز مہندر دو۔ ایسے ایسے احکام نے رعیت کو مٹا دیا۔ اس پر بادشاہ کے ہر وقت خلوت نشین رہنے اور لوگوں کی ملاقات سے انکار کرنے نے امراء و وزرا کو بھی بدظن کر دیا۔

من اذ آل حسن روز افزوں کی ہوش دہشت و ہستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد ز لیخارا

راز کھل گیا۔ اراکین سلطنت نے خفیہ طور پر مشورہ کر کے ہشتاپ کو جو تخت کا حقدار تھا۔ پیغام بھیجا۔ مگر ہشتاپ نے پرانہ سالی کا عذر دیکھ کر اپنے بیٹے و آرا کو روانہ کیا۔ مجوسی قتل کیا گیا۔ اور ۲۱۵ قبل مسیح دارا نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔

مجوسیوں کی سازش کے افشا ہو نیکاڈر سنکر فارسی جوش میں آ گئے۔ بادشاہ نے بھی پردہ ہتوں اور مجوسیوں کے قتل عام کا حکم دے دیا اور اس جہلاڑی کی یاد گار میں ایک سالانہ قتل گاہ قائم کیا گیا جسے ماجوفونیا کہتے تھے۔ اور جہاں مجوسیوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ مذہب زردشت پھر بحال ہوئے لگا۔ یہودیوں کو بھی صرف مندر بنانے ہی کی اجازت نہ مل گئی بلکہ خزانہ بادشاہی سے انہیں سیم و زرا اناج اور مویشی بھی عطا کئے گئے۔ پیروان زردشت اور یہودی آپس میں پھر ملکر بیٹھنے لگے۔

مشرقی سلطنتوں میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا ہے۔ باجگزار ریاستیں خود معری کی کوششیں شروع کر دیتی ہیں۔ و آرا کا ابتدائی زمانہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہ ہوا۔ بناوت کی و بار ایسی پھیلی۔ کہ اس نوجوان بادشاہ کو اس کے دور کرتے کرتے چھ سال گزر گئے۔ مہر اور یکدیگر کی بغاوتوں کو دور کر کے و آرا نے انتظام سلطنت

میں اصحاب میں کرنی شروع کر دیں۔ اور فی الحقیقت اُس نے بہت عمدہ راستہ
 ایجاد کیا۔ جو فارس کی تاریخ قدیم میں شہرت سے خالی نہیں۔
 تمام سلطنت کو الگ الگ صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر ایک میں سترپ
 یعنی گورنر مقرر کئے گئے۔ جن کی تعداد ہند کو ملا کر چوبیس کے قریب تھی۔ ایک
 قانون وضع کر کے سلطنت کے تمام حصوں میں جاری کیا گیا۔ سترپ
 کا کام مالیہ جمع کرنا۔ امن کا بحال رکھنا۔ انصاف کرنا اور ملک کا نگران
 رہنا تھا۔ بادشاہ کو اختیار تھا کہ جسے چاہے سترپ مقرر کر دے اور جب خواہش
 موقوف کر دے یا سر اڑا دے۔ باوجود اس کے سترپ بڑے خود مختار تھے
 اور جب چاہیں رعایا پر ظلم کر سکتے تھے۔ ان کی طرزِ ریاہش بادشاہ سے مشابہ
 تھی۔ جب وخواہ وہ ملازمان ریاست کو کم و بیش کر سکتے تھے۔ اور مالیہ کو
 بھی گھٹا بڑھا سکتے تھے۔ تمام کار و بار نذرانوں اور تحفوں پر چلتا تھا۔
 اور بے شرمی کا تو یہ حال تھا۔ کہ رعایا میں سے جس کی لڑکی کو پسند کرتے
 حرمِ ملے میں داخل کر لیتے تھے۔ فوج کا انتظام بھی ہر جگہ کیساں تھا۔
 رعایا کو سپاہی بننے کی اجازت نہیں تھی۔ فوجیں میدیا اور فارس سے
 بھرتی کر کے تمام صوبوں میں بھیجی جایا کرتی تھیں۔ تاکہ اگر کہیں بغاوت
 وغیرہ ہو تو نہایت درستی سے زد کی جاوے۔ ڈاکوؤں کے غول کے
 غول ادھر ادھر تاخت و تاراج کرتے ہی رہتے تھے۔ اور نہ تو سترپ اور نہ
 فوج شاہی کی کچھ پروا کرتے تھے۔ فارسیوں کو معاملہ معاف تھا۔ مگر جب
 بادشاہ محل سے باہر جاوے۔ تو رعیت پر لازمی تھا کہ جب توفیق نذرانہ
 دیں۔ اس رسم سے غریبوں کو بہت فائدہ تھا۔ کیونکہ وہ تو سیوہ مٹھاٹی
 کے کرایہ بکھلتے تھے۔ مگر امیروں کو بھاری بھاری نذرانے دینے پڑتے
 تھے۔ بادشاہ کے لئے قانون تھا کہ جب مقامِ سپہ سالار کی کو جاوے
 تو جو عورت سامنے آوے اسے دس روپیہ انعام دیوے۔ یہ رسم فارس کے

وقت سے اسلئے رائج تھی۔ کہ آخری جنگ میں فارسیوں کو فتح صرف جو لڑنے
 ہی کے طفیل ہوئی تھی۔ کہ انہوں نے شور پکار کر کے فوج کا دل بڑھا دیا۔
 بادشاہ ہر ایک سترپ پر خراج کی مقدار مقرر کر دیا کرتا تھا۔ جو اُسے سالانہ
 ادا کرتا تھا۔ خراج کی مقدار زیادہ سے زیادہ ایک ہزار بابلونی خشت ٹائے
 فقرہ تھیں۔ جن کی قیمت تیس لاکھ روپیہ کے قریب تھی۔ مگر ہندوستان
 کا خراج ایک کروڑ سے متجاوز نہ تھا۔ باوجودیکہ ہندوستانی اس زمانہ میں
 آبادی کم ہونے کی وجہ سے اب سے لاکھوں درجہ زیادہ دولت مند تھے۔
 علاوہ باجائے خراج صوبہ ٹائے سلطنت اپنے ملک کی خاص خاص اشیاء
 بادشاہ کو دے سکتے تھے۔ بابلون اور اسیریا کا اس میں کسی قدر نقصان تھا
 کیونکہ انہیں غلہ کی ایک بڑی مقدار دینی پڑتی تھی۔ بعض بعض مقامات
 میں آبپاشی کا معاملہ بھی وصول کیا جاتا تھا۔ اسی گھروں کو بھی ٹیکس ادا
 کرنا لازمی تھا۔ گو اُس وقت تمام سلطنت فارس کی آبادی چار کروڑ کے
 قریب تھی۔ مگر طرح کا معاملہ وغیرہ دس کروڑ سے زیادہ نہ تھا یعنی بحساب
 اوسط ہر ایک شخص کو اڑتالیس روپیہ سالانہ دینا پڑتا تھا۔ جو ہندوستان کے
 موجودہ معاملہ سے بہت کم ہے۔ اور اُس زمانہ میں جبکہ آبادی چار کروڑ تھی
 سلطنت فارس کی رعیت نہایت متمول اور آسودہ حال ہوگی ہندوستان
 کی موجودہ زمین مزرعہ اس بے شمار آبادی یعنی ۲۸ کروڑ کو برداشت کرنے
 کے قابل نہیں۔ بشرطیکہ صنعت اور تجارت میں اعلیٰ درجہ کی ترقی نہ کی
 جاوے۔ گورنروں کی تنخواہیں اُس زمانہ میں مقرر نہیں تھیں۔ وہ اپنے
 اخراج ریاست سے وصول کر لیتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس
 انتظام سلطنت میں بھی بہت سے نقائص پائے جاتے ہیں ہر جگہ فارسی
 قوم کو انوج میں بھرتی کرنا۔ اُن کی تہذیبی ترقی میں بڑا راج تھا گو زون
 کی تنخواہیں مقرر نہ ہوا بھی گو اُس زمانہ میں ایسا ضرر رسان نہ ہوگا۔ مگر آجکل

رعیت کے لئے زہر ہلاہل ثابت ہو گا۔ آجکل سلطنت ایران میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں وہ اس وجہ سے ہیں۔ کہ وہاں معاملہ مقرر نہیں۔ اس لئے گورنر اکثر ظلم و تعدی سے کام لیتے ہیں۔ ہر ایک صوبے میں تین شاہی افسر مقرر تھے۔ ستوپ۔ سکوتوری اور سپہ سالار تاکہ ان میں سے اگر ایک آمادہ شہرت ہو تو دوسرا پردہ فاش کر دے۔ صرت اتنے ہی انتظام پر اکتفا نہیں کی گئی تھی۔ شاہی خاندان کے لوگوں کو ناظر مقرر کیا جاتا تھا۔ جو اچانک کسی صوبہ میں جا کر وہاں کی کارروائی کا معائنہ کرتے تھے ایک مسلح دستہ فوج ان کے ہمراہ رہتا تھا۔ تاکہ اگر کوئی نقص یا سانی دور ہو تو جبراً اندر دیا جائے۔ دارا کا انتظام سلطنت ایسا مفید اور اعلیٰ ثابت ہوا ہے۔ کہ آجکل انگریز اور کئی اور معذب قوتیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ بعض اوقات کسی صوبہ کے سترپ کو بیاد شاہی کے ذریعہ خاندان شاہی میں داخل کر لیتے تھے۔ تاکہ بادشاہ کے فوائد اسے نظر رہیں۔ -

صوبہ جات کے اعلیٰ انسروں کے اختیارات کا منقسم ہونا۔ اس کے وقت میں نواز حد مفید ہے۔ مگر جنگ یا بغاوت کے وقت باعث نقصان ہے۔ کیونکہ روپیہ فوج اور اختیارات جب تین مختلف شخصوں کے ہاتھ میں ہوں۔ تو ان کا متفق ہو کر چلنا اور کام کو عین وقت میں سرانجام کرنا دشوار ہے۔ اور مزید برآں کاروبار سلطنت میں جب بہت سے راز دار ہوں۔ تو تجاویز کا پوشیدہ مہیا بھی محال ہے۔ اس لئے ہنگامے کے وقت میں سلطنت روم کا انتظام بے نظیر ہے۔ جہاں ہر ایک صوبے کا پاشا خزانے اور فوج وغیرہ پر اختیار کامل رکھتا ہے۔ احکام بھی سلطان سے اُسے جملتے ہیں۔ وہ ہمیشہ مخفی رہتے ہیں۔ اگر کسی حصہ ملک میں شرفساد ہو تو عین وقت میں اس کا انداد ہو جاتا ہے۔ اگر یورپ کے کسی لایق سے لایق اور مہذب سے مذہب قوم کو وہ مشکلات حایل

ہوں۔ جو ہمیشہ سے سلطنت روم کے ساتھ ملحق رہی ہیں (یعنی اولاً نصف رعایا کا عیسائی ہونا۔ اور دوسرے عیسائی سلطنتوں کا شب و روز تخریب میں مشغول ہونا) تو شاید ہی تاب مقاومت لاوے۔

دارا کو یہ امر بھی مد نظر تھا۔ کہ سلطنت کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کو خبریں بہ سرعت پہنچ سکیں۔ جا بجا ڈاک خانہ بنائے ہوئے تھے جہاں تیز رو گھوڑے تیار رہتے تھے۔ کہ خطوں کو لیکر ہوا ہو جاویں۔ دارا نے سونے اور چاندی کا سکہ چلانا شروع کیا۔ لفظ دارک جو تقریباً تمام زبانوں میں بگڑا استعمال ہے۔ دارا کی طرف ایما کرتا ہے۔ یعنی دارا کا ایجاد کیا ہوا سکہ۔ دارا اس پسند۔ زیور۔ سنگتراشی اور تعلیم کا شائق تھا اس نے مقام سوڈا پر ایک ایسا خوبصورت محل تعمیر کیا تھا کہ ہر کے بادشاہ اسی میں رہتے تھے۔ شامان فارس میں سے صرف دارا ہی نے اپنی قبر یہاں بنوایا تھا۔ جس پر اس کے وقت کے مشہور واقعات اور محکوم الممالک کے نقشہ جات تحریر تھے۔ ۷۰۰ قبل مسیح تک دارا انتظام سلطنت میں ایسا محمود بادشاہ کی اسے فوج کی آراستگی اور مضبوطی پر خیال کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ رعیت جو ہمیشہ جنگ اور فتوحات کی خبریں سننے کی عادی تھی۔ دارا کو کمزور خیال کرنے لگی۔ دارا جیسا بیدار مغیر بادشاہ بھلا کب رعیت کے خیالات سے ناواقف رہ سکتا۔ اس نے چاروں طرف جو نظر دوڑا خی تو مشرقی پنجاب کی سرسبز زمین جو اس زمانہ میں سونے چاندی سے پُر تھی اسکی توجہ کو مبذول کرنے لگی۔ وہاں کے قد آور اور جنگ جو باشندوں کو بھی دیکھ کر دارا کا دل للچا آیا۔ کہ انہیں اپنی فوجوں میں داخل کرے اُنہیں ایک فوج گراں کور واہ کر دیا۔ جو دریائے سندھ سے کشیتوں کے ذریعہ پارا کر سارے پنجاب کو فتح کر آئی۔ فتح پنجاب کے بعد بھی دارا کو تسلی نہوی۔ اور یونان اور مقدونیا کی فتح مندی کی تلوار پر ننگ مقناطیس ایسا

ہفت اقلیم اور بحیرہ بادشاہ

ہم چناں در بند اقلیم و گر

اُس زمانہ میں قوم سیس ملک آرمینیا سے لے کر دریائے ڈینیوب کے کناروں تک آباد تھی۔ اور دارا بھی اُن کی کارروائیوں سے ناواقف تھا۔ اگر دارا بے سوچے سمجھے یونان پر حملہ کر دیتا۔ تو قوم سیس جب عادت عین موقع پر بلائے ناگمانی کی طرح اُسپر جاگرتی۔ ان تمام مشکلات کی پیشینہ دی کرنے کے لئے دارا نے آٹھ لاکھ کے قریب فوج تیار کی۔ اور چھ سو جنگی جہازوں کو باسفورس کی طرف روانہ کیا۔ جوہں دارا کی فوج بڑی سرحد سے باہر نکلی قوم سیس تاب مقاومت نہ لاکر پیچھے ہٹنے لگی۔ دارا بھی برابر اُن کا تعاقب کرتا گیا۔ اور ساری قوم کو دریائے ڈینیوب کے پار بھگا کر اُن کے دل پر اپنی فوجی طاقت کو نقش کیا۔ باوجود ایسے دور دراز سفر کے ولسا نے رستہ کا انتظام ایسا خوب کیا تھا کہ کوئی بھی مشکل پیش نہ آئی۔ دارا سے دارا اپنے جہازوں کی طرف آیا اور میگابازوس نامی ایک سپہ سالار کو مقدمہ وینہ فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ اس سپہ سالار نے صرف دھکیان ہی دے کر ولس کے بادشاہ کو مطیع کر لیا۔ اور اردگرد کی اقوام کو بھی فرمانبردار بنایا۔ میگابازوس اپنے قائم مقام سمیانس مقرر کر کے خود شہر ساروس کو واپس آیا کیونکہ ولس دارا اٹھرا ہوا تھا۔ سمیانس نے ۵۰۰ قبل مسیح شہر بارہ نظیم کو جہاں آجکل قسطنطنیہ واقع ہے۔ اور بہت سے اور شہروں کو سلطنت فارس کے ماتحت کیا۔ دارا مقام ساروس سے شہر سوزا کی طرف بڑھا۔ اور کچھ عرصہ کے لئے یونان کو فتح کرنا اُسے بھول گیا۔ یونانیوں نے اپنے ہم قوموں کو جو جا بجا مغربی ایشیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ بغاوت کے لئے بھڑکانا شروع کیا۔ جو چھ سو جہاز دارا نے چند ماہ پیشتر باسفورس

کی طرف روانہ کئے تھے۔ اُن میں ملاح سپاہی بلکہ افسر تک یونانی تھے جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ اتنی کثیر تعداد فوج کا جو غیر قوم میں سے تھی یک جا رکھنا صرف دارا کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ یونانی سپاہ جو جہازوں میں تھی۔ اُن فارسی سپاہیوں کے قتل کے لئے کافی تھی۔ جو اُن کے متصل کنارہ پر خمیہ زن تھے۔ یونانیوں میں یکایک قومی جوش پیدا ہو گیا۔ آرتاگورس کو اپنا سردار مقرر کر کے اُنہوں نے یکایک بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اور یورپ کے یونانیوں سے امداد کے بلجی ہوئے۔ آرتاگورس اپنے ہم قوموں سے امداد کے وعدے لے کر ایشیا میں بڑھنے لگا۔ اپنی شجاعت اور بہادری کا اظہار کرنے کے لئے اُس نے حد اعتدال سے تجاوز کیا۔ یعنی شرساروس کا جو کہ ملک لیڈیا کا دارالخلافہ تھا۔ محاصرہ کر دیا۔ وہاں کا سترپ بالقابل نہ ہو سکا۔ اور وہاں سے رو بفرار ہوا۔ یونانیوں نے اندھا دھند شہر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کشمکش میں شہر میں بھی آگ لگ گئی۔ الغرض وہاں سے بے انتہا مال و اسباب لیکر یونانی شاہ و حوزم گھر کو واپس ہوئے۔ مگر ابھی دور بچنے نہیں پائے تھے کہ فارسی فوج پہنچ گئی۔ اور اُس نے یونانیوں کی بہت ہی بُری گت بنائی۔ بُری فوج بھتیاریوں کو پھینک اور بحری فوج جہازوں کو چھوڑ بھجائی۔ اور دم دباے ہوئے اپنے شہروں میں چھپ گئی۔ اس ہم سے یونانیوں کو اتنا فائدہ ضرور ہوا۔ کہ فارس کی باجگزار ریاستوں اور دشمنوں کو سلطنت کی کمزوری کا خیال ہو گیا۔ یعنی یونانی فوج کا بے درک ٹوک شرساروس تک پہنچ جانا ایک ایسا کام نہ تھا کہ بہتوں کو تنقید کی ترغیب نہ دیتا۔ قوم میں جو انتقام کے لئے دانت پس رہی تھی۔ ادھر اُدھر حد و دوفارس پر لوٹ مار کرنے لگی۔ دارا نے فوج گریڈان روانہ کر کے ایشیا کے یونانیوں اور مقدونینہ کے باشندوں کو اُن کی گستاخانہ حرکات

کے لئے سخت سزا میں دیں۔

ذرا نے اس بابت کا بھی مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ یونان خاص کو بہر صورت فتح کر لیا جاوے۔ ورنہ آئے دن وہ جا بجا لوگوں کو بغاوت کی ترغیب دینگے اس کام کے سرانجام دینے کے لئے دارا نے اپنے داماد اردونی کو سپہ سالار مقرر کر کے یونان کی طرف بھیجا۔ اردونی نے سمندر کے راستے سے جا کر یونان کے بہت سے شہروں کو فتح کر لیا۔ مگر ایک روز سمندر میں ایسا طوفان عظیم پھا ہو گیا۔ کہ آٹا فائیس تین سو جہاز موبہ بیس ہزار سپاہیوں کے غرق ہو گئے اور سپہ سالار فارس اپنا سامنہ لے کر واپس آیا۔ اس واقعہ سے بھی دارا کے ارادہ میں فرق نہ آیا۔ ۴۵۰ ق م قبل مسیح اُس نے دات نامی سپہ سالار کو فوج دے کر فتح یونان کے لئے روانہ کیا۔ یونانیوں نے زیرکمان لیتیا داس اس نہادری سے مقابلہ کیا۔ کہ فارسیوں کو شکست کھا کر ایشیا کو لوٹنا پڑا۔ گو یہ شکست باعث ندامت تھی۔ مگر دارا نے اس خیال کو ترک نہ کیا۔ اور نہایت سرگرمی سے تیاری کرنی شروع کر دی۔ مصری بھی فارسیوں سے آزاد ہونے کی تجاویز کر رہے تھے۔ موقعہ پا کر انہوں نے بھی خود مختاری اختیار کر لی۔ دارا نے ان دونوں دشمنوں کو ایک ہی دفعہ سزا دینے کا ارادہ کر لیا مگر عمر نے وفات کی۔ ۴۵۶ ق م قبل مسیح دارا جان بحق تسلیم ہوا۔ یہ بادشاہ بوجہ انتظام ملکی بے نظیر ہے۔ اس کی لیاقت اُس کے کاموں سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ دارا کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سرکسس جو ملکہ اتوسا کے شکم سے تھا تخت نشین ہوا۔ فارس میں قاعدہ تھا کہ بادشاہ ہمیشہ اپنا ولیعهد مقرر کر دیا کرتا تھا مگر سرکسس بادشاہ بننے کے لائق نہ تھا۔ مگر اپنے باپ کی وصیت کے بموجب حکمران ہو گیا۔ سرکسس نے تخت نشین ہوتے ہی نہایت سرگرمی سے تسخیر یونان کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور اندھامند روپیہ خرچ کر کے بارہ سو جنگی جہاز اور تین سو معمولی بیڑے فراہم کئے۔ جا بجا

رہتے ہیں خوراک کے ذخیرے جمع کئے گئے۔ تاکہ فوج کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو
 فنون جنگ سے تو سرکس نے بہرہ تھا۔ صرف اپنے تخیل و اختتام کے ظاہر
 کرنے کے لئے اس نے زیر کثیر صرف کر دیا۔ مقام ہلیکوپٹ پر اس نے فوج کو
 دریا سے پار کرنے کے لئے دوہرا ایل بنوایا۔ اور مقام آختوس پر ایک نہر بنائی۔
 کیونکہ یہ مقام یونان پر حملہ آور کر کے دے کے لئے بڑا خطرہ تھا۔ ان
 بڑے بڑے کاموں کو سرانجام دے کر سرکس ۸۴ قبل مسیح مقام سوزا سے
 براہ ساروس روانہ ہوا۔ ہیردوٹس لکھتا ہے کہ اس کے جھنڈے کے نیچے
 اونچاس اقوام کے سپاہی تھے جن میں ہندوستانی بھی شامل تھے۔ آئی دوس
 کی سپاہی پر سرکس کے لئے ایک سنگ مرمر کا تخت بچھایا گیا۔ جہاں بیٹھ کر
 وہ اپنی افواج کی کثرت اور شوکت کو ملاحظہ کرنے لگا۔ مقابل میں یونانی دانہ
 ہارے ریگ کی طرح زمین پر پھیلے ہوئے تھے۔ بائیں طرف فارسی جہازوں
 کے سفید چھریروں نے سمندر کو بحر منجمد شمالی کی صورت بنا دیا تھا۔ سرکس
 نے اپنے جہازوں کو حکم دیا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ جہازوں کو دو حصوں میں تقسیم
 کر کے ایک مصنوعی لڑائی دکھادیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ کون سی قوم کے جہاز
 حقیقت میں عمدہ ہیں۔ اس مقابلہ میں قوم فوشین نے اپنا کمال ظاہر کیا
 اور اول درجہ کے جہاز ان قرار دیئے گئے۔ دوسرے روز نہ ہی رسوات
 بجا لگتے۔ سرکس نے سونے کا ایک مرتبان۔ ایک پیالہ۔ اور ایک تیغ فارسی
 کو سمندر کی نذر کیا۔ اور تمھارے سورج کے خدا سے دعا مانگی۔ تاکہ یورپ
 پر ظفر ایب ہو۔ بعد ازاں فوجوں کو پل کے ذریعہ سے پار ہونے کا حکم دیا گیا۔
 سات روز تک سپاہ دریا سے پار اترتی رہی۔ سرحد یورپ میں پہنچ کر جنگلی
 شیرموں نے کسی قدر نقصان کیا۔ صوبہ تھسلی (جسے تھنالیہ کہتے ہیں)
 کی قوموں نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ رات کو خیر زنی کر کے علی الصبح سرکس
 کی فوج نے یونان پر حملہ کر دیا۔ کچھ تو یونانی فراری ہو گئے۔ مگر ایک زیر دست

فوج لبوینداس کے ماتحت مقابلہ پرتلی رہی۔ گو اس لڑائی میں فارسیوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ مگر سوائے چار سو کے کل یونانی سپاہی تہ تیغ ہوئے مگر اسی پر ہی بس کیوں ہو جاتی۔ جنگ یونان میں بحری لڑائی بھی لازمی تھی بطور سابق اس دفعہ بھی ایک طوفان آیا جسے فارسیوں کے بہت سے جہاز فنا کر دیئے۔ مگر پھر بھی سرکس نے حوصلہ نہ مارا۔ اور خشکی کے راستے تھینز پہنچ گیا۔ یونانی وناں سے بھی بھاگ نکلے۔ اور قریب خٹاکہ جہازوں میں سوار ہو کر جزیروں میں پہنچ جاویں مگر سرکس نے اپنی فوج میں حکم دیدیا۔ کہ جو میں یونانی جہازوں پر سوار ہوں۔ بحری لڑائی شروع کی جاوے اور یونانیوں کو فراری نہ ہونے دیں۔ جو میں یونانیوں کے جہاز نمودار ہوئے فارسیوں نے حملہ کر دیا۔ اور ویزنک لڑائی ہوتی رہی۔ کچھ دیر کے بعد یونانیوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ قریب خٹاکہ یونانی بھاگنے لگیں۔ کہ یکایک یونانیوں کے جہازوں میں ایک جہاز بڑھا دینے والا شور مچا۔ اور یونانیوں نے یہ سمجھ کر کہ اگر شکست کھائی تو مارے جاویں گے۔ جی توڑ توڑ کر لڑنا شروع کر دیا۔ فارسی جہاز پس پا ہونے لگے۔ حتیٰ کہ کئی گھیراؤ اور کھلبلی میں غرق ہو گئے۔ چند گھنٹوں کے بعد سمند میں جہازوں کے تختوں اور مردوں کے کپڑوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ سرکس کا اس اقمہ سے بالکل حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اور اس نے ایشیا واپس جانے کے لئے دیریا بندھنا اٹھالیا۔

آرودنیس سپہ سالار نے بادشاہ سے عرض کی۔ کہ اگر اجازت ہو تو میں یونان پر فوج کشی کروں۔ سرکس نے اسے تین لاکھ فوج دے کر یونان پر حملہ آوری کے لئے روانہ کیا۔ آرودنیس شہر پریشتر فتح کرتا دارالخلافہ تک پہنچ گیا۔ مگر جب فتح کر کے وہ واپس پھرا۔ تو راستہ میں ایک تنگ مقام میں جہاں معدودے چند سپاہی ملکر چل سکتے ہیں۔ باشندگان

سپاہ تانے حملہ کر کے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور فوج کو بھی گھیر کر سخت نقصان پہنچایا۔

کرسس کے عہد میں یونان سے جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ ان میں فارسیوں کو بچاے فائدہ کے نقصان ہوا۔ مقدونیہ اور فارس کے دیگر مقبوضات جو یورپ میں واقع تھے۔ یکے بعد دیگرے باغی ہو گئے۔ اور یونانیوں کی بھی جرأت بدرجہا بڑھ گئی۔ انہوں نے ازسرنو فارس کی باجگزار ریاستوں سے پھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اور جزیرہ سائپرس کو فتح کر لیا۔ ادھر بادشاہ فارس کے خانگی معاملات میں مداخلت کر گیا۔ شاہی تو اس نے صرف ایک ہی بار کی تھی۔ مگر اس نے اپنے امرا و زرا وغیرہ کی بیویوں سے حتیٰ کہ اپنے رشتہ داروں کے گھروں میں بھی بدکاری شروع کر دی۔ اس کی بدچلنی کا یہاں تک اثر ہوا کہ اس کی لڑکی شہزادہ جو شہزادہ میگائزوس سے بیاہی ہوئی تھی باپ کی نقل کرنے لگی۔ اس کثرت عصیان کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمام اراکین سلطنت بادشاہ کے دشمن بن گئے۔ اور ایک دن انہوں نے اُسے خواب گاہ میں قتل کر دیا۔

الذنا یحزب البناء۔
کرسس کے مرنے کے بعد اس کے تینوں بیٹوں میں فساد مچ گیا۔ مگر اس وقت محل شاہی میں صرف دو ہی بیٹے وادرا اور اتاکسرس تھے۔ اتاکسرس نے وادرا پر قتل پیر کا الزام دے کر اس کا سر قلم کر دیا۔ اور ۴۶۵ قبل مسیح خود تخت نشین ہو گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے حقدار شہزادوں میں بغاوت پھیلنے لگی۔ مگر اتاکسرس نے یکے بعد دیگرے سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اسی اثنا میں مصر میں ایک نیا گل کھلا۔ آثار و نامی حبشیوں کے سردار نے مصر کے سرپرست (گورنر) سے جنگ شروع کر دی۔ اور یونانیوں کی مدد سے اس فوج کو جو فارسیوں نے

حفاظت کے لئے وہاں رکھی تھی مار ڈالا۔ بادشاہ فارس نے میگابازوس کو
 پہ سالانہ مصر کی طرف روانہ کیا۔ دین تک لڑائی ہوتی رہی جس میں یونانیوں
 کے سب جہاز پکڑے گئے۔ اور اکثر یونانی مقتول ہوئے۔ سپہ سالار فارس
 نے جب الحکم بادشاہ اناروکو گرفتار کر کے مصلوب کر دیا۔ ۴۴۹ء قبل مسیح
 یونانیوں نے پھر تین سو جہاز جمع کر کے مصر کا راستہ لیا۔ اور سپاہیں میں بھی
 فساد شروع کر دیا۔ اور جہاں جہاں فارسی سپاہ کو پایا۔ اُسے قتل کر دیا۔
 ارتاکسرس نے مصالحت وقت سمجھ کر یونانیوں سے صلح کر لی۔ شرائط یہ
 قرار پائیں کہ وہ اپنے مقبوضہ اُن ایشیائی ریاستوں کو جن میں یونانی آباد
 ہیں۔ آزاد کر دے گا۔ یونانیوں کو آزادی عطا کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے
 ملک خود مختار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ اور اسی وقت سے سلطنت
 فارس کا زوال شروع ہو گیا۔ کیونکہ بادشاہ ارتاکسرس ایسا بزدل تھا۔ کہ
 وہ ایک دفعہ بھی لڑائی پر نہیں گیا۔ اُس کی بہن اور والدہ دونوں بدکار
 تھیں۔ اور جو چاہتی تھیں بادشاہ کو ترغیب دے کر کہ الیتنی تھیں گیا
 کہ عنان حکومت اُنہیں کے ہاتھ میں تھی۔ اس بادشاہ کے بعد اُس کا
 بیٹا رسرس ۴۲۵ء قبل مسیح حکمران ہوا۔ گروڈیڑھ مہینہ بھی گزرنے نہ پایا
 تھا کہ اُس کے بھائی نے اُسے شراب پیتے وقت قتل کر دیا۔ اور جو تخت
 پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ اسے بھی چھ مہینے سے زیادہ حکمرانی کرنی نہ ملی۔ کیونکہ
 اُس کے ایک اور بھائی ادجس نامی نے اُسے قتل کر کے تخت سلطنت پر
 جلوس کیا۔ اور اپنا نام دارا مقرر کیا۔ دارا باپ کی زندگی کے وقت کلانیہ
 کا سترپ بننے کو رنہ تھا۔ اور اُس نے اپنی پھر بھی سے شادی کی تھی اُس
 کے تخت نشین ہوتے ہی ملک میں بغاوتیں ہونے لگیں۔ مگر اُس نے پرہیز
 کا لایچ ہو کر یونانیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور چونکہ اُس وقت یونانی
 مغربی ایشیا اور یورپ کے جنوب مشرق میں جا بجا پھیلے ہوئے تھے

اس طرح وہ کبھی ایک ریاست کو ساتھ ملا کر دوسری سے لڑتا تھا۔ اور کبھی ایک ملک کو زبردست دیکر دوسرے سے لڑنے کو بھیجتا تھا۔ اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی آئے دن لڑائیوں میں مشغول رہ کر فن حرب میں لائق ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ دارائے اٹھنیس اپنی فوج میں بھی بڑے بڑے عدد دینے شروع کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ فارس کی فوج یونانیوں سے پُر ہو گئی۔ انتظام سلطنت کی یہ حالت ہو گئی کہ ناگفتہ بہ۔ خواہوں اور ملازموں کو یہاں تک اختیار تھا۔ کہ ایک خواجہ سرسرنے بادشاہ کو تخت سے اتار کر خود بادشاہ بننے کی کوشش کی۔ عداوت اور نا اتفاقی نے ملک میں اس قدر ترقی کی۔ کہ ولید تک نے بادشاہ سے جنگ شروع کر دی۔ الفرج ملک کو شہر و فساد سے لبریز چھوڑ کر دارا راہی ملک بھا ہوا۔ دارا کے دو بیٹے ایاس اور سارس تھے۔ ماں کو گو چھوٹے بیٹے سے بڑی محبت تھی۔ مگر دارائے تہذیبی وقت میں بڑے بیٹے کو جانشین قرار دیا۔ اس سبب نے ہم قبل میں تخت نشین ہو کر اپنا نام ارتاکس کس رکھ لیا۔ ایک دن یہ بادشاہ مندر میں پو جا کر رہتا تھا۔ کہ یکایک کسی مخبر نے اطلاع دی۔ کہ تمہارا چھوٹا بھائی سارس یہاں پہنچا ہے۔ جو نہی تم پر شے بدلنے کی رسم ادا کرنے لگا۔ وہ اچانک تم پر حملہ کرے گا۔ بادشاہ نے فوراً سارس کو گرفتار کرا لیا۔ مگر ماں نے بیچ بچاؤ کر کے اس کی جان بخشی کرادی۔ اور اسے حاکم اسپریا مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ وہاں پہنچتے ہی سارس نے پوشیدہ طور پر اپنے بڑے بھائی یعنی شاہ فارس کے برخلاف تیاریاں شروع کر دیں۔ اس پاس کی ریاستوں سے لڑائی کا بہانہ کر کے بادشاہ سے فوج منگوا تارا۔ اور یونانیوں کو بھی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملایا۔ جو ہیں فوج کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ سارس خفیہ طور پر دارا مخالفہ فارس کی طرف بڑھنے لگا۔ اور میسوپوٹیمیا کے راستہ تینتیس دن میں حمیرسویل کا

فاصلہ طے کر کے ۴۰ قبل صبح بابلون تک پہنچ گیا۔ اس طول و طویل سفر میں فوج نے کئی بارتنگ آکر آگے بڑھنے سے انکار کیا۔ مگر سارس انہیں زیادہ بخواد دینے کے لالچ سے اتنی دور لے آیا۔ اتنا کس کس یعنی بادشاہ فارس بھی ان کارروائیوں سے بھلا کب بے خبر تھا۔ آنا خاناً نو لاکھ سپاہ کو جمع کر کے وہ بھی اپنے بھائی کے استقبال کے لئے روانہ ہوا۔ سارس نے تین روز تک ہر طرح سے خبرواری رکھی۔ کہ کہیں دشمن سے راستہ ہی میں مٹ بھیڑ نہ ہو جاوے۔ مگر جب اسے سپاہ فارس کا کچھ نشان نہ ملا تو غافل ہو گیا۔ سارس خود تو ایک چوپہ گامی پر لہریا۔ اور فوج بے ترتیب ہو کر چلنے لگی۔ اس بے فکری اور کوتاہ اندیشی کی رفتار میں یکا یک ایک سوار نے جو دور سے سرپٹ گھوڑا دوڑاے چلا آتا تھا۔ لشکر کو متوجہ کیا۔ قریب آتے ہی اس نے مضطربانہ طور پر چلانا شروع کر دیا۔ کہ شاہشاہ فوج عظیم نے مقابلہ کے لئے آرہا ہے۔ اس خبر وحشت اثر سے سارس کے حوصلہ میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ تین گھنٹہ کے اندر ہی اس نے فوج کو بڑی ہوشیاری سے آراستہ کر لیا۔ اور دشمن کا انتظار کرنے لگا۔ جو میں فارس کی فوج دور سے نظر آئی۔ یونانی سپاہی جواتنے روز سے جنگ کے پیاسے تھے۔ وحشی درندوں کی طرح حملہ آور ہو گئے۔ یونانیوں کے اچانک چھپٹ پڑنے سے رختہ جو فارسی فوج میں سب سے آگے تھے۔ گھوڑوں کے بے تحاشا بھاگنے سے اپنے ہی لشکر کو پامال کرنے لگے۔ سارس چھ سو خاص سواروں کو ساتھ لئے فوج فارس میں داخل ہو گیا۔ اور عین بادشاہ کے محافظوں تک پہنچ گیا۔ مگر مقتول ہوا۔ سر لشکر کے مارے جانے سے سارس کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ بعضوں نے سرکٹا کر اور بعضوں نے بھاگ بھاگ کر غلٹی پائی۔ سارس کی لیاقت اور شجاعت پر اتنا بھروسہ ضرور تھا۔ کہ اگر اسے فتح حاصل ہو جاتی تو فارس کا رعب و اب چند دن اور برقرار رہتا۔ مگر

مگر اتاکسرس کی زندگی باقی تھی۔ اور فارس کا زوال لازمی۔ یونانیوں کو جو سارس کے ساتھ آئے تھے۔ اتنا یقین تو ہو گیا۔ کہ اگر وہ کافی تعداد میں آتے تو فارسی بے قاعدہ سپاہ کے انجیر پھر ڈھیلے کر سکتے تھے۔ دس ہزار یونانی جو فارسیوں سے شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ گھر پہنچ کر فوج فارس کی کمزوری کے راز افشا کرنے لگے۔ کسی مخالفت کی فوج کا حدود فارس میں داخل ہونے کا بغیر مزاحمت کے ایک ہزار میل جاسکنا ایک ایسا راز نہ تھا۔ جو فارس کی بدستطامی کو ثابت نہ کرتا۔ مزید برآں پیشتر یونانی خیال کرتے تھے کہ کوہ قاف سے لے کر عرب کے جنوب تک سب ملک فارسیوں سے آباد تھا۔ مگر اب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ ملک بلے نام فارس کے تحت ہے۔ اور وہاں کے باشندے فارسیوں کی جان کے دشمن ہیں۔

اتاکسرس نے اس خیال سے کہ باشندگان سپاتانے سارس کی مدد کی تھی۔ اس ملک پر فوج کشی کی۔ مگر چھ سال تک لڑائی جاری رہی۔ اور کچھ حسب خواہش فیصلہ نہ ہوا۔ انجام کار شاہ فارس بجائے اپنی فوج کی طاقت کو بڑھانے کے یونانیوں کو روپیہ سے مدد سے کرسمارتا سے لڑوانے لگا۔ ان نالایقانہ حرکات نے فوج فارس کا خوف محکوم اقوام کے دل سے دور ہونے لگا۔ اسی اشار میں قوم قدوسی نے جو کوہ البرز اور بحیرہ کاسپین کے درمیان آباد تھی۔ خود سری اختیار کی۔ مگر اتاکسرس نے فوج بھیج کر یہ قدر وقت سے انہیں منسوب کیا۔ اسے بے قلیل ہنگاموں میں فتح حاصل کرنے سے شاہ فارس کے دل میں مہر کو جو تیس سال سے آزاد ہو گیا تھا از سر نو فتح کرنے کی ہوس پیدا ہوئی۔

اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے شہنشاہ فارس نے یونان پر فوجیں منگو کر ۳۷۵ قبل مسیح انہیں تیخیر مصر کے لئے روانہ کیا۔ مگر بوجہ دریائے

نیل کی طغیانی کے کامیابی نہ ہوئی۔ اور ایشیائی روم کی تمام ریاستوں نے جو اسے زمانہ میں فارس کے زیر حکومت تھیں۔ آزاد ہونے کے لئے جنگ شروع کر دی۔ اور اودھر مصر نے اتر پارہ حملہ کر دیا۔ مگر شاہ فارس کے روپیہ نے سب کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور سب کے سب لٹے آپس ہی میں لڑنے لگے۔ اس کمر و فریب سے سلطنت فارس کے مریض جان بلب کی عمر میں چند روز کا اضافہ ہو گیا۔ بادشاہ ارتاکسرس کی زندگی بوجہ خانگی معاملات کے بڑی خراب تھی۔ اس کی والدہ نے سازش کر کے سماء ستارتا بادشاہ کی محبوبہ بی بی کو زہر دلوادیا۔ اور ارتاکسرس کو ترغیب دے کر اس کی اپنی دختر اتوسہ سے شادی کرادی۔ پھوٹے عرصہ کے بعد ولیعهد سلطنت نے بادشاہ کے قتل کرنے کو سازش کی۔ مگر راز افشا ہو گیا۔ اور وہ خود ہی دار پر چڑھایا گیا۔ آریاپس بادشاہ کے دوسرے بیٹے نے خودکشی کر لی۔ اس کے مرنے پر بادشاہ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ وہ خود بھی روانہ عدم ہوا۔ اور اوچس بیٹے بادشاہ کا تیسرا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اوچس نے تخت نشین ہونے سے پہلے حد بکھا کر اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ نے بھی ارتاکسرس کے دل خیز ہونے میں بہت سی مدد کی تھی۔ ارتاکسرس اگر بُرا اور ظالم تھا۔ تو اس لئے کہ لوگوں کے کہنے کہانے پر وہ بڑے سے بڑا کام بھی کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ مگر اوچس قدر تباہی بد فطرت تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی شاہی خاندان کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ میدان اس کے حریفوں سے خالی ہو جائے۔ جسے کہ اس نے شہزادیوں کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ اس جبر و جھالے فوجت پا کر اوچس نے مصر پر فوج کشی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور باوجودیکہ ایشیائے کوچک میں بد امنی پھیلنے والی تھی۔ اس نے اندھا دھند مصر پر حملہ کر دیا۔ تختابن بادشاہ مصر نے یونان کے کچھ فوج اور کچھ افسر لایچ ویکر

منگو لئے۔ اور اوچس کو شکست فاش دے کر سپا کیا۔ اب بنات کی دبار
 جابجا پھیلنے لگی۔ جنگ مصر سے ایک سال بعد یعنی ۵۵۰ قبل مسیح ملک فونیسیا
 نے مصر سے معاہدہ کر کے وناں کی فارسی افواج کو فنا کر دیا۔ اور خود مختار ہو گیا
 سائپرس نے بھی فونیسیا کی پیروی کی۔ اب اوچس نے فونیسیا اور مصر کو
 ایک ہی دفعہ فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ فوج عظیم جمع کر کے اوچس
 نے اولاً شہر سدون دار الخلافہ فونیسیا کو فتح کیا۔ اور وناں قتل عام شروع
 کر دیا۔ باشندگان نے مایوس ہو کر شہر کو آگ لگا دی۔ اور جل کر راکھ
 ہو گئے۔ وناں سے مظفر منصور ہو کر اوچس مصر کی طرف بڑھا۔ راستہ
 میں یونان کی فوج بھی اُس سے شامل ہو گئی۔ اور اس طرح سے ایک بشار
 لشکر کو ہمراہ لے کر اوچس نے مصر کو بھی فتح کر لیا۔ بادشاہ مصر قوت وناں سے
 ملک اچھی اومیا کی طرف بھاگ گیا۔ اور اوچس ملک کو تاخت و تاراج
 کرنے لگا۔ شہروں کی دیواریں گرا دیں۔ اور اپنے ہمراہی یونانیوں کو لوٹنے
 کی اجازت دیدی۔ اس طرح ملک کو پامیال اور اپنے تئیں بالامال کر کے
 اوچس فارس کو واپس آیا۔ اب تو اغیار اس جو وقت دی کو دیکھ کر دہشت سے
 خاموش ہو گئے۔ اور فارسی اوچس کی تعریفیں کرنے لگے۔ جوہیں اوچس کو
 خانہ جنگیوں سے فرصت ملی۔ مدبران ملک نے اُسے مقدونیہ کی طرف
 متوجہ کیا۔ کیونکہ یکایک یہ ملک طاقت میں ایسا بڑھ گیا تھا۔ کہ یونان خاص
 بھی ہیبت سے ہتھرا رہا تھا۔ اس لئے دربار فارس میں اس امر کی تجویزیں ہونے
 لگیں۔ کہ اس بادشاہ تین کو فنا کرنے میں جلدی کی جاوے۔ ۳۴۰ قبل
 مسیح اوچس نے ایک لشکر حرا کو روانہ کیا۔ جسے فلپ بادشاہ مقدونیہ کو
 شکست دی۔ ابھی فارس کے حریف کمزور نہیں ہو چکے تھے کہ خانہ
 جنگیوں کا بازار پھر گرم ہو گیا۔ بکاؤس نے ۳۳۵ قبل مسیح اوچس کو قتل
 کر کے اپنے چھوٹے بیٹے راس کو تخت نشین کر دیا۔ بکاؤس کا مقصد یہ تھا

کہ اس کا بیٹا جو ابھی کم سن ہے۔ برا سے نام بادشاہ ہوگا۔ اور اختیار سب
اسی کے ماتھے میں رہے گا۔ مگر لوگ چالاک نکلا۔ اور رفتہ رفتہ اپنے باپ سے
اختیار چھیننے لگا۔ اسپر کاؤس نے خنٹگیں ہو کر اپنے تمام بچوں کو قتل کر دیا
اور ایک دوست مسمی کو دکان کو تخت فارس پر شکن کیا اور دکان تخت نشین
ہوئے ہی اپنا نام قرار رکھ لیا۔ اسی سال یعنی ۳۳۶ قبل مسیح شاہ مقدونہ
مقتول ہوا۔ اور تخت سلطنت پر اسکندر اعظم نے جلوس کیا۔ الغرض یہ
دونوں بادشاہ جنہوں نے دنیا کی تاج میں اس قدر کثرت حاصل کی ہے۔
ایک ہی وقت حکمران ہوئے۔

آئینہ سکندر جام جم است ہنگ

کان موبو بگوید احوال ملک دارا

افسوس ہے کہ دارا کی تخت نشینی سے پہلے مرض زوال ملک پر کافی
اثر کر چکا تھا۔ اس لئے اس بادشاہ کی دانتی اور لیاقت جس میں کوئی
بھی شک نہیں کر سکتا۔ اس مریض جان بلب کو شفا دینے کے قابل نہ
تھی۔ اور مہر قلیپ کی وفات پر ملک مقدونہ کو بجائے نقصان کے یہ فائدہ
ہوا۔ کہ اسکندر جبیا لایق اور فن سپاہ گری سے ماہر بادشاہ حاکم ہوا
اور جس کے سامنے فارس کے باغ خزان رسیدہ کا اُجاڑنا محال نہ تھا۔
اسکندر نے تخت نشین ہوتے ہی فارس کے مقبوضات پر جنگ شروع
کر دی۔ اور جو نئی مقامات تھریس اور بوشیا پر اس نے اپنی جنگی لیاقت
کا اظہار کیا۔ دارا نے اپنی فوج کی طاقت کو بڑھانا شروع کر دیا۔ مگر وہ
فوج اور انتظام جس کے بھاڑنے میں کئی سال لگے تھے۔ کیونکہ ایک بیک
یونان سے برابری کرنے کے قابل ہو جاتی۔ دارا نے ملک سے بہادر
سپاہیوں کو جمع کیا۔ اور اوگرو کی ریاستوں میں سے بھی زر کا لالچ دیکر
مردان ہزارہا کو منگوایا۔ تینوں نامی ایک لایق انسر کو یونانی سپاہ پر

سہ سالار مقرر کر کے دارائے ایشیا کے شمال مغربی حصوں کی طرف روانہ کیا۔ اس لائن انسر نے اپنی سپہ گری کے جوہر ابتدا ہی میں دکھائیے اور مقدونیہ کی فوج کو جو کالاس کے زیر فرمان تھی شکست فاش دی۔ اس فتح کے بعد فارسی کچھ ایسے غافل ہو گئے کہ اسکندر ایسے بنیظیر دشمن کی بھی پروا نہ کی۔ جب سکندر مقام ناسا پر پہونچ کر اپنی فوج کو جہازوں میں سے اُتارنے لگا۔ تو انہوں نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ اور جب وہ صحیح و سالم خشکی پر اتر کر آگے بڑھنے لگا۔ تو فارسیوں نے اس کے مقابلہ کے لئے جانا چاہا۔ مینڈون نامی ایک یونانی انسر نے اس تدبیر کی مخالفت کی اور کہا کہ مناسب ہے۔ کہ ہم یہاں کے سب شہروں کو آگ لگا دیں اور خفیہ طور پر سکندر کے جہازوں کے پاس پہنچ کر انہیں سوار ہو جاویں۔ اور یلوپ میں پہنچ کر سکندر کے ملک پر حملہ کر دیں۔ اس تجویز سے سکندر کی ساری امیدیں ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائیں۔ اور اس کی وہی مثال ہو کر گونہ جائے رفتن و دنیا سے ماندن "ایشیا میں ٹھہرنا چاہتا۔ تو فائدہ کشی سے تباہ ہو جاتا۔ کیونکہ اگر دگر دے شہر جل گئے ہوتے۔ اور اپنے ملک کو بھی واپس جانے کے قابل نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کے جہاز فارسیوں کے قبضہ میں ہوتے۔ مگر شامست اعمال فارسیوں نے ایسی قیمتی تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ اور ہٹ دھرمی کر کے سکندر سے لڑنے کو بڑھے۔ واضح رہے کہ یہ فوج نہ تو تعداد میں اور نہ فن محاربہ میں سکندر کی فوج سے بہتر تھی۔ جب کہ فارسی سکندر سے لڑنے کے لئے جا رہے تھے۔ دستہ میں ایک ہی ای سکندر نے فارسیوں کے پرے کنارے فارسیوں کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں بھی فارسیوں نے حماقت میں پیش قدمی کی۔ اور دریا سے پار جاتیکے کوشش کرنے لگے۔ جب میں فارسی رسالہ دریا میں داخل ہو گیا۔ سکندر نے اپنا رسالہ دریا کے کنارے پر گھر کر دیا۔ اب ایک تو سکندر کی فوج تو اعداد میں اور دریا

عمدہ موقعہ پر تھی۔ اسی لئے فارسیوں کے سواروں کا بہت سا حصہ تو فنا ہو گیا
 اور باقی بھاگ بکھلے۔ یونانیوں کا ایک دستہ فوج جو فارسیوں کی مدد کے
 لئے آیا ہوا تھا۔ آخری دم تک لڑتا رہا۔ حتیٰ کہ بیس ہزار میں سے صرف دو
 ہزار زخمی ہو کر رہ گئے باقی سب کے سب قتل ہو گئے۔ اس لڑائی میں فارسیوں
 کی تو دلاور ترین فوج نابود ہو گئی۔ مگر سکندر کے صرف دو سو آدمی کام آئے
 اب تمام ایشیائے کوچک سکندر کے سامنے کھلا پڑا تھا۔ یکے بعد دیگرے
 سب ریاستوں پر تسلط بٹھانے لگا۔ اسی زمانہ میں افواج فارسی کا مشہور نسر
 میمنون نامی فوت ہو گیا۔ جس سے اُن کی بہی سہی اس بھی لوٹ گئی۔ کیونکہ
 اسی لائق اسیر کی طفیل ایشیائے یونانی فارسیوں کی مدد کر کے آتے تھے۔
 بہر حال دارا حتیٰ الوسع ایک بڑی فوج جمع کر کے سکندر کے مقابلہ کے لئے
 بڑھا۔ اور مقام سوچی کے کھلے میدان میں انتظار کرنے لگا۔ مگر سکندر ایک آدھ
 روز بیمار رہنے کی وجہ سے میدان جنگ میں نہ سکا۔ دارا نے بیتاب ہو کر
 اسے تلاش کرنا شروع کیا۔ اور مقام اسوس تک پہنچ گیا۔ سکندر وہاں بیمار
 یا زخمی سپاہیوں کو چھوڑ کر خود میدان جنگ کو چلا گیا تھا۔ دارا نے اپنا جوش
 ظاہر کرنے کے لئے بچارے مریض سپاہیوں کو راہی ملک عدم کیا۔ سکندر کو
 بھی بھڑل گئی۔ کہ دارا اب مقام اسوس میں ہے۔ اور بیمار سپاہیوں کو قتل
 کر رہا ہے۔ یہ سن کر خوشی سے سکندر کی باچھیں کھل گئیں۔ یہ موقعہ اُس کے حق
 میں از حد مفید تھا۔ مقام اسوس تنگ ہونے کی وجہ سے دارا اپنی کثیر تعداد
 فوجوں سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ اسلئے سکندر نے بڑے اطمینان سے صف
 آرائی کی۔ دارا نے یونان کی امدادی فوج کو وسط میں اور ایشیائی سپاہ کو ہمنامہ
 میسرہ اور ارد گرد کی چند پہاڑیوں پر بکھرا کر دیا۔ جو ہیں دونوں فوجیں آسنے
 سامنے ہوئیں۔ سکندر نے آہستہ آہستہ اپنی فوج کو اٹھ لانا شروع کیا۔ حتیٰ کہ
 دونوں فوجیں ایک دوسری کے تیر کی زد پر تھیں۔ سکندر نے بذات خود اپنے خاص

سواروں سے فوج کے وسط پر چڑھ گیا۔ بازوؤں کی فوج تو پہلے ہی پس پا ہو رہی تھی۔ اب تاب مقاومت نہ لاکر تمام فوج بھاگ نکلی۔ سکندر نے تعاقب کر کے بیشمار کو تہ تیغ کیا۔ کرتیس مورخ یونان لکھتا ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ دس ہزار کے قریب فارسی کام آئے۔ حالانکہ فوج سکندر کے مقتول سو سے بچا وزنہ تھے۔ علاوہ بہت سے مال و اسباب اور افسران سپاہ کے بادشاہی کیپ بھی سکندر کے ہاتھ آیا۔ اس کیپ میں ملکہ بعد و بیٹوں اور ایک معصوم بچہ کے تھے۔ علاوہ اس کے شاہ فارس کی بہن اور کئی اوشن لڑیا سکندر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔ مقام اسوس کی فتح میں سکندر کی کچھ بہت بڑی قابلیت ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ بوجہ جنگ مقام اور فارسیوں کی بدانتظامی کے سکندر کی کامیابی یقینی تھی۔ اس فتح کے بعد سکندر تو مصر اور فونیسیا کو مطیع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور دارا بار دیگر لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ آخر کار ۳۳۱ قبل مسیح سکندر باقی فتوحات سے فراغت حاصل کر کے پھر ایشیا کی طرف بادل ہوا۔ اور اب اسکی فوجی طاقت بھی خوب بڑھ چکی تھی۔ دارا اپنے عیال و اطفال کی مفارقت میں شب و روز مغموم رہتا تھا۔ اُس نے سکندر کو اُن کی رہائی کے لئے لکھا۔ مگر سکندر نے جواب دیا کہ اگر مجھے ایشیا کا مالک مان لو۔ اور اپنے تہنہ میرے حوالے کر دو۔ تو میں انہیں واپس بھیجنے پر راضی ہوں۔ لیکن اگر بادشاہت چاہتے ہو تو مرد میدان بنو۔ اور بھاگ نہ جانا۔ چھ مہینے کے بعد دارا نے ایک اور پیغام بھیجا۔ اور اپنے عزیزوں کے صلے میں چوبیس لاکھ روپیہ دینے کا اقرار کیا۔ اور ساتھ ہی اس شرط پر سکندر سے صلح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کہ اُسے دریائے فرات سے پرے کا سب ملک دیدے گا۔ اور سکندر سے اپنی بیٹی کی بھی شادی کر دے گا۔ مگر سکندر نے نہایت غیور و دبانہ جواب لکھا یعنی دولت اور ملک دینے سے دارا کی مرا کیا ہے۔ کیا اسکا ب خزانہ اور ملک (بادشاہ کی بیوی اور لڑکیوں سے مراد ہے)

ابھی ہے سکندر کا نہیں ہے۔ اگر سکندر دارا کی لڑکی سے شادی کا خواہاں ہو۔ تو وہ جب چاہے ایسا کر سکتا ہے۔ باپ کی رضا مندی کی ضرورت ہی کیا ہے دارا میرے رحم کا طلبگار ہے تو اپنے تئیں میرے حوالے کر دے۔

اس جواب سے دارا کا دل جھلک کر ہباب ہو گیا۔ مگر اُسے اتنا یقین ضرور تھا کہ سکندر اُس کے خیال و اطفال پر ظلم نہیں کرے گا۔ اب دارا نے فوج کو آہستہ کرنے کے لئے طرح طرح کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بسے بھالے ایجاد کئے گئے رتھوں کو مکان کی طرح محفوظ بنایا گیا۔ ہندوستان سے لے کر قوم البان تک سے فوجیں منگائی گئیں۔ اور یہ لشکر عظیم جسکی تعداد قریباً دس لاکھ تھی پچیس توہوں سے فراہم کیا گیا۔ دارا نے بابلون کے پاس مہنچکر صف آرائی شروع کر دی۔ اور جا بجا آہنی کانٹے بچھا دیئے۔ تاکہ دشمن کی سپاہ کو نقصان پہنچے ہند کے فیضان جنگی ایک طرف اور محفوظ رتھیں دوسری طرف کھڑی کی گئیں۔ سکندر نے بھی مقابل میں آکر فوج کو آہستہ کیا۔ مگر اپنی فوج کی تعدادی کے باعث اُس نے ایک دن غور و فکر ہی میں گزار دیا۔ جو میں صبح کے قریب سکندر اپنی تدبیروں کو مکمل کر چکا۔ اُس نے فوج کو تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ اب سکندر نے اپنی فوج کو اس طرح بڑھانا شروع کیا۔ کہ جوقت دو فوجیں قریب ہوتیں تو درمیانی زمین مثلث شکل کی تھی یعنی دو فوجوں کا ایک بازو تو متصل ہو گیا تھا۔ اور دوسرا فاصلہ پر تھا۔ اس چالاک کی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارا کی فوج ہمیشہ مرکز سے جہاں وادہ اور موجود تھا۔ جدا ہونے لگی۔ سکندر نے پہلے تو رتھوں کو جو مقابل میں تھے بیکار کیا۔ اور پھر اپنی ایک طرف چال کو بدستور کیا۔ اب سکندر دارا کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ اپنے موقع کو بھی نہ سکندر چیدہ سواروں کو ہمراہ لئے دارا پر حملہ آور ہوا۔ جن سواروں نے راستہ میں مزاحمت کی انہیں قتل کرتا ہوا دارا کی سواروں کے قریب جا پہنچا۔ اور ایک ہی حیر سے کو چہاں کا کام تمام کیا۔ قریب تھا کہ سکندر فوج دشمن میں گھر کر قتل ہو جاتا۔ کہ

یہ ایک اس نے خود ہی غل بچا دیا۔ کہ دارا مقتول ہو گیا ہے۔ اس خبر
وحشت از کو سکر فوج بے اختیار بھاگنے لگی۔ جب دارا نے دیکھا کہ سکندر
کا یہ قریب کاری پڑا۔ تو وہ میدان جنگ سے فراری ہوا۔ اور مقام
امریلا میں پناہ گزین ہوا۔

اس میں لکھا ہے کہ اس لڑائی میں فارس کے تین لاکھ سپاہی کام آئے
اور ہتیار گرفتار کئے گئے۔ یہ ب شکستیں دارا کی بد قسمتی پر منحصر تھیں کہ اُسے
سکندر کے فریبوں کو نہ سمجھا۔ ان عین آخری وقت دارا کا میدان جنگ سے
بھاگ جانا کی قدر قابل افسوس ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ سلطنت فارس کا
آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ بہادروں کی طرح میدان میں سرکٹا نا ہمیشہ کے
لئے دارا کو سختی آفرین و تحسین بناتا۔ مگر نیویولین کی طرح اُسے بھی جان بوجہ
قوم سے زیادہ عزیز نہ سمجھا۔ اور دور و دراز زندگی حاصل کرتے کے لئے دامن
مردمگی کو داغ نہ است سے اُٹو دہ کیا۔

کسی کی رگ پر اے دل تیجے چشم تر ہرگز
بہت سارویٹے اُن پر جو ان چینیہ مٹتے ہیں

تمام شد

